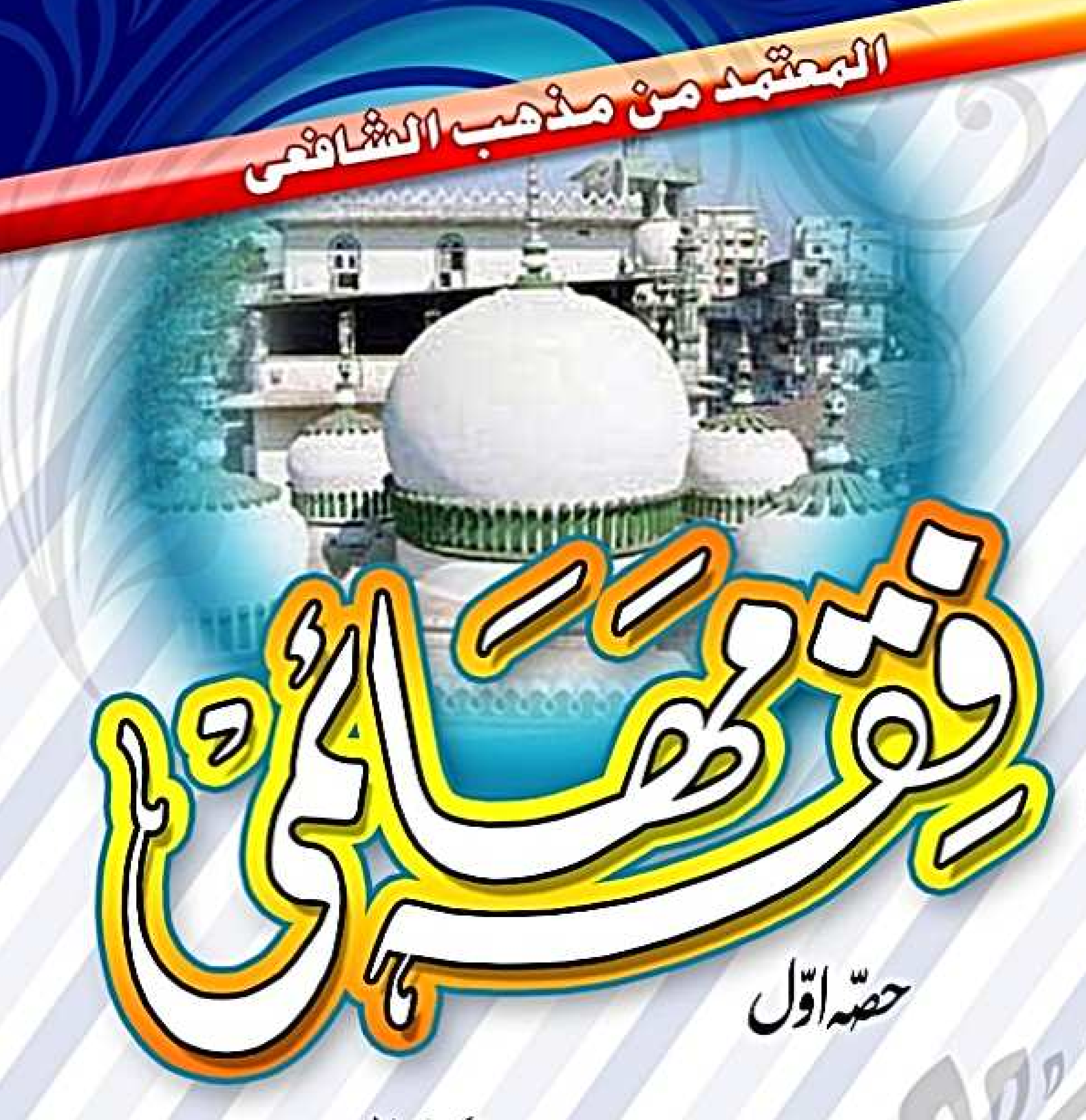
فقہ شافعی، عقائد و معمولات اور مکارم اخلاق پر مشتمل ایک جامع ترین متن



المعتمد من مذہب الشافعی

فقہ مہائمی

حصہ اوّل

تصنیف لطیف

امام کامل، محقق ثقہ ہمام فاضل، شیخ مخدوم علی مہائمی قدس سرہٗ

[۸۳۵ھ]

ترجمہ و تحقیق
سید رضوان احمد رفاعی شافعی

ناشر
رفاعی مشن ناسک

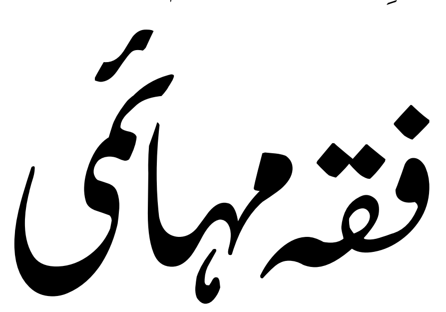
{مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ}

عقائد، فقہ شافعی، اور اِسلامی اخلاق وآداب پر مشتمل ایک جامع ترین متن

المعتمد من مذهب الشافعی

-: تصنیف لطیف :-

امام کامل، محقق ثقہ، ہمامِ فاضل، شیخ فقیہ مخدوم علی مہائمی قدس سره العزیز [۸۳۵ھ]



[جلد اوّل]

-: ترجمہ وتحقیق :-

ابو العاص سید رضوان احمد رفاعی شافعی

ناشر : رفاعی مشن، ناسک

تفصیلات

نام کتاب : المعتمد من مذهب الشافعي

مصنف : امام کامل، محقق ثقہ، شیخ علامہ فقیہ علی مہائمی علیہ الرحمہ [۸۳۵ھ]

اُردو نام : فقہ مہائمی ......جلد اوّل

مترجم : ابوالعاص سید رضوان احمد رفاعی۔ بانی: رفاعی مشن، ناسک

rifai.rizwan11@gmail.com

Mobile: 09923819343

موضوع : مسائل وفوائد فقہ شافعی اور تزکیۂ قلب و باطن

تصحیح وتصویب : مفتی اعظم کوکن حضرت علامہ مفتی عصمت بوبیرے مصباحی شافعی
شیخ الحدیث دارالعلوم اصلاح المسلمین، کلیان، مہاراشٹرا

حالاتِ مصنف : مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی -حفظہ اللہ ورعاہ-

تحریک وتشجیع : مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی -حفظہ اللہ ورعاہ-

غرض وغایت : تحفظ وترویج اَثاثۂ علماے اہل سنت و جماعت

تعداد : بارہ سو بانوے (1292)

باہتمام : عالی مرتبت جناب محمد غلام غوث ابن محمد علاءَ الدین کوکنی

اشاعت : 2016ء - ۱۴۳۷ھ

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم

کلماتِ اعزاز وشرف

فضیلۃ الشیخ، مبلغ اسلام حضرت العلام مفتی **محمد عبد المبین نعمانی** قادری دامت برکاتہم العالیہ

زیرِ نظر کتاب 'المعتمد من مذہب الشافعی' کا اُردو ترجمہ ہے۔ اصل کتاب قطب کوکن امام وقت حضرت عارف باللہ شیخ فقیہ علی مخدوم مہائمی علیہ الرحمہ (متوفی ۸۳۵ھ) کی ہے جو عربی میں تھی اس کا اُردو ترجمہ فاضل گرامی مولانا سید رضوان احمد رفاعی شافعی ثقافی نے کیا ہے اور جگہ جگہ گراں قدر حواشی سے کتاب کو اور زیادہ مفید بنا دیا ہے۔ ترجمہ سلیس اور رواں ہے۔ کتاب نہ زیادہ مختصر ہے، نہ زیادہ طویل؛ اس لیے عام شافعی مسلمانوں کے لیے اس کا لینا اور پڑھنا آسان ہے۔ اُردو میں فقہ شافعی پر کتابیں بہت کم ہیں؛ اس لیے اس کتاب کو جو 'فقہ مہائمی' کے نام سے شائع کی گئی ہے، گھر گھر پہنچانا چاہیے۔ کہیں کہیں حاشیے میں مذہب حنفی کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے جو احناف کے لیے کافی مفید ہے۔

مولانا سید رضوان احمد رفاعی جواں سال عالم دین ہیں اور دل میں فروغِ دین وسنیت کا جذبہ رکھتے ہیں۔ قلیل عرصے میں آپ نے تقریباً (طویل ومختصر) بیس کتابیں شائع کر دی ہیں جو مختلف موضوعات پر ہیں، غالباً فقہ شافعی پر ان کی یہ دوسری کتاب ہے۔ موصوف ایک شاندار خطیب اور مقرر بھی ہیں۔ سنجیدگی، بزرگوں سے عقیدت اور علماے اہل سنت سے محبت ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ عقیدے میں تصلُّب ان کا امتیازِ خاص ہے۔ فکر رضا اور عقائد اہل سنت وجماعت کے سختی سے پابند ہیں۔ عالم باعمل ہیں۔ اسلاف کرام اہل سنت کی علمی وفکری یادگاریں تیزی سے منظر عام پر لانے کے لیے کوشاں ہیں اور بہت سی کتب شائع کرنے میں کامیاب بھی ہو چکے ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی یہ کتاب 'فقہ مہائمی' بھی ہے۔ مولیٰ عزوجل ان کی عمر اور علم وعمل میں برکتیں عطا فرمائے اور دین وسنیت کے فروغ کے تعلق سے ان کی خدمات کو قبولیت کا شرف بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وآلہ وصحبہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

محمد عبد المبین نعمانی قادری

خادم: دار العلوم قادریہ، چریاکوٹ، مئو (یوپی)......۲۶ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ۔7/1/2016

حرفِ دعا

سماحۃ الفضیلۃ ،حضرت الاستاذ ،علامہ مفتی **محمد عصمت بوبیرے** مصباحی شافعی .دامت برکاتہم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

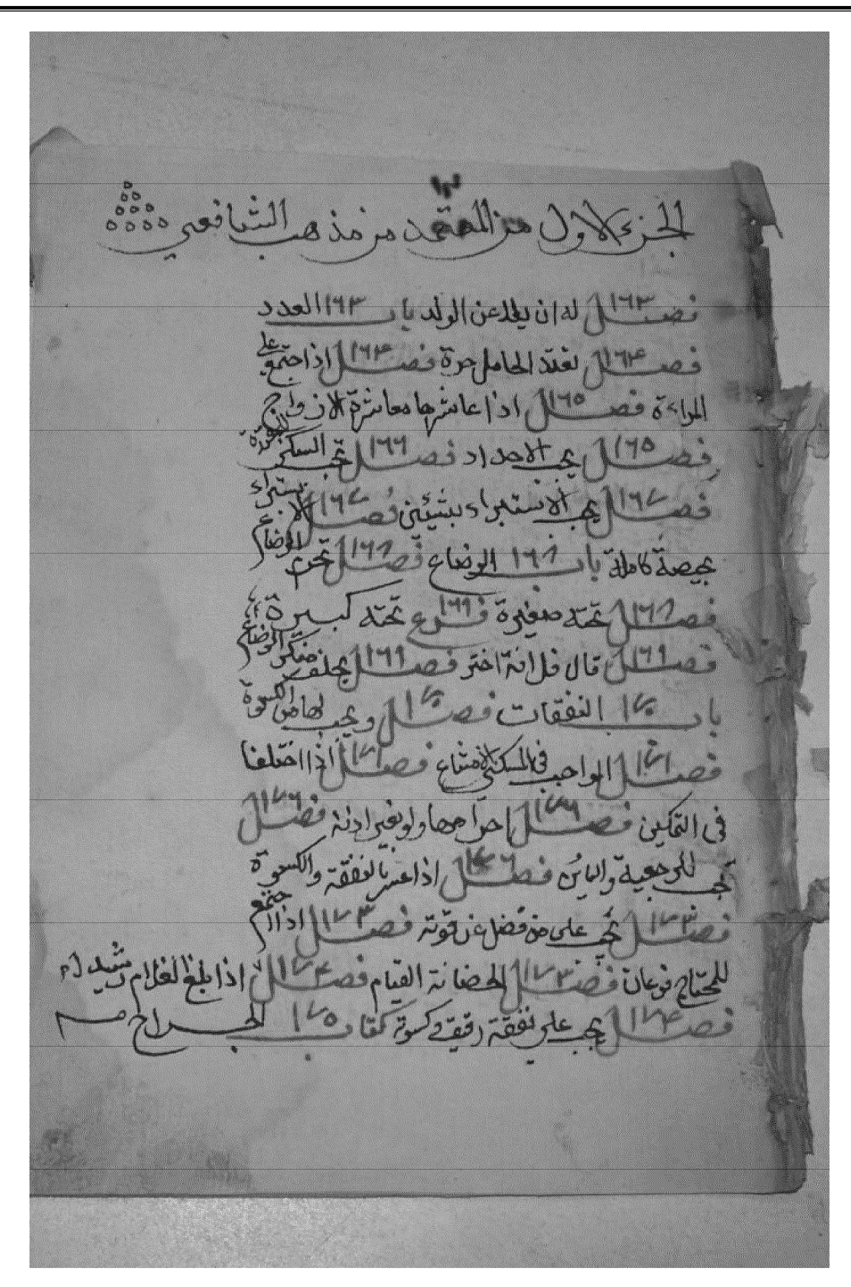
نحمده ونصلی علی رسوله الکریم أما بعد !

اللہ جل شانہ کا بے پایاں شکر واحسان کہ جس نے ہمیں اپنی توفیق وتائید سے نوازا، اور اپنے دین متین اور فقہ شافعی کی خدمت کا ہمیں شعور وشرف عطا فرمایا۔ یہ کتاب بھی فقہ شافعی کی اُمہات الکتب سے ہے۔ اس اَمرِ مہم کی یک گونہ تکمیل پر ہم اس کا ثواب ناقلِ مخطوطہ حضرت علامہ محی الدین ابن عبدالقادر عرف دودکلہ کی روحِ پرفتوح کو نذر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو رحمت ونور سے بھر دے، اور اسے جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری بنادے؛ نیز جن کے توسط سے یہ قلمی نسخہ ہم تک پہنچا ہے یعنی محمد مظفر فقیہ اور ان کے پردادا مرحوم علاؤ الدین صاحب فقیہؔ اللہ تعالی ان کی اور ان کے جملہ اہل خانہ کی بھی مغفرت فرمائے۔

بالخصوص قلمی نسخے کو پیش نگاہ رکھ کر ترجمہ وتحشیہ اور ترتیب وتزئین کتاب کا مشکل ترین فریضہ انجام دینے والے ہمارے دیرینہ عزیز ورفیق جناب مولانا سید رضوان احمد رفاعی ثقافی شافعی ہماری خصوصی دعاؤں کے سزاوار ہیں۔ خداوندقدوس ان کی عمر وعلم وعمل میں دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے، انھیں بلند منازل پر فائز کرے، دولت عافیت وصحت سے مالامال کرے، دین ودنیا کی تمام نعمتوں سے بہرہ یاب، نیز ان کے اہل خانہ اور احباب واَعوان کی حفاظت وصیانت فرمائے۔ آمین یارب العالمین، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

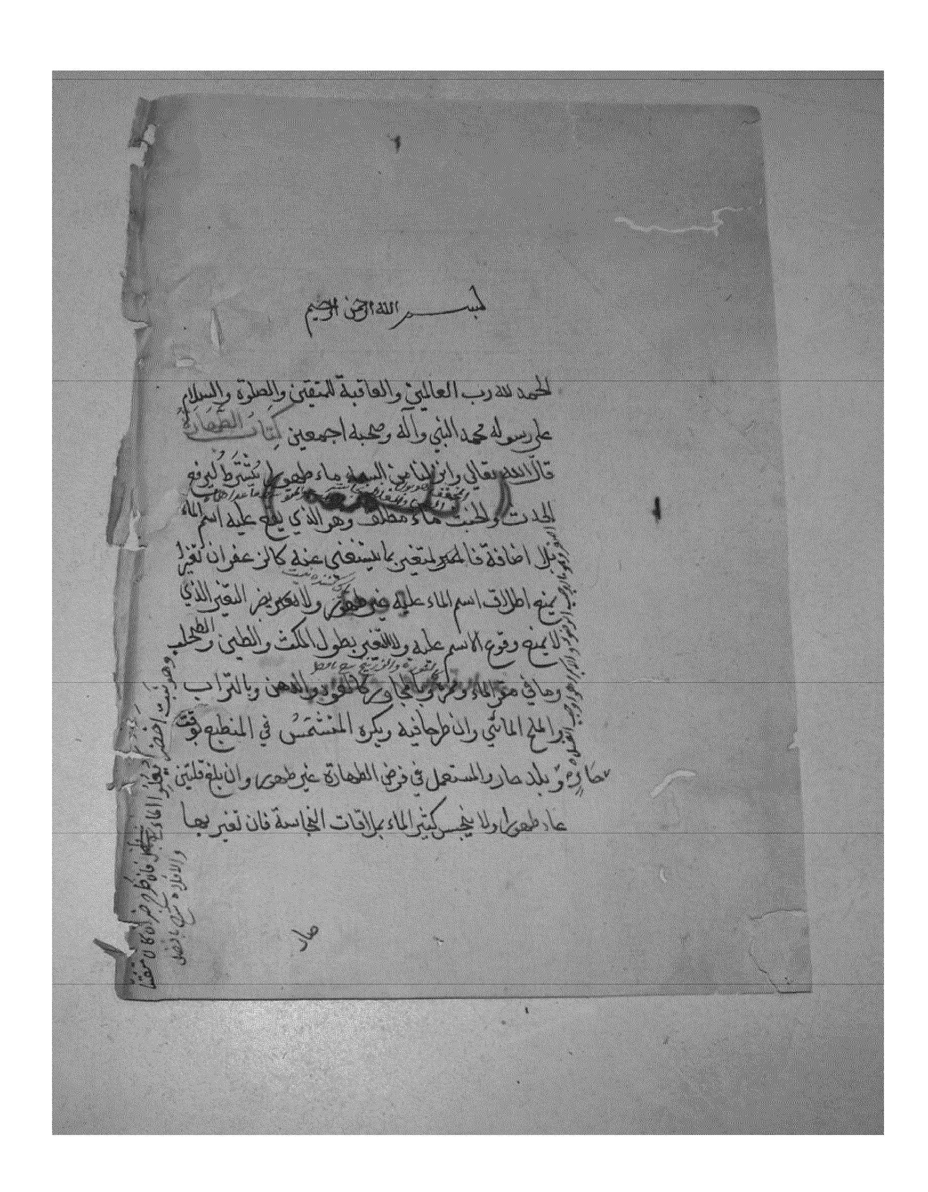
محمد عصمت ابن عبدالقادر بوبیرے مصباحی شافعی۔کلیان

۲۱ ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ......۲ جنوری ۲۰۱۶ء بروز شنبہ



الجزء الاول من المعتمد من مذهب الشافعي

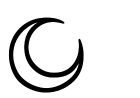
[ہماری تحویل میں موجود مخطوطہ المعتمد من مذهب الشافعی کی فہرست کا پہلا صفحہ]



بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام
على رسوله محمد النبي وآله وصحبه اجمعين كتاب الطهارة
قال الله تعالى وانزلنا من السماء ماء طهورا يشترط لرفع
الحدث والخبث ماء مطلق وهو الذي يقع عليه اسم الماء
بلا اضافة فالمتغير بما يستغنى عنه كالزعفران تغيرا
يمنع اطلاق اسم الماء عليه غير طهور ولا يضر التغير الذي
لا يمنع وقوع الاسم عليه ولا التغير بطول المكث والطين والطحلب
وما في مقر الماء وممره وبالمجاور كالعود والدهن وبالتراب
والملح المائي وان طرحا فيه ويكره المشمس في المنطبع بقطر
حار وبلد حار والمستعمل في فرض الطهارة غير طهور وان بلغ قلتين
عاد طهورا ولا ينجس كثير الماء بملاقاة النجاسة فان تغير بها

[ہماری تحویل میں موجود مخطوطہ المعتمد من مذهب الشافعی کا ابتدائی ایک صفحہ]



فہرست مضامین

حواشی نافعہ

〖مجھے ہے حکم اَذاں〗

اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے

رب یسر واعن یا کریم

کتاب کی بابت دو باتیں

تاریخ اسلام کا یہ باب سنہری حرفوں سے مرقوم ہے کہ ہر دور میں علوم دینیہ کے ماہرین، محدثین ،مفسرین ،مجتہدین، ائمہ دین ،صوفیہ عظام اور فقہاے کرام کے نور فقاہت نے معاشرہ کوان کے ناگزیر مسائل پرآ گاہی بخشی ہے۔تاریخ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو مشاہدات ومحسوسات بتاتے ہیں کہ ہر دور میں انسانی ضرورتیں اور تقاضے بدلتے رہے ہیں۔ جب سے دنیابنی ہے، نئے نئے حالات ومعاملات اور واقعات رونما ہوتے رہے ہیں،حسب ضرورت شرعی احکامات بھی بدلتے رہے ہیں، چونکہ امت مسلمہ کا ہر فرد شریعت مطہرہ سے مربوط ہے، عائلی زندگی ہو یا معاشرتی اسلامی قوانین کی نگرانی، یہ تو ہر فرد مسلم پر لازمی ہے۔ بلاشبہہ اِنسانی زندگی کے بنیادی اورفروعی تقاضوں کا حل مذہب اِسلام کی پاسداری میں ہے۔

اس لیے مذکورہ مقدس جماعتوں نے حسب حال وقال قرآن وسنت کی روشنی میں بندگانِ خدا کو ہر گام قابل عمل نظام حیات بخشا ہے۔

تاجدارِنبوت ،مہتابِ رسالت حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے وصال ظاہری کے بعد فریضۂ تبلیغ اورتشریح دین کا بارِعظیم اعیانِ اُمت کے کاندھوں پر آپڑا۔قرناً بعدقرنٍ محدثین،مفسرین،مصلحین،حکما،مجتہدین،مجددین اور مفہمین کے طبقہ نے دینی اقدار وشعبوں کی خدمات کوتقسیم کرلیا۔بعض نے عقائد کی قدروں کوتحفظ بخشا وہ متکلمین کہلائے۔بعض نے

احادیث نبویہ کو جمع کرنے کی خدمات انجام دیں اہل اللہ کی یہ جماعت محدثین سے مشہور ہوئی۔ بعض نے آیات قرآنیہ کی تفسیر وتشریح اوراس کے مغلقات کو واضح کرنے کے لیے تفہیمی میدان میں جدوجہد کی، تاریخ نے انھیں جماعت مفسرین سے تعبیر کیا۔ بعض نے فقہ واحکام کا میدان چنا، ماہرین کی یہ فوج فقہا و مجتہدین سے موسوم ہوئی۔ کسی جماعت نے احسان و اِخلاص کو فروغ بخشا، یہ طبقہ صوفیا کا طبقہ کہلایا۔

الغرض! عقائد، عبادات، معاملات، منجیات، مہلکات، خانگی، عائلی، معاشراتی اور تمدنی زندگی میں درپیش بنیادی مسائل کا علم اور انسانی زندگی سے متعلق تمام ترشعبوں کی تفصیلات علم فقہ کے تحت آتی ہے۔ علم فقہ کی بنیادیں قرآن واحادیث کی تعلیمات کا حصن حصین ہوتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ امت کے اکثر وبیشتر علماے مصنّفین ومؤلفین نے فقہی خدمات کو سرمایۂ حیات بنایا۔ امام شافعی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں :

’إن لم يكن الفقهاء العاملون أولياء الله فليس لله ولي وقال ما أحد أورع لخالقه من الفقهاء‘. (شرح المهذب /۱)

یعنی اگر باعمل فقہاء اللہ کے ولی نہیں ہیں پھر تو کوئی بھی اللہ کا ولی نہیں ہوسکتا۔ نیز آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ فقہاے کرام سے بڑھ کر رب کریم کا کوئی اطاعت گذار بندہ نہیں ہے۔

پیش نظر کتاب ’فقہ مہائمی‘ ’المعتمد من مذهب الشافعي ‘ کی جلد اوّل کے ابواب طہارت سے ابواب نماز تک کا ترجمہ وتحقیق ہے۔ المعتمد قلمی مخطوطہ تقریباً سات سو اَڑتالیس صفحات پر ایک جلد دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ دو سو چھتیس صفحات پر ’کتاب الطہارت‘ سے ’کتاب الفرائض‘ تک ہے۔ جب کہ دوسرا حصہ دو سو سینتیس تا پانچ سو تین صفحات پر ’کتاب الفرائض‘ کی چند فصول سے ’کتاب العتق‘ تک ہے۔

ہر کتاب کئی ابواب، فصول اور فروع پر مشتمل ہے۔ 'المعتمد' ثانی ابن عربی، سید المفسرین فی الہند، قطب کوکن حضرت مخدوم فقیہ علی مہائمی شافعی قدس سرہ العزیز کا نہایت ہی جامع، مانع، مربوط، موجز، مبسوط اور مدلل غیر مطبوعہ متن ہے جو تاریخ فقہ شافعی میں نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔

تاریخی اعتبار سے اس کتاب کو یہ اہمیت حاصل ہے کہ ہندوستان کی سرزمین پر عربی زبان میں لکھی گئی فقہ کی یہ سب سے اوّلین کتاب ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ تو بے جا نہ ہوگا کہ یہ متن محض ایک متن ہی نہیں بلکہ مکمل ایسی کتاب ہے جو نہ صرف علمی و فقہی مسائل کی گرہیں کھول کر رکھ دیتی ہے، بلکہ ممتاز محققین اور نامور مصنّفین کے لیے ایک کلیدی ماخذ اور بڑے مرجع کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔

چونکہ اِس کے اکثر مسائل معتبر و مفتی بہا ہیں اس بنا پر کتاب کو 'المعتمد' سے موسوم کیا گیا ہے۔ 'المعتمد' نے فقیہ مہائمی قدس سرہ العزیز کے علمی و فکری اور فقہی قد و قامت کو اس بلندی پر پہنچا دیا ہے کہ اس کے سامنے آپ کے دور کے دیگر علما کے کارنامے پست قامت نظر آتے ہیں۔ یہ متن حضرت فقیہ علی مہائمی کی فقہی تبحر و بصیرت، تحقیق و تدقیق، وسعت مطالعہ، صلابت رائے، فکری و فنی پختگی، اور ثقاہت کا کامل ثبوت ہے۔

قطب کوکن فقیہ مہائمی قدس سرہ العزیز نے اپنی اس کتاب میں جملہ ابواب فقہ پر فصل در فصل، باب در باب سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔ سطر سطر سے آپ کی فقہی بصیرت کا رنگ جھلکتا ہے۔ یقیناً آپ کی فقہی تحقیقات اَرباب علم و فن کے لیے بیش قیمت سرمایہ ہیں۔ اگر یہ متن عرب دنیا سے شائع ہوا ہوتا تو شہرت کے ہر آسمان کو چھو لیتا، فقہی دنیا میں ہلچل مچ جاتی، میدانِ تصنیف و تالیف کے شہسوار اور شاہان قرطاس و قلم کا ذوق ہمایوں اس کتاب کا طواف کرتا، فتح المعین کی طرح المعتمد پر بھی شروحات و حواشی کے انبار لگا دیے جاتے، مشتاقانِ تحقیق اس متن کی تحقیقات پر لاکھوں صفحات رقم کر دیتے، اور مدارسِ اسلامیہ میں طلبہ و

مدرسین کی تعلیم وتعلّم کے لیے اسے داخل نصاب کر دیا جاتا۔

بایں ہمہ المعتمد کی علمی افادیت اور فقہی مقام کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کی اکثر وبیشتر عبارتیں شیخ الاسلام امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی رضی اللہ تعالی عنہ کے مشہورِ زمانہ متن منہاج الطالبین اور اس کی جامع ترین شرح تحفۃ المحتاج سے میل کھاتی ہیں، جو فقہ شافعی کی دنیا میں خاتمۃ المحققین علامہ ابن حجر ہیتمی علیہ الرحمہ کا علمی شاہکار رہے۔

حضرموت، شام، کرد، داغستان، یمن اور علماے حجاز کی متفقہ رائے ہے :

'إن المعتمد ما قال الشيخ ابن حجر في كتبه بل في تحفتة'.

میں کبھی سوچتا ہوں تو بس سوچ کر ہی رہ جاتا ہوں کہ جس ذات گرامی کو حضرت خضر علیہ السلام سے براہ راست شرفِ تلمذ حاصل رہا ہو، اولیاے زمانہ اور عرفائے وقت نے جنھیں امام شریعت وطریقت کہا ہو، غواصِ معرفت وحقیقت جانا ہو، امام الہمام ،سند المحققین ، سید المفسرین فی الہند، قدوۃ الاولیاء، زبدۃ الاصفیاء ،افقہ الفقہاء جیسے القابات دیے ہوں ، وحدۃ الوجود میں جنھیں شیخ اکبر ثانی ابن عربی کہا گیا ہو، بقول محدث عبدالحق دہلوی علیہ الرحمہ اتنا بڑا عالم ہندوستان میں پیدا نہیں ہوا، اولیائے زمانہ جن کی زمزمہ خوانی کرتے رہے ہوں، عرفاے وقت نے جن کی عظمت وجلالت کو خراجِ تحسین پیش کیا ہو، فقیہ جن کے نام نامی کا جزءِ لاینفک بن کر رہ گیا ہو، بھلا وہ کیسی نابغہ دہر ہستی اور عبقری الزمان ذات ہوگی!۔

مگر افسوس کہ ہم نے اس فقیہ اعظم کے علمی اور تحقیقی نوادرات اور کارناموں کو اجاگر ہونے سے پہلے ہی تاریخ کا ایک گمشدہ ورق بنا دیا!۔ درِمخدوم سے ہماری وابستگی اور احسان شناسی صرف اس قدر رہی کہ ہم نے انھیں 'مخدوم بابا' بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے، مگر ان کے نوادراتِ علمیہ کو غلطی سے بھی ہاتھ نہیں لگایا۔ مقامِ حیرت ہے کہ جو کتاب آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل تھی وہ کتاب عرصہ دراز سے عوام تو عوام اربابِ علم و دانش کی

نگاہوں سے بھی اوجھل کیوں رہی؟، اسے اپنوں کی بے اعتنائی کا نام دیا جائے یا اسے قوم کے فکری جمود وتعطل کے خانے میں ڈال دیا جائے، یا کچھ اور؟۔

دورِ عادل شاہی کا اسلام آباد عرف بھیمڑی (موجودہ بھیونڈی) اپنے دامن عشق و عرفان میں ہزار داستانیں سمیٹے ہوئے ہیں۔ اس شہر پر عارف باللہ حضرت ملک حسین عرف دیوان شاہ قادری علیہ الرحمہ کی خصوصی توجہ اور باطنی حکومت ہے، یہاں کے ذرے ذرے پر آپ کے فیضانِ کرم کی بارشیں برس رہی ہیں۔ چپہ چپہ آپ کے روحانی فیوض و برکات سے شاداب وسیراب ہے۔ یوں تو بھیونڈی کی سرزمین پر کئی نابغۂ روزگار ہستیاں عالم وجود میں آئیں اور شجر اسلام کو اپنا خون جگر دے کر سیراب کر گئیں، ان مشاہیر امت میں ایک نام عارف حق، بطل جلیل، علامۃ الدہر، زاہد زمانہ، عابد شب زندہ دار حضرت محی الدین ابن عبد القادر عرف دودکلہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو 'المعتمد من مذہب الشافعی' کے راوی و ناقل ہیں۔

مترجم تفسیر مہائمی اور صاحب تصانیف کثیرہ علامہ مفتی عصمت بوبیرے مصباحی رقمطراز ہیں:

> 'کتاب فقہ، المعتمد من مذہب الشافعی للقاضی ابی الحسن علی بن احمد بن حسن ابراہیم المہایمی الشافعی' اس کتاب فقہ کا اصلی نسخہ چھوٹی سائز کا پانچ سوتیں صفحات کا مکمل نسخہ جو پورے ابواب فقہ پر مشتمل ہے، جناب محمد مظفر ابن مرحوم حامد فقیہ ساکن بھیونڈی نے ہمیں اپنے آبا واجداد کے موروثی علمی خزانہ کی دیگر کتابوں کے ساتھ ہبہ کیا ہے۔ کتاب فقہ کا یہ قلمی نسخہ ان کے پردادا مرحوم علاؤالدین صاحب فقیہ (جن کی وفات ۱۱۸۵ ہجری مطابق ۱۷۷۱ عیسوی میں ہوئی) کی تحویل میں تھا جس کو ان کے پرپوتے محمد مظفر فقیہ صاحب نے ہمیں موہبت فرمایا اور اس کے علاوہ انھوں نے دوسرے بہت سے مخطوطات ومطبوعہ کتابیں بھی عنایت کی ہیں۔

اس قلمی نسخہ کی جس کاتب نے کتابت کی ہے انھوں نے اس نسخہ پر اپنا نام اور سن کتابت بھی درج کیا ہے۔کاتب کا نام 'محی الدین ابن عبدالقادر عرف دودکلہ' ہے، اور تاریخ بروز اتوار، ۷/شعبان المعظم ۱۲۹۹ھ ہجری ہے۔ کتاب فقہ کتاب الطہارت سے باب امہات الاولادتک مکمل ابواب فقہ کی کتاب ہے۔اس کی زبان عربی معیاری زبان ہے۔ ہندوستان میں سب سے پہلے عربی زبان میں فقہ کی کتاب آپ نے تالیف کی ہے۔ جو ہمیں قلمی نسخہ کی شکل میں دستیاب ہوئی ہے۔اس کی عربی عبارت میں کوئی تحریف وتبدیلی نہیں اور نہ ہی اس میں کہیں مہائم کا ذکر ہے، اور نہ ہی اپنی رائے ظاہر کی ہے۔کتاب فقہ تو ہے پانچ سوتیس صفحات پر مشتمل لیکن فقہ کا بحر ذخار ہے۔(تفسیر مہایمی مترجم/۱)

علامہ سید محی الدین دودکلہ بھیونڈی: عارف حق علامہ محی الدین ابن عبدالقادر علیہ الرحمہ کی زندگی کے اکثر حالات پردۂ خفا میں ہیں، تلاش بسیار کے باوجود ان کے نقوش حیات کا بس ایک دھندھلا سا عکس پایاب ہوسکا۔ممکن ہے آئندہ مزید کچھ ہاتھ لگ جائے، ہماری تلاش وجستجو پیہم جاری ہے۔اللہ ہمارا حامی وناصر ہو۔

خیر سے حضرت العلام مفتی عصمت بوبیرے صاحب کے زبانی اس قدر حالات زندگی کا علم ہوسکا۔علامہ محی الدین ابن عبدالقادر علیہ الرحمۃ کا تعلق بھیونڈی کے ایک متدین گھرانے سے تھا۔محلّہ سوداگر میں اپنے آبائی مکان میں رہائش پذیر تھے۔ طالبان علوم دینیہ کے لیے آپ کا مکان دانش گاہ، اور سالکانِ راہ طریقت کے لیے ایک روحانی تربیت گاہ تھا۔

مذہب شافعیہ کے جلیل القدر عالم، مشاہیر علما اور خدا کے بندگان خاص میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔آسمانِ طریقت ومعرفت کے درخشندہ ستارہ تھے۔شب و روز خدمت خلق خدا اور دین کی نشر و اشاعت میں مصروف رہتے تھے۔تعلیم وتعلّم آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ راتیں تلاوت قرآن اور عبادت خداوندی سے معمور تھیں۔تہجد گذار، سیف زبان اور مستجاب

الدعوات تھے۔ ہزاروں بندگان خدا نے آپ سے ظاہری اور باطنی فیض پایا۔

عمر کے آخری حصہ میں حج بیت اللہ کی سعادتیں حاصل کیں۔ زیارت روضہ رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے سرشار ہونے کے بعد پھر وطن مالوف لوٹے۔ آبائی مکان کو راہ خدا میں وقف کر دیا۔ اسی مقام پر ایک مسجد تعمیر کی گئی جو مسجد دودکلہ سے مشہور و معروف ہے۔ تادم حیات زاہدانہ زندگی گذارتے رہے۔ آپ کے شب و روز اسی مسجد کے گوشۂ تنہائی میں گذرتے تھے۔ حسب وصیت علامہ محی الدین دودکلہ علیہ الرحمۃ کو اسی مسجد کے صحن میں دفنایا گیا۔ بعد وصال نہایت ہی تزک و احتشام کے ساتھ آپ کا عرس منعقد کیا جاتا رہا۔

حضرت علامہ حامد فقیہ صاحب رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ بھیونڈی میں جب کبھی قحط سالی ہوتی تو اہل محبت حضرت سیدنا سید محی الدین مقری شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اپر انوار پر کھیر کی نیاز کا اہتمام کرتے اور نزول بارانِ رحمت کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ حضرت مقری شاہ علیہ الرحمۃ کے وسیلہ سے مانگی ہوئی دعا فوراً قبول بھی ہوجایا کرتی تھی۔ بھیونڈی کے سنی مسلمانوں کا آج بھی یہی معمول ہے۔ یوں ہی جب کبھی بارش کی کثرت نقصان کی حدوں کو پار کر دیتی ہے تو اہل عقیدت حضرت محی الدین عبدالقادر دودکلہ علیہ الرحمۃ (ڈوکلہ) کے مزار اقدس پر زردے کی نیاز کا اہتمام کرتے اور آپ کے توسل سے بارگاہ خداوندی میں بارش کے بند ہونے کی دعائیں کرتے، رب غفور اپنے اس محبوب ولی کے طفیل مسلمانوں کی حاجت روائی فرماتا، اور بارش فوراً رک جاتی تھی؛ گویا حضرت محی الدین ابن عبدالقادر دودکلہ کی قبر انور دعاؤں کی اجابت کے لیے بہترین تریاق ہے۔ مجھے عالی جناب عدنان کواری صاحب نے بتایا کہ حضرت علامہ حامد فقیہ صاحب علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ان کے والد ماجد حضرت علامہ یوسف فقیہ علیہ الرحمۃ حضرت سرکار دودکلہ علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں اکثر حاضری دیا کرتے تھے ایک مرتبہ انھوں نے سرکار دودکلہ علیہ الرحمۃ کی قبر انور سے تلاوت قرآن کی آواز سنی ہے۔ یا سبحان اللہ ع: اللہ کے وہ بندے زندہ ہیں مزاروں میں

مرورِ زمانہ کے بعد اب آپ کا مزار اقدس فی الحال وضوخانہ کے احاطہ میں شامل ہو چکا ہے۔مزار شریف کے نام ونشان کو مٹانے کے لیے اردگرد قد آدم تک دیواریں اٹھائی گئی ہیں، اور اوپر سے مٹی ڈال دی گئی ہے، تاکہ آنے والی نسلوں کو یہ معلوم نہ ہو سکے کہ یہاں کسی اللہ والے کا مزار ہے۔ان دیواروں پر تینوں جانب سے وضو کے نل لگا دیے گیے ہیں،اس طرح قبر انور کو وضوخانہ میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔چونکہ مسجد سنی شافعی مسلک کے ماننے والوں کی تھی اس لیے یومِ تاسیس ہی سے جملہ معمولات مذہب شافعی کے مطابق انجام پاتے تھے؛مگر اب شومئی قسمت سے اس مسجد پر اہل حدیث غیر مقلدوں کا قبضہ ہو چکا ہے۔تاریخ میں ان کی مزار دشمنی مشہور ہے؛اسی لیے حضرت کے آستانۂ عالیہ کے ساتھ اس سلوک کو روا رکھا گیا۔مخالفین کی طرف سے ۱۶،مئی ۱۹۸۴ء کو مزار کو نقصان وضرر پہنچانے کی سازش وکوشش کی گئی تھی ۔مسلمانان بھیونڈی نے اجتماعی طور پر بھوئی واڑاہ(بھیونڈی) پولیس اسٹیشن میں پر امن احتجاجی دھرنا دیا تھا۔کورٹ کچہری میں مقدمہ بازی ہوئی اہل سنت کی طرف سے جناب منظور برڈی اور جناب عدنان کواری صاحبان(بھیونڈی) قیادت فرما رہے تھے۔

مجھ فقیر کو سرکار دودکلہ علیہ الرحمۃ کے قبر انور کی زیارت کا شرف حاصل ہے۔فاتحہ خونی کے لیے حاضر ہوا تو دل خون کے آنسو رو رہا تھا ۳۱۲ کہ جس ذات گرامی نے ہندوستان کے مسلمانوں کو سب سے پہلی کتاب فقہ عطا کی ہے،قطب کوکن مخدوم فقیہ علی مہائمی کے علمی اثاثہ کی حفاظت فرمائی ہے،آج ان کا آستانہ کس کسمپرسی کی حالت میں ہے!،جس جگہ سے علم فقہ کا ایک تابندہ چراغ روشن ہوا تھا آج اسی مقام کے باشندگان' علم فقہ کی مخالفت کا درس دے رہے ہیں۔یاللعجب!کتاب کے اخیر میں حضرت کے قبر انور کی قدیم تاریخی اور موجودہ تازہ ترین تصویریں شائع کی جا رہی ہیں۔اللہ توفیق دے تو آپ بھی شرف زیارت حاصل کر لیں

تاریخ فقہ مخدومی: رجب المرجب ۱۴۱۵ ہجری مطابق ۱۹۹۵ عیسوی میں نوری بک ڈپو سے فقہ مخدومی کے نام سے قطب کوکن فقیہ مہائمی علیہ الرحمہ کی ابواب فقہ پر مشتمل مختصر

کتاب کا اردو ترجمہ و حاشیہ شائع ہوا، جس کے مترجم علامہ مفتی محمود اختر قادری ہیں۔ سنا گیا ہے کہ بعض مقامات پر کتاب کا قلمی نسخہ کرم خوردہ تھا؛ اس لیے بعض مستند کتب شافعیہ سے الحاقات کا سہارہ لینا پڑا، واللہ اعلم۔

'المعتمد' کی تحقیق و ترجمہ کے دوران استاذ العلماء مفتی اعظم کوکن مفتی عصمت بوبیرے شافعی مصباحی-طول اللہ عمرہ- (تلمیذ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ) کے دست کریمانہ سے فقہ مخدومی کا مترجم و مطبوعہ نسخہ بنام فقہ مخدومی مع ترجمہ ہندی دریافت و دستیاب ہوا۔ خادم دین وسنیت رئیس ممبئ جناب عبداللہ بن قور کے ایما و التماس پر اس کتاب کی ۱۳۱۴ ہجری میں مطبع گلزار حسینی سے پہلی طباعت ہوئی ہے۔

کتاب میں ہند و پاک کے جلیل القدر مفتیان کرام کی منظوم و منثور تقاریظ مرقوم ہیں، جن میں سے ایک تقریظ ابو محمد عبد الحق دہلوی رحمہ اللہ صاحب تفسیر حقانی کی ہے۔ اور اخیر میں اور ایک تقریظ شہزادہ شہنشاہ ناسک، مجاہد سنیت، علامہ مفتی سید عبد الفتاح گلشن آبادی علیہ الرحمہ کی بھی ہے۔ بایں معنی فقہ مخدومی کے پہلے مترجم و محشی پاکستان کے جلیل القدر عالم دین، محقق دوراں علامہ مفتی محمد عبد العزیز ہزاروی پنجابی علیہ الرحمہ ہیں۔ مفتی پنجاب کا اقرار ہے کہ ترجمہ کے لیے انھیں جو نسخہ دیا گیا تھا وہ بھی الحاق شدہ تھا۔ متعدد نسخوں کی جستجو کی گئی، بالآخر انھیں ایک دوسرا نسخہ دستیاب ہوا؛ مگر وہ بھی غیر محفوظ تھا بوجہِ مجبوری فقہاے شافعیہ کی دیگر کتب معتبرہ سے بعض مقامات کی تصحیح کر کے اسے قابل اشاعت بنایا گیا۔

مترجم موصوف چونکہ حنفی المذہب تھے۔ بمصداق 'صاحب البیت أدری بما فی البیت'، ترجمہ کی تصحیح و نظر ثانی کے لیے شافعی مذہب کے جلیل القدر عالم دین علامہ روزگار شیخ احمد جیتیکر کوکنی سنی شافعی کا انتخاب کیا گیا، جو اس وقت سرزمین بمبئ پر شوافع عوام اہل سنت کی نمائندگی اور رہنمائی فرما رہے تھے۔

فقہ مخدومی کے اس مترجم نسخہ کی اشاعت پر یاد ایام کی اس تاریخی دستاویز کا بھی مطالعہ

فرمائیں ۔ندوۃ العلماء کے سابق ناظم مولانا حکیم عبدالحی رائے بریلوی رقمطراز ہیں: مہائمی کی ایک کتاب فقہ میں بھی ہے ۔ بدرالدین عبداللہ قو رئیس بمبئی نے اس کو اردو میں ترجمہ کرا کے چھپوادیا ہے اوراس کے ساتھ ایک مختصر رسالہ ان کے حالات کا بھی ملحق کر دیا ہے۔ مگراس رسالہ سے مہائمی کے علمی مشاغل پر روشنی نہیں پڑتی ہے''۔(یادایام/۹۴)

فقہ مخدومی کے بارے میں پرواز اصلاحی کی اس تحریر کو بھی ملاحظہ فرمائیں ۔فقہ شافعی کی یہ کتاب آپ ہی کی طرف منسوب کی جاتی ہے لیکن زبان و بیان کا جو معیار مخدوم صاحب کی دوسری کتابوں میں پایا جاتا ہے۔اس میں مفقود ہے۔مولوی یوسف کھٹکھٹے مرحوم کا خیال ہے کہ یا تو اس میں تحریف ہوئی ہے یا یہ آپ کی بالکل ابتدائی تصنیف ہے ۔(مخدوم علی مہائمی حیات وآثار وافکار/۱۳۰)

حسن اتفاق کہ ابھی چند ماہ قبل مولانا رفیق سعدی صاحب سے فقہ مخدومی کے ایک قلمی نسخہ کی زیراکس کاپی ملی، جو انھیں مدرسہ دارالحبیب (راجہ پور) کے پرنسپل علامہ محمد شریف نظامی ملباری سے حاصل ہوئی تھی ۔بقول سعدی صاحب اصل قلمی مخطوطہ نظامی صاحب کے پاس ہی محفوظ ہے ۔۸رمضان المبارک ۱۲۳۵ہجری میں علامہ قاضی محمد ابن قاضی یوسف کوکنی جیتاپوری علیہ الرحمۃ (راجہ پور) نے اس نسخہ کی تکمیل نقل فرمائی ہے۔

علامہ جیتاپوری کا شمار کوکن کے تیرہویں صدی کے مشاہیر علما میں ہوتا رہا ہے۔راجہ پور سے قریب جیتاپور نامی ساحلی قصبہ میں آج بھی آپ کا مزار زیارت گاہِ عوام وخواص ہے۔ بڑے تزک و احتشام کے ساتھ آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔ پہلے تو یہ محسوس ہوا کہ فقہ مخدومی کا یہ متن الحاقات سے محفوظ ہوگا؛ مگر جب مفتی عبدالعزیز ہزاروی علیہ الرحمہ کے مترجم نسخہ سے اس نسخے کا تقابل کیا تو پتہ چلا کہ یہ وہی نسخہ ہے جس کا مفتی پنجاب نے ترجمہ کیا ہے، تاہم مفتی محموداختر قادری صاحب کے مترجم نسخہ کی بہ نسبت یہ نسخہ زیادہ محفوظ ہے۔اللہ ورسولہ اعلم

اسی طرح سرزمین کیرالا کے چودہویں صدی کے جلیل القدر عالم دین، علامۃ الدہر،

مفتی وقت، حضرت شیخ شہاب الدین ابوالسعادات سید احمد زکریا شالیاتی ملباری (تلمیذ ارشد وخلیفہ مجاز مجدد دین وملت سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں) علیہما الرحمہ نے بھی اپنے فتاویٰ کے کتاب النکاح میں ایک سائل کے جواب میں 'فقہ مخدومی' کا حوالہ نقل فرماتے ہوئے مروّجہ کلمات ایجاب بصیغہ خطاب کی صحت پر بطور دلیل فقہ مخدومی کی اس عبارت کو نقل فرمایا ہے:

' ذکره العلامة الشيخ الفقيه المخدوم علی المهائمی فی کتابه المختصر الجامع بما نصه'' (ثم يقول الزوج قبلت نكاحها و تزويجها منک لي بهذا المهر المذكور) . (الفتاوى الاظهرية)

جس سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ فقہ مخدومی کا مذکورہ بالا ایک نسخہ علامہ شالیاتی علیہ الرحمہ کے پاس بھی محفوظ تھا، جسے وہ متن وحوالہ کی حیثیت سے استعمال فرمایا کرتے تھے۔

تحریک فقہ مہائمی: جلالۃ العلم، استاذ العلماء، مفتی اعظم کوکن، مترجم تفسیر مہائمی، صاحب تصانیف کثیرہ علامہ مفتی عصمت بوبیرے مصباحی شافعی زید مجدہ ورفع درجاتہ نے اس نا کارۂ جہاں کو 'المعتمد' کے ترجمہ وتحقیق کی ذمہ داری سونپی۔ مجھے اصل قلمی نسخہ اور اس کی سی ڈی عطا فرمائی۔ فقیہ مہائمی علیہ الرحمہ کے زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے کلمات کی ترجمانی کارے دارد والی بات تھی۔ کہتے ہیں نا' کلام الملک ملک الکلام' بادشاہ کا کلام کلام کا بادشاہ ہوتا ہے۔ اسے ترجمہ وتحقیق کے قالب میں ڈھالنا مجھ سے بے ہنر کا کام نہیں تھا۔

فقیہ مہائمی کی عظمت وجلالت کو دیکھ کر پہلے تو شش وپنج میں تھا، پرواز فکر پر رعشہ طاری ہوا؛ مگر اس عظیم کام کے لیے قرعہ نیک فال میرے نام ہی تھا۔ مفتی صاحب کی علمی وفکری اور تصویبی رہبری ورہنمائی نے ہمت جٹائی، ڈھارس بندھائی، کچھ کر گذرنے کے جذبے نے کروٹ لی۔ قطب کوکن اور آپ کے آبا واجداد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام فاتحہ خوانی کی اور کام کا آغاز کیا۔ اور اللہ اللہ کر کے 'المعتمد' کے حصہ اوّل کا پہلا تشریحی اور تحقیقی ترجمہ آپ

کے مطالعہ کی میز تک پہنچا۔ اللہ نے چاہا تو رفتہ رفتہ بقیہ ترجمہ بھی ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔

'المعتمد' کا اپنا ایک اسلوب ہے جسے محض لفظی ترجمہ کا جامہ پہنایا جائے تو مقاصد و مضامین کو اپنے اندر سمویا نہیں جاسکتا، تفہیم مطالب میں دقت پیش آتی ہے، ترجمہ میں تسلسل، روانی بیان اور نظم وضبط کا فقدان ہو جاتا ہے، اور قاری بھی لفظی ترجمہ کے مطالعہ سے بہت زیادہ محظوظ و مستفید نہیں ہوسکتا؛ اس لیے میں نے کتاب کا ترجمہ نہیں بلکہ حتی المقدور ترجمانی کرنے کی کوشش کی ہے۔ قاری کے لیے تسہیل وتجدید، ترجمہ وتحقیق، اور مغلق عبارتوں کی توضیح وتشریح کے لیے حاشیہ آرائی، بعض ابواب کی تاریخ بیانی، حوالجات، اردو ترجمہ کی ابواب بندی، اور دورِ حاضر میں درپیش اختلافی مسائل کی مدلل انداز میں وضاحت کی بھی اپنی سی کوشش کی ہے۔

اب میں اپنے اس مقصد میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں، اس کا فیصلہ تو باذوق اہل علم ہی کریں گے؛ تاہم اس سلسلہ میں ملنے والی کامیابی اللہ وسول عزوجل وصلی اللہ تعالی علیہ سلم کا فضل وکرم ہوگا، قطب کوکن اور حسامی کردوی علیہما الرحمہ کا روحانی فیضان ہوگا، اور استاذ گرامی مفتی عصمت بوبیرے صاحب کی نظر عنایت کا کرشمہ ہوگا کہ آج میں جس قد وقامت کے ساتھ کھڑا ہوں، اور درس وتدریس، وعظ ونصیحت، تصنیف وتالیف کے میدان میں جو کچھ خدمت دین و سنیت انجام دے رہا ہوں بلا مبالغہ قبلہ مفتی صاحب ہی کا فضل خاص، نیز میرے والدین کریمین کی مقبول دعاؤں کا ثمرہ ہے۔ اللہ تعالی ان کے سایۂ عاطفت کو ہم پر دراز فرمائے۔

اگر ترجمہ وتحقیق میں کسی قسم کا سقم یا فروگذاشت ہو تو وہ میرے فکر ونظر کی لغزش وکمی ہوگی، ہاں میری کوششوں کا مقصد تو صرف یہی رہا ہے کہ فقیہ مہائمی علیہ الرحمہ کے اس علمی فیضان اور کارنامے سے اِستفادے کا دامن وسیع سے وسیع تر ہو جائے۔

کتاب کی تجدید وتحسین، تزئین وآرائش میں اور قدم قدم پر جس مخلص دیرینہ نے میری دستگیری فرمائی، اور اپنے مفید مشوروں سے نوازتے ہوئے اصلاحی نظر کیمیا سے کتاب کو قابل

اشاعت بنایا ہے وہ کوئی اور نہیں محبّ گرامی، اَدیب شہیر، سیاح قلم وقرطاس، ابو رفقہ علامہ محمد افروز قادری چریاکوٹی - زیدت معالیہ - ہیں۔ اگر ان کا ہمہ گیر تعاون شامل نہ ہوتا تو شاید یہ کام اس قدر جلد منصۂ شہود پرآنے کے قابل نہ ہو پاتا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ انھیں اور ان کے کرمِ کریمانہ کو جگ جگ سلامت رکھے۔ میں بارِ دیگر ان کا مشکور ہوں کہ انھوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر حضرت مخدوم فقیہ علی مہائمی علیہ الرحمہ کے لیے ایک مبسوط جامع اور دل آویز تذکرہ لکھ کر دیرینہ تعلقات اور حق رفاقت کو خوب نبھایا۔

اسی طرح عالی مرتبت جناب غلام غوث ابن علاؤ الدین کوکنی بھی کلمات تشکر و امتنان کے مستحق ہیں جنھوں نے مجھے کتاب کے بارِ اشاعت سے سبکدوش کیا ہے۔ اللہ تعالی ان کے مال ومنال میں برکتیں عطا فرمائے اور کتاب کے حرف حرف کا ثواب مرحوم علاؤ الدین معین الدین کوکنی، مرحوم غلام خواجہ جیہ علاؤ الدین کوکنی، مرحوم معین الدین عبد القادر کوکنی، مرحومہ جمن لاڈلی بیگم معین الدین کوکنی، مرحوم عبد القادر فقیر صاحب کوکنی، اور جملہ مرحومین اہل خانہ وکل امت محمدیہ کو عطا فرمائے۔ جملہ مرحومین کے درجات بلند فرمائے۔ مولانا سید ندیم سعدی زید مجدہ اور حافظ فصیح الدین خطیب سلمہ اور رفاعی مشن کے جملہ اعوان وانصار کا بھی میں مشکور و ممنوں ہوں۔ رب کریم کتاب میں ہر قسم کے شریک وسہیم کو دارین کی رفعتیں اور عظمتیں عطا کرے اور سبھوں کو میخانۂ مخدوم کے جامِ لباب سے سرشار کرے۔ آمین بجاہ حبیبہ النبی الامین الکریم علیہ وعلی الہٖ افضل الصلوٰۃ والتسلیم والحمد للہ رب العالمین۔

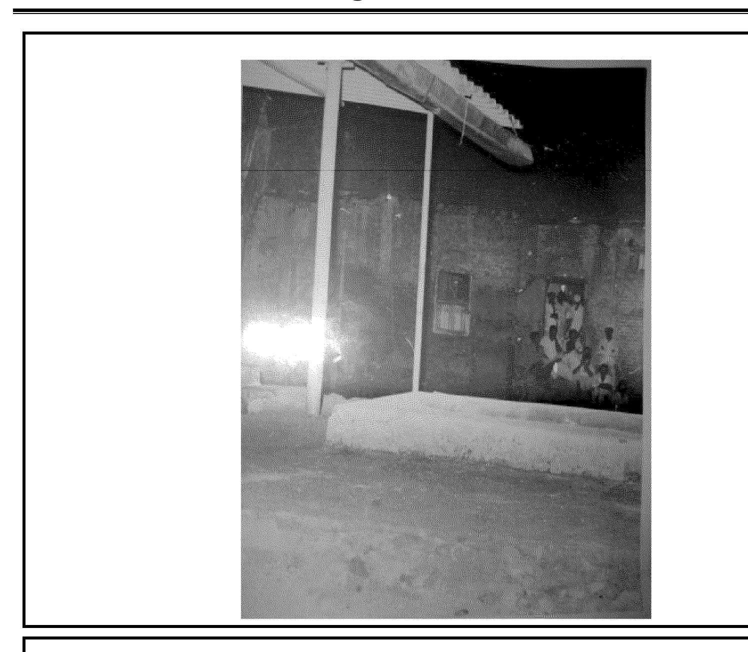
-: فقیر بے نوا :-

سید رضوان ابن سید حسین رفاعی برکاتی

بانی وسرپرست: رفاعی مشن- وخطیب وامام سنی شافعی جامع مسجد، کوکنی پورہ، ناسک

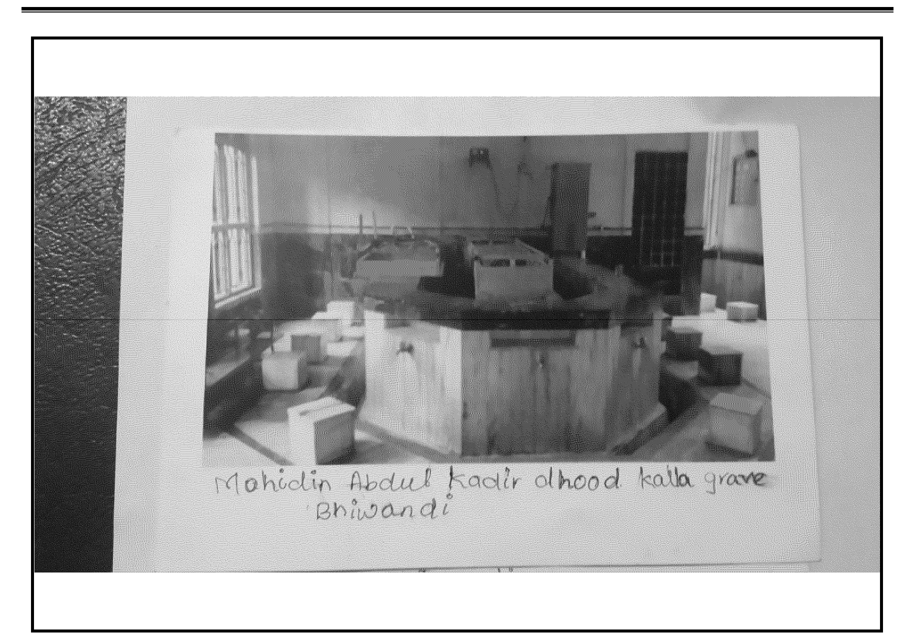
rifai.rizwan11@gmail.com

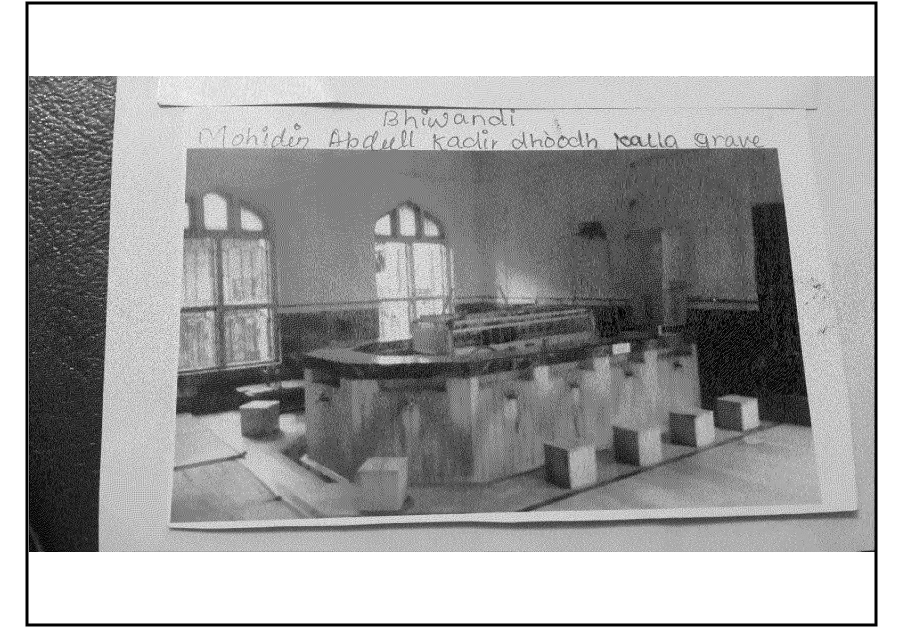
Mobile: 09923819343



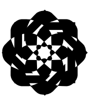


[عارف باللہ حضرت محی الدین عبدالقادر دوکلہ علیہ الرحمہ، بھیونڈی کے قدیم مزار کا عکس]





[عارف باللہ حضرت محی الدین عبدالقادر دوکلہ علیہ الرحمہ، بھیونڈی کے جدید مزار کا عکس]



اَحوالِ مصنف حضرت مخدوم فقیہ علی مہائمی قدس سرہٗ

از: اَدیب اَریب محقق لبیب علامہ مولانا **محمد افروز قادری چریاکوٹی** -زیدت معالیہ-

سرزمین ہند کے لیے جو نوابغ رجال اور عباقرۂ روزگار ہستیاں سرمایۂ صد فخر وناز ہیں ان میں شیخ فقیہ علاء الدین علی مخدوم مہائمی کا نام نامی اسم گرامی سرفہرست ہے۔ ایسی ہستیاں دراصل صدیوں میں جنم لیتی ہیں اور اپنے انفاسِ قدس کی برکتوں سے زمانوں کا نصیبہ جگا جاتی ہیں۔ یہ سچ ہے کہ حضرت فقیہ علی مہائمی چونکہ خاکِ ہند سے اُٹھے اور یہاں کی شخصیت خور مٹی نے جس طرح بہت سی یگانۂ دہر ہستیوں کے نام وکام کو ہضم کر کے صفحاتِ دہر سے مٹا ڈالا، یوں ہی آپ کی ہشت پہلو اور تہ دار شخصیت بھی بہت حد تک خمول وجھول کی گردوں کی نذر ہوگئی، اور آپ کی حیات وخدمات پر جتنا وقیع، معرکۃ الآرا اور مبسوط ومفصل کام ہونا چاہیے تھا افسوس اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہوا۔

میرا وجدان کہتا ہے کہ اگر حضرت فقیہ علی مہائمی خاکِ ہند کے علاوہ دنیا کے کسی اور خطے سے اُٹھتے تو آپ کے وجود کو مغتنماتِ دہر اور کاروانِ سلف کا یوسفِ گم گشتہ خیال کر کے آپ پر ریسرچ لیب کے در وا ہو گئے ہوتے اور تحقیق وتدقیق کا بازار گرم ہو گیا ہوتا؛ اور نہ معلوم کتنی سوانح عمریاں آپ کی سیرتِ تاباں اور خدماتِ فراواں کو اُجاگر کرنے کے لیے معرضِ وجود میں آ گئی ہوتیں!۔ حکیم سید عبدالحئی رائے بریلوی بھی مجھ سے پیش تر اسی کا رونا رو گئے ہیں کہ میرے نزدیک ہندوستان کے ہزار سالہ دور میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے سوا حقائق نگاری میں فقیہ علی مہائمی کا کوئی نظیر نہیں؛ مگر ان کی نسبت یہ معلوم نہیں کہ وہ کس کے شاگرد

تھے، کس کے مرید تھے اور مراحل زندگی انھوں نے کیوں کر طے کیے تھے!۔ جو تصنیفات ان کی پیش نظر ہیں ان کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ایسا شخص جس کو ابن عربی ثانی کہنا زیبا ہے وہ کس مپرسی کی حالت میں ہے!!‘‘۔☆

سن وجاے ولادت: آپ کی ولادت ۱۰؍محرم الحرام ۷۷۶ھ میں قدیم گجرات اور موجودہ مہاراشٹر کے مردم خیز شہر بمبئی کے ایک بارونق وگنجان محلّہ میں ہوئی، جسے دنیا ماہم شریف کے نام سے جانتی ہے۔ آپ ایک شریف ونجیب خانوادہ کے چشم وچراغ تھے۔ آپ کا خاندان نوائط کی ایک شاخ پَرو سے تعلق رکھتا تھا، اور یہ قبیلہ عربی النسل تھا جو حجاز سے ہجرت کر کے ہندوستان آیا اور ہندوستان کے مغربی ساحل کو اپنا موردومسکن بنایا۔

اُس عہد کی تاریخی وعلمی حیثیت واقعی کو اُجاگر کرتے ہوئے صاحب تفسیر حقانی عالم ربانی علامہ ابومحمد عبدالحق حقانی دہلوی اپنی مایۂ ناز کتاب ’تذکرۂ مولانا فقیہ علی مخدوم مہائمی‘ میں رقم طراز ہیں :

> ’مولانا علی کی ولادت کا زمانہ ہندوستان میں بڑے اُمن اور خیر وبرکت کا زمانہ، فیروز شاہ باربک کی سلطنت کے عروج کا زمانہ تھا۔ علما وفضلا اور مشائخ کرام کی قدر دانی بے حد ہوتی تھی، اور سلطان محمد تغلق شاہ نے عرب، روم، شام، ایران، توران اقطار الارض سے اہل کمال کو جمع کر لیا تھا۔ علم وفضل کے لحاظ سے یہ زمانہ ہندوستان کے لیے خصوصاً مسلمانوں کے لیے بڑا ہی متبرک زمانہ تھا۔ بڑے بڑے محدث، مفسر، فقیہ، اور علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر جمع تھے، اولیاے کرام ہی وہ تھے کہ جن کے ذکر سے تواریخ مزین ہیں‘۔
>
> (تذکرۂ مولانا فقیہ علی مخدوم مہائمی: ۵تا۶۔ مطبوعہ گلزارِ حسینی، بمبئی)

نامِ نامی والقابِ سامی: آپ کا اسم گرامی علاء الدین بھی ہے اور علی بھی۔ کنیت

ابوالحسن تھی اور زین العابدین کے لقب سے ملقب تھے۔ میدانِ فقہ خصوصاً فقہ شافعی میں مجتہدانہ بصیرت کے سبب 'فقیہ' کہے جاتے ہیں اور عرب نژاد ہونے، علوم ظاہری و باطنی کی بے پناہ خدمات انجام دینے نیز خلق خدا کو فیض وعطا سے مالا مال کرنے کے باعث 'مخدوم' کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ بھی مورخین نے آپ کو کثیر القاب سے نوازا ہے: مثلاً قدوۃ الانام، شیخ الاعلام، سندالمحققین، شمس العارفین، نورالراسخین، قدوۃ الاولیاء، زبدۃ الاصفیا، مجمع البحرین، تاجدارِ روحانیت، امام شریعت وطریقت، غواص بحر معرفت وحقیقت، فلسفہ وجودی کے نکتہ طراز، آفتاب کوکن، علماے حق کے سرخیل، اولیاے امت کے مقتدا، طبقہ فقہا کے فقیہ اعظم، علم کلام کے امام المتکلمین، زمرۂ مفسرین کے سید المفسرین، طبقہ صوفیہ کے امام اہل صفا، صف عرفا کے امام العرفا، فلسفہ وحدۃ الوجود میں برصغیر ہند کے شیخ اکبر وغیرہ۔

تعلیم وتربیت: ایک علمی ودینی گھرانے میں آپ نے شرفِ تولد حاصل کیا، جہاں ہر وقت سنت وشریعت کی چاندنی نکھری ہوئی رہتی، اور ولایت وکرامت کی پروائیاں چلتی رہتی تھیں۔ والدہ ماجدہ بڑی نیک پارسا، باخدا بلکہ اپنے وقت کی رابعہ تھیں اور والدگرامی بھی دولت دنیوی رکھنے کے ساتھ علم وفضل میں بھی ذروۂ کمال پر فائز تھے، نیز بڑے واصل حق، عارف باللہ تھے، اور مشاہیر زمانہ میں شمار ہوتا تھا۔ گویا ایسے قران السعدین کے آپ فرزند سعادت مند تھے، اور ان دونوں پاکیزہ ہستیوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اُن کی آرزوؤں کا چراغ بن کر آپ واردِ جہانِ رنگ وبو ہوئے۔

دینی وروحانی ماحول میں شرفِ ولادت حاصل کرنے کا فائدہ یہ ہوا کہ آپ کی ہر وقت تعلیم وتربیت ہوتی رہتی تھی؛ اور شرابِ علوم شریعت وطریقت آپ کی گھٹی میں پڑتی رہتی تھی۔ پھر خصوصی تربیت کے لیے آپ والدگرامی مولانا شیخ احمد علیہ الرحمہ (م ۷۸۸ھ) کی

بارگاہ میں کلیان چلے گئے، جہاں آپ نے علومِ متداولہ کی تحصیل کی اور شفیق باپ کے علمی وروحانی پنگھٹ سے خوب خوب سیراب ہوکراُٹھے۔ والد ماجد نے بھی ہونہار فرزند کی تعلیم وتربیت میں غیر معمولی توجہ سے کام لیا اور وہ ننھی ہی سی عمر میں فقہ، منطق، فلسفہ اور تفسیر وحدیث وغیرہ عقلی ونقلی علوم کی تحصیل سے فارغ ہوگئے۔ اس سلسلے میں عالم ربانی مولانا عبدالحق حقانی نے کچھ عارفانہ باتیں دوٹوک لکھ دی ہیں جن کو من وعن یہاں نقل کردینا خالی از فائدہ نہ ہوگا :

'ادھر خود آپ کے والد ماجد علم کا دریا رواں تھے، اور زمانے نے فکر معاش سے بھی پوری مہلت دے رکھی تھی۔ ابتداے جوانی میں علوم وفنون مروجہ سے فارغ ہوجانا مولانا علی جیسے ہونہاروں کے نزدیک کیا بڑی بات تھی!۔ جودتِ ذہن، جدت طبع تو خداداد تھی ہی، تھوڑے ہی دنوں میں اپنے اقران سے بڑھ گئے، اور مسندِ افادہ پر بیٹھ کر تعلیم وتدریس میں شہرۂ آفاق ہوگئے... مشہور ہے کہ ان ایام میں حضرت خضر علیہ السلام سے بھی آپ نے استفادہ کیا ہے۔ آپ بڑے باخدا، ولی کامل اور قطب زمانہ تھے۔ مزارِ مقدس فیوض وبرکات کا منبع ہے'۔

(تذکرۂ مولانا فقیہ علی مخدوم مہائمی: ٦۔ مطبوعہ گلزارِ حسینی، بمبئی)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی سنت کریمہ صدیوں سے جاری ہے کہ جس سے دین کا بڑا کام لینا ہوتا ہے اس کے والدین یا خصوصاً والد کو عالم طفولیت ہی میں اُٹھالیتا ہے تاکہ اس کی تربیت وپرداخت خود اُلوہی چشمے سے کرسکے۔ چنانچہ آپ کے والد گرامی کا سایہ بھی بچپنے ہی میں آپ کے سر سے اُٹھ گیا اور فیض ربانی سے آپ کی بھرپور نشو ونما ہوئی۔ اور پھر عنایات الٰہیہ سے آپ کے اندر ایسے خداداد محاسن ومفاخر اور ظاہری وباطنی کمالات پیدا ہوگئے کہ آپ ایک نکتہ داں مفسر، انصاف ور قاضی، عظیم محدث، مشہور فقیہ اور صاحب کشف وکرامت

بزرگ بن کر سریرآرائے بزم دنیا ہوئے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ والد ماجد کے سانحہ ارتحال کے بعد جب آپ نے والدہ کی بارگاہ میں منتہی علوم کی تحصیل کا اشتیاق ظاہر کیا تو انھوں نے فرمایا کہ بیٹا تمھیں تو عصائے پیری ہو، میں اپنی بے سہارگی میں تم کو خود سے جدا تو نہیں کرسکتی، ہاں دعا کرتی ہوں کہ پروردگارِ عالم غیب سے تیری منتہی تعلیم کا کوئی معقول بندوبست فرمادے۔ چنانچہ ماں کی دعا رنگ لاتی ہے اور ساحل سمندر پر آپ کی حضرت خضر سے ملاقات ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ بیٹا تمھیں منتہی علوم کے لیے گھر کی دہلیز کو الوداع کہنے اور سفر کی صعوبتیں جھیلنے کی کوئی ضرورت نہیں، وہ سارے علوم وعرفان' اللہ نے چاہا تو تمھیں گھر بیٹھے بیٹھے حاصل ہوجائے گا۔ چنانچہ حضرت خضر کی بارگاہِ فیض میں آپ کی تعلیم شروع ہوئی اور آپ نے تھوڑے ہی عرصے میں علوم معقول ومنقول کے ساتھ علم لدنی، اور فیضانِ اُویسیہ سے بھی حصہ وافر حاصل کرلیا، اور خلعت ولایت سے سرفراز ہوئے۔

ازدواج واولاد: تعلیم وتربیت کے مراحل طے کرنے اور مدارج ولایت پر فائز ہونے کے بعد استغراق ومحویت اور جذب ومراقبہ میں انہماک کے باوصف خود کو رشتۂ ازدواج سے منسلک کرکے آپ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کریمہ پر عمل پیرا ہوئے۔ آپ کی ذاتی فضیلت، شخصی مجد وشرف اور کردار وعمل کی سربلندی واعلیٰ نسبی کو دیکھتے ہوئے تاجدارِ ولایت شیخ احمد کھٹو مغربی کے مرید خاص اور والی احمد آباد سلطان احمد شاہ (بانی احمد آباد) نے اپنی ہمشیرہ کو آپ کے حبالۂ عقد میں دے دیا اور اس نے ایسے عارف باللہ اور ولی کامل کو اپنا بہنوئی بنانے میں سعادتِ دارین جانا۔ اور پھر آپ کو منصب قضا پر فائز کرکے خلق خدا کی فلاح ورہبری کا معقول انتظام کردیا؛ آپ کے خانگی معاملات اور اولاد وغیرہ کی مزید تفصیلات پیش کرنے سے تاریخ وتراجم کی کتب مہر بہ لب ہیں۔

حسن عادات: ایک مالدار گھرانے میں آنکھ کھولنے والا بچہ عموماً دیکھنے میں آتا ہے کہ ناز ونعم کی پرورش کے باعث اخلاق وکردار سے تہی دست ہوجاتا ہے، اور ایسی ایسی اوچھی حرکتیں کر بیٹھتا ہے جس سے خاندان کی عزت داؤ پر لگ جاتی ہے؛ مگر آپ نے جلوت وخلوت میں ہمیشہ حسن اخلاق اور اعلیٰ کردار کا مظاہرہ کیا؛ کیوں کہ آپ کو پتا تھا کہ زندگی کا حقیقی جوہر حسن سیرت اور بے داغ اخلاق ہی میں مضمر ہے، اور اسی پاکیزہ سیرتی نے بزرگوں کی یاد کو دوام وبقا بخشا ہے۔

آپ کے اخلاقِ عالیہ کا ذکر جمیل اکثر تذکرہ نویسوں نے کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ بے حد فیاض وکشادہ دست تھے۔ حاجت مندوں کی دل کھول کر مدد فرماتے تھے۔ ایک دولت مند تاجر کے فرزند ہونے کے باوجود کبھی دولت کو اہمیت نہیں دی، اور نہ ہی بادشاہِ وقت سے قرابت داری کے باوصف کبھی آپ کے اندر فخر وتکبر کی بو تک محسوس نہ کی گئی، اور آپ جیتے جی عجز وانکسار کا پیکر بنے رہے۔ آپ کے دولت کدے پر ہمیشہ مہمانوں کا تانتا بندھا رہتا، دسترخوان پر انواع واقسام کے کھانے چنے جاتے اور ان کی ضیافت کر کے آپ کو قلبی مسرت حاصل ہوتی تھی۔ الغرض! آپ کے اخلاقِ حمیدہ کے معترف ہندو اور مسلمان دونوں طبقہ کے لوگ تھے۔ (تذکرۂ مفسرین ہند: ۳۰)

مسند درس وارشاد: آپ غیر معمولی ذہانت، حیرت انگیز علمی تبحر، خداداد بصیرت اور بے مثال روحانیت کے حامل تھے۔ تحصیل علم وکمال کرنے کے بعد آپ نے درس وتبلیغ کا آغاز فرمایا۔ معاشرے میں پھیلی ہوئی برائیوں کا سد باب کیا۔ اور علم ومعرفت کی روشنی کو عام سے عام تر کرنے میں ہر ممکنہ کوشش عمل میں لائی۔

جب آپ کی جلالت شان اور علمی تبحر کی بنا پر طلبہ ومسترشدین کی ایک معتد بہ تعداد آپ کے گرد جمع ہوگئی، نیز عوام الناس کا ہجوم آپ کی طرف بڑھا، عوام میں کچھ بیداری آئی اور معاشرے میں ایک خوش گوار انقلاب کی لہر دوڑتی محسوس ہوئی تو آپ نے خلق خدا کی

ہدایت وتعلیم کے لیے ایک مستقل ادارے کا قیام عمل میں لایا۔ جہاں علوم معقول ومنقول کی تدریس کے ساتھ معرفت وحقیقت کے آبِ زلال سے تشنہ کام روحوں کی سیرابی وشادابی کا بھی بھرپور اہتمام تھا۔ اس اِدارے کا ایک دھندھلا سا نقش پیش کرتے ہوئے سید امام الدین احمد گلشن آبادی رقم طراز ہیں :

'مہائم میں ایک مدرسہ تھا، وہاں طلبہ کو آپ علومِ ظاہری وباطنی دیا کرتے تھے اور اکثر اوقات تصانیف میں گزارتے تھے'۔ (برکات الاولیاء:ص ۳۶)

یہ مدرسہ کب قائم ہوا، اور کب تک اپنا فیض ونور لٹاتا رہا، ساقیانِ مدرسہ کون کون رہے اور کتنے تشنہ کاموں کی تشنگی یہاں سے بجھی، یہ سب تفصیلات مورخین کے اوپر قرض ہیں۔

تلامذہ ومسترشدین: ایک ایسی شخصیت جس کے تعارف کی درجنوں جہتیں ہوں اور جس کے تبحر علمی کا غلغلہ اور کامل دستگاہ کا شہرہ فصیل ہند سے باہر عرب ومصر تک پھیلا ہوا ہو، خدا معلوم کتنے سعادت مندوں نے اس کے علوم وعرفان کے پنگھٹ سے اپنی پیاس بجھائی ہوگی، اور اس کے تلامذہ ومستفیدین کی تعداد کہاں تک پہنچی ہوگی؛ مگر افسوس کہ اس کی تفصیلات واقعی بھی ندارد ہیں۔ برکات الاولیاء کی روشنی میں مولانا مفتی عصمت بوبیرے شافعی بس اتنی معلومات فراہم کر سکے کہ' آپ کے بہت سے شاگردوں میں سے صرف دو کا تذکرہ مل سکا۔ ایک علامہ محمد سعید کوکنی رتنا گیری اور دوسرے علامہ بدر الدین محمد بن ابوبکر الدمامینی۔

جس دور میں آپ نے درس وتبلیغ کا آغاز فرمایا وہ دور علوم وفنون کے عروج وارتقا کا دور مانا جاتا ہے۔ بڑے بڑے علما ومشائخ اس دور کی یادگار ہیں، اور معرکۃ الآرا تصانیف اس عہد کی باقیات سے ہیں۔آپ نے زندگی کی چھ دہائیوں میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ آبِ زرّیں سے رقم کرنے کے لائق ہیں۔آپ کو علومِ معقول ومنقول کی ترویج واشاعت کے لیے جو عہد دیا گیا تھا وہ وہی عہد تھا جس میں ہندوستان کے طول وعرض میں مندرجہ ذیل

مشاہیر علما وعرفا اور مشائخ ومخادیم اپنے اپنے علوم ظاہری وباطنی کے جلوے بکھیرنے میں ہمہ تن مصروف عمل تھے،ان سے آپ کی علمی رسم وراہ بھی رہی اور قلبی تعلقات وروابط بھی۔

کچھوچھہ شریف میں میر سید اشرف جہاں گیر مخدوم سمنانی (م ۸۰۸ھ) ، بیجاپور میں شیخ احمد مخدوم بزرگ جنیدی (م ۸۳۳ھ) ، بیجاپور میں شیخ الاسلام مخدوم شیخ سراج (م ۸۹۰ھ) ، دولت آباد میں مخدوم شیخ زین الدین داؤد حسین چشتی شیرازی (م ۸۱۳ھ) ، دولت آباد میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی (م ۸۴۰ھ) ، بھروچ گجرات میں سید شرف الدین مشہدی (م ۸۰۸ھ) ، پیران پٹن گجرات میں شیخ سراج الدین فاروقی حسینی (م ۸۱۷ھ) ، کالپی میں خلیفہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی شیخ احمد تھانیسری (م ۸۲۰ھ) ، گلبرگہ میں خواجہ سید بندہ نواز گیسودراز حسینی (م ۸۲۵ھ) ، برہان پور میں شیخ نظام الدین برہان پوری (م ۸۳۴ھ) ، بارہ بنکی میں خواجہ شاہ احمد عبدالحق ردولوی (م ۸۳۶ھ) ، مکن پور میں شیخ بدیع الدین زندہ شاہ مدار (م ۸۴۰ھ) ، احمد آباد میں گنج بخش شیخ احمد کھٹومغربی (م ۸۴۵ھ) ، احمد آباد میں قطب عالم شاہ برہان الدین بٹوہ (م ۸۴۵ھ) وغیرہ من العلما والمشاہیر۔

یہ اُن مشاہیر علما ومخادیم ہند کی طویل فہرست میں سے چندے اسماے گرامی ہیں جن کی علم نوازی، معارف پروری اور فیض رسانی نے ہندوستان کے چپے چپے کی تقدیر کو سنوار دیا تھا۔ اسی عہد سعادت مہد میں حضرت مخدوم علی فقیہ مہائمی نے بھی علم وکمال کی ایک جوت جگائی جس نے کئی صدیوں کے مقدر کو تابناک بنائے رکھا۔ اس حیثیت سے وہ علماے ممبئی ومضافات کے مورثِ اعلیٰ بھی ہیں اور دبستانِ ممبئی کے بنیاد گزار بھی۔

کشف وکرامت: آپ سے بہت سے خوارق وکرامات ظہور پذیر ہوئے۔ اور ایسے ایسے کمالاتِ ظاہری وباطنی کی گرہیں کھلیں کہ ایک زمانہ آپ کا گرویدہ ہوگیا۔آپ

کے حالات ومناقب پر لکھی ہوئی کتابیں (مثلا رسالہ ضمیر الانسان، تاریخ الاولیاء، حضرت مخدوم علی مہائمی، تذکرۂ قطب کوکن، تفسیر رحمانی کا مقدمہ، اور تذکرہ حضرت مخدوم علی مہائمی وغیرہ) اس سے بھری پڑی ہیں، ان کا اعادہ یہاں طوالت مضمون کا باعث ہوگا، شائقین انھیں کتب کی طرف رجوع لائیں۔

قلمی خدمات: حضرت مخدوم علی مہائمی کی پوری زندگی درس وتدریس اور تبلیغ وہدایت سے عبارت رہی؛ مگر آپ نے حیاتِ مستعار کے مصروف ترین شیڈول سے کچھ وقت تصنیف وتالیف کے لیے بھی نکال رکھا تھا؛ کیوں کہ تصانیف ایک عالم کی کبھی نہ مرنے والی اولادیں ہوتی ہیں، اور رہتی دنیا تک اس کے نام ومقام کو دست فنا سے محفوظ رکھتی ہیں۔ آپ چونکہ قاضی القضاۃ اور اپنے دور کے مرجع خلائق مفتی تھے، اور علمی دنیا میں تو 'فقیہ' نام سے آپ کی شہرت ہی ہے۔ علم فقہ عموی پر دستگاہ کامل رکھنے کی وجہ سے 'فقیہ' گویا آپ کے نام کا جز بن گیا تھا۔

آپ کی کتب میں ایک مجموعۂ فتاویٰ کا بھی سراغ ملتا ہے جس میں آپ کے صادر کردہ فتاویٰ جات جمع کیے گئے تھے۔ مگر آپ کی دیگر کتب کی طرح یہ مجموعہ گراں مایہ بھی پردۂ خمول کی نذر ہوگیا۔ آپ کی تصنیفات مابعد الطبعیات، اسرارِ شریعت، فلسفہ وحکمت اور تصوف ومعرفت کا گنج ہائے گراں مایہ ہیں۔ کسی لکھنے والے بہت بڑی بات لکھ دی ہے کہ 'میرے نزدیک ہندوستان کے ہزار سالہ دور میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے سوا حقائق نگاری میں ان کا کوئی نظیر نہیں'۔ اور یہ بالکل سچ ہے بلکہ بعض مقامات پر حقائق افروزی میں تو وہ شاہ ولی اللہ کے بھی پیش رو معلوم ہوتے ہیں۔

یوں تو آپ کی تصنیفات کی تعداد بہت زیادہ بتائی جاتی ہیں؛ مگر ان میں سے بیشتر دست بردِ زمانہ ہوکر رہ گئیں جو بچ گئیں ان کی تعداد اکیس تک پہنچتی ہے۔ یہ کتابیں آپ کی

جودتِ طبع، وسعت مطالعہ،فکری بلندی، زورِ بیان اور علمی گرفت کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔ ان کےاسمائے گرامی یہ ہیں :

إنعام الملک العلام بأحكام حكم الأحكام ــــ أدلة التوحيد ــــ أجلة التائيد في شرح أدلة التوحيد ــــ المعتمد من مذهب الشافعي ــــ فتاویٰ مخدومیه ــــ رسالۂ عجیبه ــــ أمحاض النصيحة ــــ مشرع الخصوص في شرح الفصوص ــــ خصوص النعم في شرح فصوص الحكم ــــ العروض الوجود في شرح أسماء المعبود ــــ زوارف اللطائف في شرح عوارف المعارف ــــ مرآة الحقائق ــــ إراء ة الدقائق في شرح مرآة الحقائق ــــ الرتبة الرفيعة في الجمع والتوفيق بين أسرار الحقيقة وأنوار الشريعة ــــ الضوء الاظهر في شرح النور الأزهر ــــ النوادر الازهر في كشف سر القضاء والقدر ــــ ترجمه وشرح لمعات عراقی ــــ استجلاء البصر في الرد على استقصاء النظر لابن مطهر العلي ــــ تنوير الجنان ــــ تفسير القرآن ــــ قصيدة رائية .

انعام الملک العلام، اسرارِ شریعت کےعلم میں ہےاور گمانِ غالب ہے کہ اس فن میں سب سے پہلی تصنیف ہے۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اسی فن میں حجۃ اللہ البالغہ نامی ایک کتاب لکھی ہے جس میں دعویٰ کیا ہے کہ اب تک اس فن میں کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی گئی۔ مگر یہ میرے دعویٰ کی دلیل ہے کہ سب سے اول مہائمی نے اس فن میں کتاب لکھی جو شاید شاہ ولی اللہ کی نظر سے نہیں گزری۔

مگر آپ کی جملہ کتب ورسائل میں سب سے زیادہ شہرت وقبولِ عامہ تفسیر مہائمی کے حصے میں آئی۔اس کتاب کےاسرار وحقائق نے پوری دنیا کے جہانِ علم وتدقیق کوورطۂ حیرت

میں ڈال دیا، اور چھوسو برس گزر جانے کے بعد بھی آج تک یہ تفسیر عرب وعجم میں قدرت ومنزلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

اس تفسیر کا امتیاز وخاصہ یہ ہے کہ اس میں التزام کے ساتھ تمام قرآن پاک کی آیات کریمہ کے باہم دگر مربوط ہونے کو ایسے دل نشیں طریقے سے بیان کیا ہے جس کو پڑھ کر انسان وجد میں آجاتا ہے، سرشاری کی ایک کیفیت محسوس کرتا ہے اور بے ساختہ منہ سے داد وتحسین نکلنے لگتی ہے۔

یہ تفسیر اپنے بہت سی خوبیاں، اور تفردات وامتیازات رکھتی ہے، انھیں میں سے ایک بڑی خوبی جو اسے دنیا جہان کی تفسیروں میں ممتاز بناتی ہے یہ ہے کہ اس میں ہر سورت کی ابتدا میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تشریح سورت کے مضمون کو مدنظر رکھتے ہوئے نئے انداز اور انوکھے طریقے سے کی گئی ہے۔ چنانچہ وہ سورۂ فاتحہ میں بسم اللہ کی جو تشریح کرتے ہیں وہ سورۂ بقرہ کی تشریح سے علاحدہ ہوتی ہے، جس سے زبان وبیان پر آپ کی غیر معمولی قدرت، خداداد بصیرت اور علمی تبحر کا اندازہ ہوتا ہے۔

وفات حسرت آیات: تقریباً چھ دہائیوں تک شریعت وطریقت کا فیضان عام کر کے ولایت وہدایت کا یہ آفتاب ۹/ جمادی الاولیٰ ۸۳۵ھ، مطابق ۱۴۳۱ء بروز جمعہ بوقت شب ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا؛ مگر اس کی قبر سے اس کے فیوض وبرکات کی کرنیں آج بھی چھن چھن کر آرہی ہیں اور جنم جنم کے سیاہ بختوں کا نصیبہ جگا رہی ہیں۔

بقول صاحب تفسیر حقانی علامہ ابومحمد عبدالحق حقانی ’آپ کے مزارِ مقدس سے توحید وجودی کی خوشبو آتی ہے۔ آپ کی کرامات وخرق عادات جو آپ کی حیات میں اور آپ کے بعد آپ کی قبر سے متعلق ہیں، بے شمار ہیں‘۔ (تذکرۂ مولانا فقیہ علی مخدوم مہائمی: ۱۲۔ مطبوعہ گلزارِ حسینی، بمبئی)

صاحب قاموس المشاہیر نظامی بدایونی نے آپ کی تاریخ وفات ۱۴۸۰ء مطابق ۸۸۵ھ لکھی ہے جو کسی طور صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ آپ کا مادۂ تاریخ وفات کسی مستخرج نے 'جنات الفردوس' سے نکالا ہے اور خوب نکالا ہے، اس سے بھی وہی مذکورہ تاریخ ۱۳۳۵ھ ہی برآمد ہوتی ہے۔(۱)

(۱) حضرت فقیہ مخدوم علی مہائمی علیہ الرحمہ کے حالات وخدمات پر تفصیلی معلومات کے لیے یہ کتب دیکھی جاسکتی ہیں: سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، از: غلام علی آزاد بلگرامی...... تذکرۂ علماے ہند، از مولانا رحمٰن علی...... کشف المکتوم من حالات الفقیہ المخدوم، از محمد یوسف کھٹ کھٹے...... تذکرۂ مولانا فقیہ علی مخدوم بمبئی، از: عالم ربانی مولانا ابومحمد عبدالحق صاحب حقانی مفسر تفسیر حقانی...... تاریخ النوائط، از نواب عزیز یار جنگ...... ضمیر الانسان، از سید ابراہیم حسینی مدنی...... برکات الاولیاء وتاریخ الاولیاء، از سید امام الدین احمد گلشن آبادی...... حبل المتین فی تقویۃ الیقین، از شیخ عبدالوہاب متقی...... گجرات کی تمدنی تاریخ، از ابوظفر ندوی...... گلزارِ ابرار، از محمد حسن غوثی...... یادِ ایام، از حکیم عبدالحیٔ راے بریلوی...... خزینۃ الاصفیاء، از مفتی غلام سرور لاہوری...... تذکرۂ مفسرین ہند، از محمد عارف اعظمی عمری...... مخدوم فقیہ علی مہائمی، از محمد عبداللہ ماما پر ومخدومی...... قاموس المشاہیر، از نظامی بدایونی...... سوانح مخدوم علی مہائمی...... تذکرۂ قطب کوکن...... تاریخ کوکن، از ڈاکٹر محی الدین...... بمبئی گزیٹر...... مقدمہ تفسیر رحمانی، از مولانا مفتی عصمت بوبیرے شافعی، اور تذکرۂ مخدوم علی مہائمی۔ از: مولانا عبدالمجید خان رضوی۔ (اس مضمون کی تیاری میں دیگر مصادر ومراجع کے ساتھ مؤخر الذکر کتاب سے بھی خاصا اِستفادہ کیا گیا ہے)۔

فقہ مہائمی: یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک اچھوتی، دل چھوتی، بابرکت، نادر، معلومات آفریں اور انسائیکلوپیڈیائی حیثیت کی حامل کتاب ہے۔ فقہ شافعی کی باریکیوں کو اُجاگر کرنے والی اس کتاب کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں عقائد ومعمولاتِ اہل سنت کو بھی بڑے ہی دوٹوک اور واشگاف انداز میں بیان کردیا گیا ہے۔ اس طرح یہ فقہ شافعی کے انوار وبرکات کی امین تو ہے ہی عقائد اہلسنّت کی دودھیا چاندنی بھی اس کی سطر سطر میں اُتری ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ بایں معنی یہ کتاب شوافع حضرات کے ساتھ احبابِ اَحناف کے لیے بھی یک گونہ دلچسپی کا باعث بن گئی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ فقہ کے مسائل عموماً خشک ہوتے ہیں؛ مگر یہ مصنف کے طبع وقاد کا کمال ہے کہ اس نے فقہی بحثوں میں وہ تازہ کاری کی ہے اور ان کو وہ طراوت وتازگی بخش دی ہے کہ قاری اس کی لذت وحلاوت محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مصنف کی یہی شانِ علمیت وفقہی جلالت دوسری کتب میں بھی نمایاں ہے جس کے باعث ان کی مؤلفات کمیت وکیفیت دونوں اعتبار سے بڑی وقیع اور گراں مایہ بن گئی ہیں۔

کئی معروف مترجمین کے ہاتھوں کے لمس کی برکت سمیٹتے ہوئے یہ کتاب ہمارے محبّ دیرینہ ابوالعاص علامہ مولانا سید رضوان احمد رفاعی شافعی کے ہم دست ہوئی۔ انھوں نے اس سلسلے میں اولاً اِستخارہ ومشاورہ کیا، اور پھر نیک فال پاکر اس پر جی جان سے لگ گئے۔ چند ماہ کی موٹی گاڑھی محنت کے باعث کتاب کو ترجمہ وحاشیہ کی اَدق وادیوں سے گزرتے ہوئے منزلِ تکمیل تک پہنچنا نصیب ہوا۔ ترجمہ میں لفظی نزاکتوں کو سنبھالتے ہوئے اور عصر رواں کے ذوقِ علمی ومزاجِ عمومی کو دیکھتے ہوئے مولانا نے قدرے ترجمانی سے کام لیا ہے، اور حق ترجمہ خوب اَدا کردیا ہے۔

مولانا کے حواشی بڑی خاصے کی چیز ہیں، بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہی اس مترجمہ کتاب کی جان اور نشانِ اختصاص ہیں۔ بعض حاشیے تو اتنے قیمتی، چشم کشا اور معلومات آفریں ہیں کہ بے ساختہ زبان سے داد وتحسین نکلتی ہے، اور اس سے مولانا کے اُمہات الکتب پر درک وعبور کا اندازہ ہوتا ہے، خصوصاً شافعی فقہی جزئیات جیسے اُن کی نوکِ زبان معلوم ومحسوس ہوتی ہیں۔

مزید برآں عقائد ومعمولاتِ اہل سنت پر اُٹھنے والے اعتراضات کی بھی مولانا نے عقلی ونقلی دلائل وشواہد سے خوب خبر لی ہے، اور معاندین ومخالفین اہل سنت کی قلعی کھول کر ان پر بہت سے ایسے معارضے بھی قائم کیے ہیں جن کا جواب شاید صبح قیامت تک ان سے نہ بن پڑے۔ جب کہ بعض حواشی احناف وشوافع کے درمیان بڑھتی ہوئی خلیج کو پاٹنے کے حوالے سے بہت ہی وقیع ہیں؛ کیوں کہ ہمارے تہ در تہ اِفتراق واِنتشار نے سوادِ اعظم اہل سنت کو بڑے گہرے زخم وکرب دیے ہیں، اور ہم -شعوری یا لاشعوری طور پر- مسلسل اس کے مسائل میں اِضافے اور پیچیدگی کا سبب بنتے چلے جارہے ہیں۔

میرا وجدان کہتا ہے کہ اگر مولانا کی معروضات کو صحیح معنوں میں علمی جامہ پہنا دیا گیا تو ہماری صفوں میں ایسا اِتحاد وودادپیدا ہوسکتا ہے کہ جس سے ہم بہت سے مثبت اور تعمیری کام کر کے سوادِ اعظم اہلسنّت کی سرخروئی وسربلندی کا سببِ خیر بن سکتے ہیں۔

اس کتاب کا نام قدیم مترجمین کے تتبع میں 'فقہ مخدومی' رکھا گیا تھا؛ لیکن فقیر قادری کے مشورے پر اس کا نام تبدیل کر کے 'فقہ مہائمی' کر دیا گیا؛ کیوں کہ 'فقہ مخدومی' نام سننے کے بعد ذہن بہت سے مشاہیر مخادیم جہاں کی طرف منتشر ہوجاتا تھا کہ نہ معلوم کس مخدوم کا یہ شاہکار ہے؛ لیکن مجوزہ نام سے وہ التباس واختلاط جاتا رہا، اور اس کی شناخت کا ایک حوالہ متعین ومقرر ہوگیا۔

کتاب مجموعی طور پر محاسن ومحامد کا آئینہ خانہ ہے۔ ترجمے اور حواشی میں انھیں محاسن کو مزید اُجاگر کرنے کی سعی مشکور کی گئی ہے۔ رفیق گرامی قدر علامہ مفتی سید رضوان احمد رفاعی شافعی نہ صرف شوافع برادری سے بلکہ جملہ برادرانِ اہل سنت کی جانب سے بے پناہ بندھائیوں کے مستحق ہیں کہ اتنے وقیع کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر دراصل انھوں نے ایک بڑے فرض وقرض کے بوجھ سے جماعت کے کاندھے کو سبک دوش کر دیا ہے۔ فجزاہ اللّٰہ تعالیٰ عن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء و وفقه لما یحب ویرضیٰ .

اللہ سبحانہ وتعالیٰ مترجم موصوف کی اس عاجزانہ کاوش کو اپنے کریمانہ قبول سے سرفراز فرمائے، اور تفسیر مہائمی کی طرح اس فقہ مہائمی کی شہرت ومقبولیت کو بھی آفاق گیر بنادے۔ دعا ہے کہ خداوند قدوس اس شاہکار کو منصۂ شہود پر لانے میں ہاتھ بٹانے والوں کے دونوں جہان اچھے کر دے، اور انھیں مزید توفیقاتِ خیر سے نوازے۔ آمین یارب العالمین بجاہ حبیبک النبی الامین الحلیم الکریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم۔

خویدم العلم والعلماء

محمد افروز قادری چریاکوٹی عفی عنہ

نزیل ہند، قاضی ٹولہ (پچھّم محلّہ) چریاکوٹ، مئو، یوپی

بروز چہارشنبہ، یکم جولائی ۲۰۱۵ء-۱۳/رمضان ۱۴۳۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰه رب العالمين و العاقبة للمتقين و الصلاة و السلام علىٰ رسولهٖ محمدِن النبي و آله و صحبهٖ أجمعين .

كتاب الطهارة: قال اللّٰه تعالى: وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا. **يشترط لرفع الحدث والخبثِ ماء مطلق و هو الذي يقع عليه اسم الماء بلا إضافة فالمتغير بما يستغني عنه ...**

طہارت کا بیان(۱)

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے: وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ۔(۲) رفع حدث اورنجاست دور کرنے کے لیے ماے مطلق شرط ہے۔ ماے مطلق (عرف میں) اس پانی کو کہتے ہیں جس پر بغیر کسی قید کے لفظ ماء (پانی) صادق آئے (پاک چیزوں کی آمیزش سے) تبدیل شدہ پانی جن سے پانی عام طور پر مستغنی ہوتا ہے۔(۳)

(۱) بلاتفریق مذہب وملت انسان فطری طور پر پاکیزگی اور طہارت کا دلدادہ ہے۔ مذہب اسلام نے طہارت کا جو تصور پیش کیا ہے ایسا تصور کسی مذہب میں نہیں ملتا۔ یہ اسلام کا نمایاں حسن ہے کہ اس نے طہارت کو براہ راست عبادات کا جز بنادیا اور صحت عبادت کے لیے اسے خشت اوّل قرار دیا ہے۔ طہارت کو مشروع فرمانے میں کثیر منافع ہیں جن میں سے اہم ترین یہ ہیں: جسم سے غلاظت دور ہوجاتی ہے۔ اور باطنی فائدہ یہ ہے کہ بندہ رب کی اطاعت سے بہرور ہوکر دنیا و آخرت کو سنوارتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے: 'مفتاح الجنة الصلوة و مفتاح الصلوة الطهور' نماز جنت کی کنجی ہے اور طہارت نماز کی کنجی۔ بغیر طہارت کے عبادت صحیح نہیں ہوتی، بلکہ بعض فقہاے کرام فرماتے ہیں کہ دیدہ ودانستہ بغیر طہارت کے نماز پڑھنا کفر ہے۔(المجموع)

(۲) اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی اتارا۔(سورۃ الفرقان/کنز الایمان)

(۳) یعنی پانی میں اصلاوہ چیزیں نہیں پائی جاتی ہیں اور پانی میں ان چیزوں کا پایا جانا ضروری اور لازمی بھی نہ ہو۔ جیسے: مٹی، پتھر، ساگ پات وغیرہ (شرح سفینۃ النجاۃ)

كـالـزعـفـران تغيرا يمنع إطلاق اسم الماء عليه غير طهور، ولا يضر التـغيـر الـذي لا يـمـنـع وقـوع الاسـم عـليه ولا التغيربطول المكث والـطيـن والـطـحـلـب و مـا في مقر الماء وممره و بالمجاور كالعود والـدهـن و بالتراب والملح المائي وإن طرحا فيه، و يكره المشمس فـي المنطبع بوقت حار و بلدحار والمستعمل فى فرض الطهارة غير طهور و إن بلغ قلتين عاد طهورا ...

جیسے زعفران سے تبدیل شدہ پانی، اگر یہ پانی اس قدر تبدیل ہوجائے جس پر لفظ پانی کا اطلاق نہ ہوسکے تو وہ پانی پاک کرنے والانہیں ہے۔البتہ پانی کی ہلکی سی وہ تبدیلی (اس کے مطہر ہونے میں) مضرنہیں ہے جو پانی کو پانی کہنے میں رکاوٹ نہ بنے۔اور وہ تبدیلی بھی مضرنہیں ہوگی جو پانی کے ایک جگہ دیر تک رکے رہنے سے پیدا ہوئی ہو،اسی طرح وہ تبدیلی بھی مضرنہیں جومٹی یا کائی یااس چیز کے گھل مل جانے سے ہوئی ہو جو پانی کے ٹھہرنے اور بہنے کی جگہ میں ہوتی ہے۔اور نہ ہی وہ تغیر نقصان دہ ہے جو پانی کے ساتھ سلامت رہنے والی کسی چیز سے ہوا ہو جیسے عود (ایک خوشبودار لکڑی جو پانی میں پگھلتی نہیں ہے سلامت رہتی ہے) اور تیل۔ وہ تغیر بھی مضرنہیں جومٹی اور کھاری پانی سے ہوا ہو خواہ یہ دونوں چیزیں پانی میں (قصدا) ڈالی گئی ہوں۔(سونے چاندی کے علاوہ) کسی بھی دھات کے برتن میں، گرمی کے موسم میں، اور گرم ملک میں سورج کی حرارت سے گرم شدہ پانی کا استعمال کرنا مکروہ ہے۔فرض طہارت (۱) میں استعمال کیا ہوا پانی، پاک کرنے والا پانی نہیں ہے۔ہاں اگر وہ کسی طرح دو قلے کی مقدار کو پہنچ جائے تو پاک کرنے والا ہوجائے گا۔

(۱) لغت میں طہارت طا کے زبر کے ساتھ نجاست وغلاظت سے پاک ہونے کو کہتے ہیں۔عام طور پر نجاست و غلاظت کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے: (اول) حسی جیسے پیشاب،خون وغیرہ عام نجاستیں۔بلغم اور رینٹھ گرچہ پاک ہیں مگر ان پر بھی غلاظت کا اطلاق ہوتا ہے........................

ولاینجس کثیر الماء بملاقات النجاسة فإن تغیر بها صار نجسا فإن زال التغیر بنفسه أو بماء طهر لا بمسک و تراب وقلیله ینجس بالملاقات فإن بلغ قلتین من محض الماء ولا تغیر عاد طهورا ولولم یطهر و یستثنی میتة لانفس لها سائلة فلا ینجس الماء المائع ...

ماے کثیر (دو قلے یا اس سے زیادہ پانی) صرف نجاست کے گھل مل جانے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ اگر وہ نجاست کے ملنے کی وجہ سے تبدیل ہو جائے تو وہ نجس ہو جائے گا۔ اور اگر اس پانی کا تغیر خود بخود زائل ہو جائے یا (مزید) پاک پانی ملانے کی وجہ سے، تو وہ پانی پاک ہو جا ئے گا۔ اس میں محض مشک یا مٹی ڈالنے سے تغیر ختم ہو جائے تو پانی پاک نہیں ہوگا۔ ماے قلیل (قلتین سے کم پانی) نجاست کے ملنے سے ناپاک ہو جائے گا۔ پھر اگر یہ پانی، خالص پانی سے مل کر دو قلے ہو جائے اور اب اس میں کوئی تغیر باقی نہ رہے تو یہ پانی پاک اور پاک کرنے والا ہو جائے گا، ورنہ ناپاک ہی رہے گا۔ مردہ غیر خونی جانور(۱) اس سے مستثنیٰ ہے، نہ وہ پانی کو ناپاک کرے گا اور نہ ہی کسی بہنے والی چیز کو۔

بقیہ: (دوم) معنوی جیسے صفات مذمومہ، حسد، سود خوری، چوری وغیرہ عام گناہ۔ مگر فقہاے کرام نے طہارت کو پہلے معنی میں خاص کیا ہے۔ اصطلاح شریعت میں ایسے فعل پر طہارت کا اطلاق ہوتا ہے جس سے نماز مباح ہوتی ہے یا جو نماز کے حکم میں ہو، جیسے غیر متوضی کے لیے وضو یا بدن، لباس اور جاے نماز سے نجاست کو دور کرنا یا جس پر غسل واجب ہو اس کا غسل یا تیمّم کرنا ان امور کو فقہا کی اصطلاح میں 'مقاصد طہارت' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ فقہاے کرام نے گرچہ طہارت کے متعدد مفہوم بیان کیے ہیں مگر مذکورہ مفہوم ایسا ہے جو حدث اصغر و اکبر دونوں کو شامل ہے۔ طہارت کے اس مفہوم پر اکثر فقہا کا اتفاق ہے۔ (ملخصا، باجوری)

(۱) مردہ غیر خونی جانور ایسا جاندار ہے جسے مارنے یا کاٹنے پر خون نہ بہتا ہو۔ جیسے مکھی، بچھو، چھپکلی وغیرہ (اعانۃ)

لا إن طرحت فيه أو غيرته ويعفى عما لايدركه الطرف، والجارى كالراكد وتعتبر الكثرة منه بكل جرية والكثير خمس مائة رطل بالبغدادي تقريباً والتغير بالطاهر او النجس يكفى يوصف من الثلاثة .

فصل : إذا اشتبه عليه ماء طاهر بمتنجس ولو على أعمى وقادر على يقين اجتهد . . .

ہاں! اگر وہ اس میں (قصداً) ڈالا جائے یا خود بخود گر کر مر جائے اور پانی کو تبدیل کر دے تو وہ پانی ناپاک ہو جائے گا۔ غیر مرئی نجاست (۱) معاف ہے۔ بہتا ہوا پانی رکے ہوئے پانی کی طرح ہے، بہتے ہوئے پانی میں کثرت کا اعتبار اس کے بہاؤ پر ہوگا۔ آبِ کثیر کی مقدار دو قلے ہے جو تقریباً پانچ سو رطل بغدادی ہوتے ہیں (۲)۔ پاک یا نجس چیز کے تغیر کے لیے تین اوصاف (رنگ، بو، ذائقہ) میں سے ایک وصف کا پایا جانا کافی ہے۔

اِجتهاد و تحری کا بیان(۱): اگر کسی نابینا شخص پر پاک اور ناپاک پانی مشتبہ ہو جائے اور وہ وسائل تحقیق پر قدرت رکھتا ہو تو وہ اِجتہاد کرے۔

(۱) غیر مرئی نجاست ایسی نجاست کو کہتے ہیں جو معمولی نظر سے بھی دکھائی نہ دے، جیسے مکھی کے پاؤں سے منتقل شدہ نجاست۔ (محلی/۱)

(۲) ترمذی شریف میں ہے: 'اذا بلغ الماء قلتين لم يحمل الخبث ' ۔یعنی پانی جب قلتین ہو تو نجس نہیں ہوتا یعنی اثر نجاست کو ختم کر دیتا ہے۔ قلتین، تثنیہ کا صیغہ ہے جس کا واحد قلۃ ہے۔ قلہ کا اطلاق ایسے گڑھے پر ہوتا ہے جسے طاقتور آدمی بآسانی اٹھا سکے۔ اس کا وزن بغدادی رطل کے اعتبار سے پانچ سو رطل ہے اور ہمارے ملک ہندوستان کے اعتبار سے تقریبا، ۱۹۲،۸۵۷،کلو گرام ہے۔ مفتیہ حاجیہ دریہ قدس سرہا العزیز کی تحقیق کے مطابق اس کا وزن، ۱۹۵،کلوگرام ہے۔ واللہ اعلم (النور الشافی/۱۔الفقہ المنہجی /۱)

(۱) اجتہاد: ممکن الحصول ذرائع سے انسان کا اپنے دل سے کسی چیز کے بارے میں غور روفکر کرنا اور اندازہ لگانا اجتہاد کہلاتا ہے۔ (جمع الجوامع/شرح الورقات)..................................

وتـوضـأ بـمـا ظـن طهارته لا فی میتة و مذكاة وأخت رضا ع وأجنبية وفـی مـاء و بول يريقهما أو أحدهما فی الأخر ثم تيمم و فی ماء وماء ورد يتـوضـأ بـكـل واحد مرة وإذا استعمل ما ظن طهارته أراق الأخر نـدبـا فإن لم يفعل و تغير اجتهاده لم يعمل بالثانی بل يتيمم ولا إعادة عليه ولو أخبر بنجاسة الماء مقبول الرواية و بين السبب أو كان فقيها موافقا اعتمد قوله .

اور جس پانی کے پاک ہونے کا یقین ہوجائے وہ اس پانی سے وضو کرے، مگر مردار اور حلال ذبیحہ میں، یا رضاعی بہن یا اجنبی عورت میں شبہہ ہوتو اجتہاد نہ کرے۔ اسی طرح پانی اور پیشاب میں شبہہ ہوجائے تو دونوں کو بہادے یا ایک کو دوسرے میں ملا دے، اور تیمّم کرلے۔ اور اگر کسی کو خالص پانی اور گلاب کے پانی میں شبہہ ہوتو دونوں پانی سے ایک ایک بار وضو کرلے۔ جب ان میں سے ایک پانی کی طہارت کا یقین کرتے ہوئے اس پانی سے وضو کرلے تو دوسرے پانی کو بطورِ استحباب بہادے۔

اگر کسی نے ایسا نہیں کیا اور اسی دوران اس کا اِجتہاد بدل گیا ہوتو اب دوسرے اِجتہاد پر عمل نہ کرے (۱) بلکہ تیمّم کرلے۔ صورتِ مذکورہ میں، تیمّم کرنے والے پر نماز کا اِعادہ بھی نہیں ہے۔ اگر کسی معتمد آدمی نے پانی کے نجس ہونے کی خبر دی اور نجاست کے سبب کو بھی بیان کیا، یا خبر دینے والا شخص فقہ کا ماہر اور ہم مذہب ہوتو ایسے راوی کی خبر کا اِعتبار کیا جائے گا۔

بقیہ: **تــحَــرِّی** : کسی شے کی حقیقت معلوم نہ ہوتو غور وفکر کرے جس طرف غالب گمان ہو اس پرعمل کرے۔ عمل کی یہ صورت تحری کہلاتی ہے۔ مگر اس باب میں قبلہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں اپنے خیال سے کسی سمت کو قبلہ جان کر اس طرف رخ کرنا مراد ہے۔ (شرح الورقات)

(۱) کیونکہ دونوں پانیوں میں سے یقینی طور پر اس کے نزدیک کوئی بھی پانی پاک نہیں ہے۔

فصل : يحل استعمال كل إناء طاهر و يحرم من الذهب والفضة استعمالا واتخاذا إلا المموه و المتخذ من الياقوت ونحوه المضبب بذهب أو فضة وضبته كبيرة فوق قدر الحاجة حرام لا كبيرة بقدر الحاجة والصغيرة مطلقاً وموضع الاستعمال وغيره سواء .

سونے چاندی کے برتنوں کا حکم: ہر پاک برتن کا استعمال کرنا جائز ہے جب کہ سونے اور چاندی کا برتن اِستعمال کرنا، اور بنانا دونوں حرام ہے، مگر سونے اور چاندی سے ملمع کیا ہوا برتن استعمال کرنا حرام نہیں ہے۔(۱)

اسی طرح یاقوت اور اس کے مثل (فیروزہ، زمرد وغیرہ) سے بنا ہوا برتن بھی استعمال کرنا حرام نہیں ہے۔ یوں ہی جس برتن میں سونے یا چاندی کا پیوند لگا ہو تو اس کا استعمال کرنا بھی حرام نہیں ہے، البتہ پیوند مقدار ضرورت سے زائد ہو تو پھر حرام ہے۔ اور بڑا پیوند بقدر ضرورت ہو تو حرام نہیں ہے اور چھوٹا پیوند تو بہر حال درست ہے۔ (برتن میں پیوند) استعمال کی جگہ لگا ہو یا غیر استعمال کی جگہ دونوں کا حکم یکساں ہے۔

---

(۱) فی زمانہ مردوں میں شادی بیاہ وغیرہ کے مواقع پر سونے کے زیورات اور سونے کی گھڑیاں پہننے کا رواج عام ہو چکا ہے۔ سنت رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یعنی نکاح کا یہ پاس ولحاظ کہ نکاح تو مسجد میں ہی ہونا چاہیے۔ سبحان اللہ، مگر شوہر کو سسرال سے ملنے والی سونے کی انگوٹھی مسجد ہی میں نہ پہنائی گئی تو نکاح بھی خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ العیاذ باللہ۔ رسول گرامی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں: میری امت کے مردوں پر سونا حرام ہے اور عورتوں کے لیے حلال ہے۔ (مشکوۃ المصابیح)

باب الأحداث: هي أربعة أحدها: خارج من السبيلين ولو نادرا إلا المني المعتاد وانفتح تحت المعدة فالخارج منه ناقص دون ما فوقها مطلقا أو تحتها والمعتاد منفتح . الثاني: زوال العقل بجنون أو إغماء أو سكر أو نوم لا قاعد ممكن مقعده.

الثالث: التقاء بشرتي ذكر وأنثى لا محرمية بينهما ولو من ميت دون صغير و سن و شعر وظفر وعضو منفصل .

حدث کا بیان:(۱) حدث چار ہیں: **اوّل**، منی کے سوا' اگلی یا پچھلی شرمگاہ سے کسی چیز کا نکلنا خواہ وہ نکلنے والی شے نادر ہی ہو (جیسے کیڑا، پتھری وغیرہ) اگر پیشاب یا پاخانہ کا راستہ بند ہو جائے اور معدہ کے نیچے (آپریشن کے ذریعہ) سوراخ کیا جائے اور اس میں سے کوئی چیز نکلے تو وہ ناقص وضو ہے۔ اور اگر سوراخ معدہ کے اوپر یا اس کے نیچے ہو اور پیشاب، پاخانہ کا عادی مقام (اصلی راستہ) کھلا رہے تو اس سے خارج ہونے والی شے ناقص وضو نہیں ہے۔ دوم: جنون، بے ہوشی، نشہ یا نیند کی وجہ سے عقل کا زائل ہونا؛ مگر یہ نیند ایسی نہ ہو جو حالت غیر متمکن میں لگ گئی ہو، یعنی جم کر بیٹھنے کی وجہ سے لگ گئی ہو۔ سوم: غیر محرم مرد وعورت کے ظاہر جسم کا باہم (بغیر کسی حائل کے) چھو جانا، خواہ وہ میت ہی ہو۔ کسی کم سن کو (جو حد شہوت کو نہ پہنچا ہو) چھو لینے یا محض کسی کے دانت، بال، ناخن، یا بدن سے جدا شدہ حصہ کو چھو لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے۔

---

(۱) حدث وہ حالت ہے جس کے واقع ہونے سے وضو یا غسل واجب ہوتا ہے۔ حدث کے اس مفہوم میں حدث اصغر جیسے نواقض وضو، حدث اوسط جیسے جنابت، حدث اکبر جیسے حیض ونفاس سب شامل ہیں۔ (باجوری)

الـرابـع: مس فرج الأدمي ولو دبرا حتى من ميت وصغير و منفصل و مـحـل الـجـنب والذكر الأشل بالراحة أو بطون الأصابع ولو بيد شلاء لابما بين الأصابع ورؤسها .

فصل : يـحـرم بـالـحـدث الصلاة و الطواف و على البالغ حمل الـمـصـحف و مســه رقـمـا و جـلـدا و خريطة و صندوقـا و فيهـمـا المصحف و قلب ورقه بخشب ...

چہارم: کسی آدمی (خواہ مرد ہو یا عورت) کی اگلی یا پچھلی شرمگاہ کو چھونا حتی کہ کسی میت یا بچہ کی شرمگاہ یا وہ شرمگاہ جو بدن سے جدا ہوگئی ہو یا کٹی ہوئی شرمگاہ کی جگہ (جہاں عضو تناسل تھا) یا بے حس (ناکارہ) شرمگاہ کو چھو لینے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے، خواہ ہتھیلی سے چھوئے یا انگلیوں کے پیٹ سے یا بے حس و ناکارہ ہاتھ سے (۱)۔ ہاں، انگلیوں کے درمیانی حصہ اور اس کے سروں (یعنی بالائی حصہ) سے چھونے سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

فصل: محدث کے لیے کونسی چیزیں حرام ہیں: بے وضو کو نماز پڑھنا، طواف کرنا، اور بالغ ہو تو قرآن مجید اٹھانا اور چھونا حرام ہے۔ خواہ اس کے ورق کو چھوئے یا جلد کو یا اس جزدان یا صندوق کو جس میں قرآن مجید رکھا ہو۔ لکڑی کے سہارے اس کا ورق پلٹنا بھی حرام ہے۔

(۱) مرد کی اگلی شرمگاہ میں ذکر کا پورہ حصہ داخل ہے۔ ذکر کے علاوہ اس کے اطراف کا حصۂ بدن جس پر بال اگتے ہیں اس حکم میں داخل نہیں ہے۔ اسی طرح عورت کی اگلی شرمگاہ میں آپس میں ملنے والے لب شامل ہیں۔ اوپر کا وہ حصہ جہاں بال اگتے ہیں اس حکم سے خارج ہے۔ ہتھیلیوں کا وہ حصہ جو ناقض وضو ہے، اس کی شناخت کے لیے فقہائے کرام نے یہ طریقہ بتایا ہے کہ ایک ہاتھ کی ہتھیلی کو دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر اس طرح رکھے کہ ہتھیلیوں کے ساتھ ساتھ انگلیاں بھی آپس میں مل جائیں، انگلیوں اور ہتھیلیوں کا وہ حصہ جو آپس میں مل گیا وہی ناقض وضو ہے، بقیہ حصہ ناقض وضو نہیں ہے؛ البتہ مس کے ناقض وضو ہونے کے لیے بغیر کسی حائل کے چھونا شرط ہے۔ (تحفہ)

حدیث شریف میں ہے۔ 'من مس فرجه فليتوضأ' رواہ ابن حبان۔ جو شخص اپنی شرمگاہ کو چھولے اسے چاہیے کہ وہ وضو کرلے۔

وكـذا مـا كتـب منه للدراسة دون تفسير و فقه و دراهم و دون حمله فـی أمتعة و من تيقن الطهارة أو الحدث و شک فی ضده عمل بيقينه وإن تيـقـنهـمـا و شک فی السابق منها أخذ بضدهما ما قبلهما لا إن ظن الطهارة وليكن أعادته التجديد.........

فصل : يقدم الداخل إلى الخلاء يساره و الخارج يمينه و بعكسه المسجد وينحنی ذكر اللّٰه تعالى واسم رسوله

اوراسی طرح قرآن مجید(کی آیتیں اورسورتیں) جوتعلیم وتعلّم کی غرض سے لکھی گئی ہوں ان کا بھی یہی حکم ہے؛ مگر تفسیر وفقہ اور وہ درہم (جن پر قرآنی آیتیں لکھی گئیں ہوں) ان کا چھونا حرام نہیں ہے، اور نہ ہی قرآن مجید کو دوسرے سامان کے ضمن میں اٹھانا حرام ہے۔ جسے باوضو یا بے وضو ہونے کے بارے میں یقین ہو یا حدث کا تو یقین ہے؛ مگر طہارت کے بارے میں شک ہے تو وہ یقین ہی پر عمل کرے۔اور جسے طہارت وحدث (یعنی باوضو ہونے اوراس کے ٹوٹ جانے) کا یقین ہو لیکن ان میں اوّلیت کے بارے میں شک ہو تو ان دونوں میں سے ماقبل کی ضد پر عمل کرے۔اگر اسے باوضو ہونے کا گمان ہو اور وہ تجدید وضو کا عادی ہو تو وہ ماقبل کی ضد پر عمل نہ کرے۔(۱)

فصل، اِستنجا کے آداب : بیت الخلا میں داخل ہونے والا، پہلے بایاں پاؤں داخل کرے اور نکلنے والا پہلے دایاں قدم باہر نکالے۔مسجد میں (داخل وخارج ہوتے وقت)اس کے برعکس عمل کرے۔جس چیز پر اللہ تعالی کا ذکر یا رسول اللہ ﷺ کا نام لکھا ہوا سے باہر کرے۔

(۱) مثلا اگر کسی کو اس بات کا یقین ہے کہ اس نے سورج نکلنے کے بعد وضو کیا تھا اور استنجا بھی، مگر اسے اب یہ یاد نہیں رہا کہ پہلے وضو کیا تھا یا استنجا۔تو اس صورت میں اگر وہ سورج نکلنے سے پہلے بے وضو تھا تو اب باوضو ہے اور اگر سورج نکلنے سے پہلے باوضو تھا اور تجدید وضو کا عادی تھا تو اب وہ بے وضو ہے اور اگر تجدید وضو کا عادی نہیں تھا تو باوضو ہے۔اور اگر اسے سورج نکلنے سے پہلے کی حالت کا علم نہ ہو تو وہ اب بے وضو ہے۔باوضو شخص کا پھر سے وضو کرنا تجدید وضو کہلاتا ہے۔

و یعتمد في جلوسه علی یساره ولا یستقبل الشمس والقمر ولایستقبل القبلة ولا یستدبرها و في الصحراء حرام ویبعد و یستر و یسکت ولا یبول في ماء راکد وحجر و مهب ریح ومحدث و طریق و تحت المثمرة ولا یستنجي بالماء موضع الفراغ ویستبرئ من البول و یقول عند دخوله : بسم اللّٰه اللّٰهم إني أعوذ بک من الخبث و الخبائث . و عند خروجه : غفرانک الحمد للّٰه الذي أذهب عني الأذیٰ وعافاني .
و یجب الاستنجاء بالماء أو الحجر و الماء أفضل و الجمع أفضل

بائیں پاؤں پر زور ڈال کر بیٹھے۔ سورج اور چاند کی طرف رخ نہ کرے، نہ ہی قبلہ رخ بیٹھے اور نا ہی اس کی طرف پشت کرے کہ یہ دونوں نشستیں کھلے میدان میں حرام ہیں (رفع حاجت کے لیے) لوگوں کی نگاہوں سے دور جائے، پردہ کرے، خاموش بیٹھے۔ ٹھہرے ہوئے پانی میں، کسی سوراخ میں، ہوا کے رخ پر، لوگوں کے بات چیت کرنے کی جگہ پر، سر راہ، اور پھل دار درخت کے نیچے پیشاب نہ کرے۔ مقام فراغت (۱) پر پانی سے اِستنجا نہ کرے، پیشاب کرنے کے بعد استبرا کرے۔ (۲) بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت (باہر) یہ دعا پڑھے: 'بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ إِنّي أَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَ الْخَبَائِثِ' اور نکلنے پر یہ دعا پڑھے: 'غُفْرَانَکَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَذْهَبَ عَنِّي الأَذٰی وَعَافَانِيْ'. پانی یا ڈھیلے سے اِستنجا کرنا واجب ہے (اقتصار کی صورت میں) پانی ڈھیلے سے افضل ہے؛ مگر دونوں کا اِستعمال کرنا افضل ہے۔

(۱) یعنی کھلی جگہ جہاں پر پیشاب، یا پاخانہ کیا ہے۔
(۲) مسلم شریف میں ہے کہ پیشاب کے قطروں سے بچو کہ وہ عذابِ قبر کا سبب ہے۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے استنجا کے بعد استبرا کا حکم دیا ہے۔ پیشاب کرنے کے بعد ایسا کام کرنا جس سے اگر قطرہ رکا ہو تو نکل جائے ایسا عمل عمل استبرا کہلاتا ہے۔ جیسے، کھانسنا، چلنا، پھرنا، کھڑا ہونا، یا پھر کوئی حرکت کرنا۔ (الاقناع/تحفہ)

و في معنى الحجر كل جامد طاهر قالع غير محترم فلا يستنجئ بالحجر النجس و الزجاج الأملس والمطعومات و يجوز بالجلد المدبوغ دون غيره و شرط الحجر و ما في معناه كون الخارج من المعتاد وأن لا تجف النجاسة و لاتنتقل ولا يصيب الموضع نجاسة أجنبية ولا يجاوز الصفحة والحشفة ولا بد من ثلاث مسحات ولو بأطراف حجر فإن لم ينق وجبت الزيادة ويسن الايتار وأن يمر كل حجر على الموضع و أن بيساره ولا يجب الاستنجاء لدود ونحوه إن لم يلوث .

ڈھیلے سے ٹھوس، پاک، نجاست کو دور کرنے والی غیر محترم چیز مراد ہے۔ ناپاک ڈھیلے، چکنے شیشے، کھائی جانے والی چیزوں سے استنجا نہ کرے۔ دباغت (۱) دیے ہوئے چمڑے سے اِستنجا کرنا درست ہے، جبکہ غیر دباغت شدہ چمڑے سے جائز نہیں ہے۔ ڈھیلے یا اس کے مثل کسی ٹھوس چیز سے استنجا کرنے کی شرطیں یہ ہیں: شرمگاہ سے نکلی ہوئی نجاست خشک نہ ہوئی ہو، نجاست نکلی ہوئی جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ ہوئی ہو، مقام نجاست پر کوئی خارجی نجاست نہ لگی ہو، نجاست شرمگاہ یا اس کے اَطراف میں پھیلی نہ ہو۔ محل نجاست کو تین مرتبہ پونچھنا ضروری ہے خواہ ایک ہی ڈھیلے کے مختلف کناروں سے پونچھے۔ اگر اس کے باوجود نجاست صاف نہ ہو تو مزید ڈھیلوں کا بڑھانا واجب ہے۔ سنت ہے کہ ڈھیلے طاق عدد لیے جائیں، ہر ڈھیلے کو مقام نجاست پر بائیں ہاتھ ہی سے پھیرے۔ (شرمگاہ سے) کیڑا یا اس کے مثل کوئی دوسری چیز نکلے (جیسے پتھری وغیرہ) تو استنجا کرنا واجب نہیں بشرطیکہ وہ نجاست آلود نہ ہو۔

(۱) چمڑے کے فضول حصہ کو یا چمڑے کے اوپر سے خون اور گوشت کے چیچڑوں کو جس سے اس میں عفونت یا سڑاوٹ پیدا ہوتی ہے بعض کیمیائی دواؤں یا بعض درخت کی چھالوں یا بعض پھلوں کے چھلکوں سے مخصوص طریقے پر صاف کرنا عمل دباغت کہلاتا ہے۔ چمڑے کو دباغت دینے کے لیے محض مٹی یا نمک لگا دینا یا دھوپ میں سکھانا کافی نہیں ہے، گرچہ اس طرح چمڑہ وقتی طور پر صاف ہوجائے گا اور بدبو بھی زائل ہوجائے گی؛ مگر ایسے چمڑے کو پانی میں ڈالتے ہی اس سے متصل فاضل گوشت سے عفونت کے اَثرات لوٹ آئیں گے جبکہ دباغت سے عفونت کے ازالے کا معیار یہ ہے کہ چمڑا پانی میں ڈالیں تو عفونت پیدا نہ ہو۔ (کفایۃ/تحفۃ)

باب الوضوء: فروضه ستة أحدها النية فينوي رفع الحدث أو بعض أحداثه أو غيرها غلطا أو استباحة مفتقر إلى الطهارة أو أداء فرض الوضوء لا ما يستحب له كقراءة القرآن والمكث فى المسجد

وضو کا بیان(۱)

وضو کے فرائض چھ ہیں: **پہلا فرض** نیت کرنا ہے، وضو کرنے والا یا تو مطلق رفع حدث یا بعض (مشترک) ناپاکیوں میں سے کسی ایک کے رفع کی نیت کرے۔ یا غلطی ہی سے اس غیر طاری حدث کے دور ہونے کی نیت کرے جو اسے لاحق ہی نہیں ہوا، یا ایسے اَمر کے مباح ہونے کی نیت کرے جس کے لیے وضو کرنا ضروری ہے (جیسے نماز یا طواف) یا فرض وضو کے اَدا کی نیت کرے۔ جن اُمور کے لیے وضو کرنا سنت ہے۔ ان امور کی نیت سے وضو نہ کرے، جیسے تلاوت قرآن یا مسجد میں قیام کرنا۔

(۱) وضو، کا ماخذ وضاۃ ہے، جس کے معنی حسن، پاکیزگی اور گناہوں سے نجات حاصل کرنے کے ہیں۔ اور اصطلاحِ شریعت میں نیت کے ساتھ جسم کے معین اعضا پر پانی کا استعمال کرنا عمل وضو کہلاتا ہے۔ وضو کے لغوی اور اصطلاحی معنی میں یہ مناسبت ہے کہ وضو کرنے والا، بعد وضو صاف ستھرا، حسین وجمیل اور پاکیزہ ہوجاتا ہے، نیز وضو بندۂ مؤمن کے گناہِ صغیرہ کی پلیدی کو مٹا کر اس کے من کو اُجلا وشفاف کردیتا ہے۔ وَضو (واو کے زبر کے ساتھ) کا اطلاق بعد وضو برتن اور لوٹے وغیرہ میں باقی ماندہ پانی پر ہوتا ہے۔ وضو کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ بعد ہجرت مدینہ طیبہ میں جس وقت سورۂ انعام کی آیت کریمہ: 'و اذا قمتم الی الصلوة فاغسلوا وجوهكم' (المائدۃ) نازل ہوئی اسی وقت وضو مشروع ہوا؛ مگر محقق علی الاطلاق شیخ علامہ ابن ہجر ہیتمی رضی المولی عنہ فرماتے ہیں: وضو معراج کی شب، مکہ مکرمہ میں ہی فرض ہوا۔ ابتدائے اسلام میں فرض نماز ہی کے لیے وضو فرض تھا خواہ وہ محدث ہو یا نہ ہو؛ مگر ہجرت کے سال، جنگ خندق کے موقع پر اس حکم میں ترمیم ہوئی اور وقوع حدث پر اس کی فرضیت کا حکم ثانی دیا گیا۔ شب اسریٰ وضو کی فرضیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اُمم سابقہ کے لیے وضو کا حکم نہیں تھا۔ انبیائے سابقین اور ان کی امتوں کے لیے وضو مشروع تھا؛ مگر وضو کی موجودہ ہیئت وکیفیت اور غرہ وتحجیل امت محمدیہ کا خاصہ ہے۔ (فتح الباری/شرح المہذب/تحفۃ المحتاج)

و دائم الحدث كالمستحاضة ينوي الاستباحة أو أداء الوضوء دون رفع الحدث ولا يضر قصد التبرد مع النية المعتبرة و يجب اقترانها بأول غسل الوجه ولا يضر تفريقها على الأعضاء. الثاني: غسل الوجه وهو ما بين منابت شعر الرأس غالباً ومنتهى الذقن واللحيتين طولا وما بين الأذنين في العرض فيدخل فيه موضع الغمم دون موضع التحذيف و الصلع و النزعتين وهما البياضان المكتنفان للناصية ويجب غسل الشعور الخفيف على الوجه غالباً كالأهداب و الحاجبين والعذارين و الشاربين و العنفقة و شعر الخد باطناً وظاهرًا و غسل باطن الخفيف من اللحية و ظاهر الكثيف و الخارج منها.

جس کا حدث دائمی ہو جیسے مستحاضہ(۱) وہ نماز مباح ہونے کی یا فرض وضو کے اَدا کی نیت کرے۔ رفع حدث کی نیت نہ کرے۔اگر کوئی شخص معتبر نیت کے ساتھ پانی سے ٹھنڈک حاصل کرنے کی بھی نیت کرلے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ چہرے کے اوّل حصہ کو دھوتے وقت ہی نیت کا اقتران (ملانا) واجب ہے۔مختلف اعضاے وضو کے لیے جدا جدا نیت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ **دوسرا فرض** چہرا دھونا ہے۔ عام طور پر لمبائی میں اس کی حد سر کے بالوں کے اُگنے کی جگہ سے جبڑوں سمیت ٹھوڑی تک ہے اور چوڑائی میں ایک کان سے دوسرے کان تک ہے۔ پیشانی کے بال اُگنے کی جگہ چہرے کے حد میں داخل ہے۔ چہرے پر عام طور پر جو ہلکے بال ہوتے ہیں، پلکیں، اَبرو، دونوں رخساروں پر اُگے ہوے بال، مونچھیں، بچّھی داڑھی، ان کو اندر و باہر سے دھونا واجب ہے۔اور جو بال چہرے کی حد سے باہر ہوں ان کا بھی دھونا واجب ہے۔

---

(۱) حدثِ دائم، حدث کا وہ عذر ہے جو مسلسل قائم رہتا ہے اور منقطع نہیں ہوتا ہے یا اتنی مہلت نہیں ملتی جس میں طہارت کرکے بآسانی وضو کیا جا سکے، جیسے دم استحاضہ، یا سلسل بول یعنی پیشاب کے قطروں کی بیماری یا سلسل ریح یعنی گیس خارج ہونے کا مرض۔(شرح سلم التوفیق)

الثـالث: غسل اليدين مع المرفقين وما عليها و ما يحاذيهما من يد زائدة وإن اشتبهـت فـكـلـتيها والمقطوع من الساعد يغسل الباقي ومن المرفق رأس العضد ومن فوقه يستحب باقيه. الرابع: مسح شيئ من بشر الرأس أو شعـره الـكـائـن فـي حـده و يكفي الغسل بلا ندب و كره. الخامس: غسـل الـرجـلـين مع الكعبين وشقوقهما. السادس: الترتيب كما ذكرنا فـلو اغتسل المحدث عن الوضوء و مكث بحيث يمكن تقدير الترتيب فيه أجزأه إلا إذا خرج بلا مكث أوغسل الأسافل قبل الأعالي .

تیسرا فرض دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا۔ دونوں ہاتھوں پر جو کچھ(بال، ناخن، زائد انگلیاں) ہوں اورزائد ہاتھ کا وہ حصہ جو دونوں (اصلی) ہاتھوں کے مقابل ہوں ان کا دھونا بھی واجب ہے۔ جب اصلی اورزائد ہاتھ میں شک ہوجائے تو دونوں کو دھونا واجب ہے اور جس شخص کا ہاتھ کلائی سے کٹا ہووہ باقی ماندہ ہاتھ کو دھوئے۔ کہنی سے کٹے ہوئے ہاتھ میں بازو کے سرے کو دھونا واجب ہے اور کہنی سے اوپر کٹے ہوئے ہاتھ میں بازو کے سرے کو دھونا مستحب ہے۔ **چوتھا فرض** بعض حصہ سر کا یا سر کی بعض جلد کا یا سر کے بعض بالوں کا مسح کرنا ہے جو سر کی حد میں ہوں۔ بغیر کسی استحباب وکراہت کے بالوں کا دھونا اور تر کرنا بھی جائز ہے۔ **پانچواں فرض** دونوں پیروں کو ٹخنوں کے شگافوں (پھٹن) سمیت دھونا۔ **چھٹا فرض** ترتیب بالا کے مطابق وضو کرنا(۱)۔ اگر بے وضو، وضو کی نیت سے پانی میں غوطہ لگائے اوراس میں اتنی دیر ٹھہرے جس سے حقیقی ترتیب کا حصول ممکن ہوتا ہے تو اس کا وضو ہو جائے گا اور اگر پانی سے، بغیر رکے فوراً باہر نکلے یا نچلے اعضاے وضو کو اوپری اعضا سے پہلے دھوئے تو وضو صحیح نہیں ہوگا۔

---

(۱) اعضاے وضو کے دھونے میں ترتیب اسی وقت واجب ہے جب حدثِ اصغر ہو، حدث اکبر نہ ہو۔ حدث اکبر ہو تو ترتیب کا وجوب ساقط ہو جائے گا؛ کیونکہ حدث اکبر میں حدث اصغر شامل ہے۔ اگر کوئی رفع جنابت کی نیت سے غسل کرے اور حدث اصغر کے رفع کی نیت نہ بھی کرے جب بھی حدث اصغر اور جنابت دونوں رفع ہو جائیں گے۔ ظاہر سی بات ہے کہ جب کوئی حدث اکبر سے پاک ہوا تو حدث اصغر سے بدرجۂ اولی پاک ہوگا۔ (محلی / النجم الوھاج /)

وسـنـنـه السـواک عـرضـا بخشن سوی أصبعه و للصلوة و تغير الفم ولا يكره إلا للصائم بعد الزوال .

سنن وضوکا بیان، وضو کی سنتیں یہ ہیں: دانتوں کا چوڑائی میں اپنی انگلی کے سوا کسی کھردری چیز سے مسواک کرنا، (اسی طرح) نماز کے لیے یا منہ میں بدبو پیدا ہونے پر بھی (مسواک کرنا سنت ہے) سوائے روزہ دار کے، کسی کو بھی زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ نہیں ہے(۱)۔

(۱) سوک، سواک کے معنی ملنے اور رگڑنے کے ہیں۔ مسواک بمعنی رگڑنے کا آلہ، اسی سے ماخوذ ہے امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: مسواک کے مشتق منہ کے متعلق متعدد اقوال منقول ہیں جن میں قول مشہور یہ ہے کہ وہ سوک کا اسم آلہ ہے۔ مسواک کے لیے زیتون یا پیلو ہی کی لکڑی ضروری نہیں ہے بلکہ ہر اس سخت اور طاہر چیز سے مسواک کیا جا سکتا ہے جس سے دانتوں کی زردی اور بدبو ختم ہو جائے۔ قدیم شریعتوں میں مسواک کا رواج تھا۔ مسواک امت محمدیہ کا خاصہ نہیں ہے، امم سابقہ میں بھی مسواک کا حکم تھا۔ حدیث شریف میں ہے: 'هـذا سواكي و سواك الانبياء من قبلي' (فتح الباری/۱ ۔عمدۃ القاری/۶) حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ پہلے نبی ہیں جنھوں نے زیتون کی لکڑی سے مسواک کیا تھا۔ نبی کریم ﷺ کے حق میں مسواک کرنا واجب تھا۔ مسواک اللہ کی رضا کا باعث ہے۔ محققین نے مسواک کے ستر فائدے بیان فرمائے ہیں جن میں سے عظیم ترین فائدہ خاتمہ بالخیر کی دولت ہے۔ مسواک کے لیے سب سے افضل پیلو کی لکڑی ہے، پھر کھجور کی، پھر زیتون کی، پھر کسی خوشبودار درخت کی، اس کے بعد دیگر درختوں کی لکڑیاں۔ سب سے افضل، پانی سے نم کی ہوئی مسواک ہے، پھر گلاب کے پانی سے، پھر تھوک سے، پھر خشک، پھر سبز۔ مسواک صرف دانتوں پر ہی نہیں بلکہ اسے مسوڑوں پر، چوڑائی میں اور زبان پر لمبائی میں پھیرنا مسنون ہے۔ علامہ باجوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں بقول امام رملی علیہ الرحمہ مسواک کا محل، وضو میں ہاتھ دھونے سے قبل ہے، اس لیے اس کے لیے مستقل نیت کی ضرورت ہے اور یہی قول معتمد ہے۔ مسواک کی نیت یہ ہے: 'نـويـت سنة الاستيـاك'۔ نیز مسواک کرتے وقت یہ دعا پڑھنا بھی منقول ہے: 'اللهم بيض به أسناني و شد به لثاتي و ثبت به لهاتي و بـارك لي فيه يا ار حم الراحمين' اور بقول ابن حجر علیہ الرحمہ مسواک کا محل ہاتھوں کو دھونے کے بعد ہے، اس لیے مسواک کے لیے مستقل نیت کی ضرورت نہیں ہے۔ مسواک دائیں ہاتھ میں اس طرح پکڑے کہ کن انگلی مسواک کے نیچے اور اس کے بعد والی تینوں انگلیاں اس کے اوپر ہوں اور انگوٹھے کا پیٹ اس کے نیچے رکھے۔ مٹھی میں نہ پکڑے۔ (الانوار/ باجوری)

والتسمية في أوله وإن ترك ففي اثنائه كالأكل و غسل كفيه وإن شك في طهارتهما كره غمسهما قبل الغسل والمضمضة والاستنشاق والفصل أولى من الوصل وبغرفتين أولى والمبالغة فيهما لغير الصائم و تثليث الغسل والمسح وعند الشك يأخذ باليقين ومسح كل الرأس مبتديا من مقدمه فإن عسر رفع العمامة كمل بالمسح عليها ثم مسح الأذنين وتخليل اللحية والأصابع وللرجل بخنصر اليد اليسرىٰ من أسفل خنصر اليمنى خنصر اليسرى .

آغازِ وضو میں بسم اللہ پڑھنا، اگر کوئی بسم اللہ کو (سہواً یا عمداً) ترک کرے تو درمیانِ وضو بسم اللّٰہ اوّلہ وآخرہ پڑھ لے، ویسے ہی جیسے کھانے کے درمیان پڑھا جاتا ہے۔ دونوں ہاتھوں کو کلائیوں تک دھونا، اگر کسی کو دونوں ہاتھوں کی طہارت میں شک ہو جائے تو انھیں دھونے سے پہلے برتن میں ڈبونا مکروہ ہے۔ مضمضہ اور اِستنشاق کرنا، کلی کرنے اور، ناک میں پانی لینے میں فصل کی صورت، وصل سے اَولی ہے۔ اور دو چلو سے کرنا افضل ہے۔ غیر روزہ دار کو مضمضہ اور اِستنشاق میں مبالغہ کرنا، غسل اور مسح کے عمل کو تین تین بار کرنا (اعضاے وضو کے دھونے یا مسح کرنے میں) شک ہو تو یقین پر عمل کرے۔ سر کے اگلے حصہ سے مسح کا آغاز کرے۔ اگر عمامہ کا سر سے اُتارنا دشوار ہو تو (بعض حصۂ سر کا مسح کرتے ہوئے) عمامہ پر ہی مسح کی تکمیل کر لے، دونوں کانوں کا مسح کرنا، گھنی داڑھی اور ہاتھوں کی انگلیوں کا (تشبیک کے ذریعہ) خلال کرنا، پیروں کی انگلیوں کا خلال اس طرح کرے کہ بائیں ہاتھ کی کن (چھوٹی) انگلی دائیں پاؤں کی کن انگلی کے نیچے ڈال کر بالترتیب بائیں پاؤں کی کن انگلی پر ختم کرے۔

و تـقديم اليمنى و تطويل الغرة و التحجيل و الموالاة و ترک التکلم و الاستـعـانة و النفض و التنشيف و أن يقول بعد الفراغ أشهد أن لاإله إلا اللّٰـه وحـده لاشريک له و أشهد أن محمدا عبده و رسوله، اللّٰهم اجـعـلـنـي من التوابين و اجعلني من المتطهرين و اجعلني من عبادک الـصـالـحـيـن، سبـحـانک اللّٰهم وبحمدک أشهد أن لا إله إلا أنت استغفرک و أتوب إليک .

دائیں کو بائیں پر مقدم کرنا، اطالت غرہ وتجیل،(۱) موالات،(۲) دورانِ وضو بات چیت نہ کرنا، بلاضرورت کسی سے مدد نہ لینا، اَعضاے وضوکورومال سے نہ پونچھنا، وضو کے بعد اس دعا کا پڑھنا :

أَشْهَـدُ أَنْ لَّاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْکَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُـهُ، اللّٰهُـمَّ اجْـعَـلْـنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ وَاجْـعَـلْـنِيْ مِنْ عِبَادِکَ الصَّالِحِيْنَ، سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنتَ اسْتَغْفِرُکَ وَأَتُوْبُ إِلَيْکَ . (۳)

---

(۱) شرح مسلم اور شرح بخاری میں ہے ۔ جانوروں کی پیشانی کی سفیدی کوغرۃ اور ہاتھوں، پیروں کی سفیدی کوتجیل کہتے ہیں ۔ جو جانوروں کی خوبصورتی اوران کی امتیازی شان پر دال ہے ۔ اطالت غرہ وتجیل سے مراد چہرہ کودھوتے وقت مقدارِفرض سے سرکا کچھ حصہ، زیادہ دھونا، ہاتھوں کودھوتے وقت بازوؤں کا کچھ حصہ زیادہ دھونا، پیروں کو دھوتے وقت پنڈلیوں کا کچھ حصہ مقدارِفرض سے زیادہ دھونا کہ اس عمل سے کہ قیامت کے دن امت محمدیہ کی امتیازی شان وشوکت کی شناخت ہوگی ۔ ان کے اعضاے وضو چمکتے دمکتے ہوں گے ۔

(۲) پے در پے دھونا ۔

(۳) حدیث پاک میں ہے ۔ تم میں سے جو بہترین وضو کرے اور وضو کے بعد کلمۂ شہادت پڑھ لے اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے ۔ (مسلم/۱ ۔ نسائی/۱ ۔ ابن ماجہ/۱ ۔ ابوداؤد /۱) اور ترمذی شریف میں کلمۂ شہادت کے بعد مذکورہ بالا دعا بھی منقول ہے ۔ (النور الشافی/۱)

و دعاء الأعضاء لا أصل له .

اوراَعضاے وضو کی دعاؤں کی کوئی اصل نہیں ہے۔(۱)

(۱) اکثر فقہاے شافعیہ نے اپنی کتابوں میں مختلف الفاظ کے ساتھ اعضاے وضو کی دعاؤں کو نقل فرمایا ہے، اوران کے پڑھنے کی ترغیب بھی دی ہے؛ مگر فقیہ مہائمی اور بعض دیگر فقہائے کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے ان دعاؤں کے بارے میں 'فلا أصل له' کیوں فرمایا ہے؟ اس عبارت کا محض یہ مفہوم اخذ کرنا کہ وضو کی دعاؤں کی کوئی اصل نہیں ہے؛ لہٰذا ان کا پڑھنا ناجائز و بدعت ہے، کہاں تک صحیح ہے؟ جیسا کہ غیر مقلدین نے ایسی عبارتوں کو دلیل بنا کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے، بالخصوص خطۂ کوکن میں شافعیوں کو جھانسہ دے کر گمراہیت کے دلدل میں ڈالنے کے لیے تجاہل عارفانہ برتا ہے، اوراپنی عادت کے مطابق بغیر کسی شرعی دلیل کے امر مشروع کو غیر مشروع قرار دیا ہے۔ فالعیاذ باللہ۔ ہمیں تو آج تک کوئی غیر مقلد ان سوالوں کے جوابات نہ دے سکا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی معاملہ میں سکوت فرمانا یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کا کسی امر کو صراحتاً بیان نہ کرنا کیا اس امر کے ناجائز وممنوع ہونے کی دلیل ہے؟ ابواب فضائل میں احادیث ضعیفہ معتبر اور مقبول ہیں یا نہیں؟ نیز محدثین وفقہا کا کسی مسئلہ کے بارے میں یہ لکھ دینا 'فلا اصل لہٗ' کیا اس امر کے ناجائز ہونے کی دلیل ہے؟ بزعم خویش اہل حدیث ہونے کی وجہ سے ان سوالات کے جوابات دینا وہ بھی احادیث صحیحہ سے ان پر واجب ہے؛ مگر ہمیں یقین ہے وہ صبح قیامت تک ان سوالات کے جوابات نہیں دے سکتے۔ 'فلِمَ تقولون ما لا تفعلون'۔ وضو کی دعاؤں کے بارے میں فقہاے شافعیہ کی تحقیقات وتوضیحات کا لب لباب قلمبند کرنے پر اکتفا کرتا ہوں تاکہ شافعی حضرات ان غیر مقلدین کے دام فریب سے محفوظ رہیں۔ یہ کوئی معارضہ قائم کرنے کا محل نہیں ہے؛ ورنہ بازارِ علم میں خیانت کرنے والوں کی دھاندلی کے پردے چاک کر دیتا۔ 'اللهم اهدنا هداية الحق و الصواب'

فقہاے کرام نے باختلاف الفاظ وضو کی دعاؤں کو اپنی تصنیفات میں نقل فرمایا ہے۔ امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: و أما الدعاء المذكور فلا أصل له و ذكره كثير من الأصحاب ، و لم يذكره المتقدمون، یعنی وضو کی دعاؤں کی سنت رسول میں کوئی اصل نہیں ملتی ہے؛ مگر اس کے باوجود بے شمار اصحاب شافعیہ نے ان کو اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے، اس کے بعد امام نووی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب شرح المہذب میں وضو کی دعاؤں کو نقل فرمایا ہے۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ امام شافعی اور بعض علماے متقدمین نے ان دعاؤں کو اپنی کتابوں میں ذکر نہیں فرمایا ہے۔ نیز متقدمین نے وضو کی دعاؤں کے بارے میں 'فلا اصل لہٗ' کیوں فرمایا؟ کیا ان کا 'فلا اصل لہٗ' کہنا ان دعاؤں کے عدم جواز یا ان کے

موضوع ہونے کی دلیل ہے؟ اگر سنت رسول میں وضو کی دعاؤں کی کوئی اصل نہیں تھی تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سوادِ اعظم کے جلیل القدر محدثین، بے شمار فقہاے کرام اور علماے متاخرین نے اپنی کتابوں میں ان دعاؤں کو کیوں نقل فرمایا ہے؟ اور امت محمدیہ کو ان کے پڑھنے کی ترغیب کیوں دیتے رہے؟۔

فقہاے شافعیہ 'فلا اصل لہٗ' کے تحت فرماتے ہیں: 'فلا أصل لہ ای فی حدیث صحیح اوحسن و فی بعض الکتب ای فی الصحۃ و الا فقد روی عنہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من طرق ضعیفۃ من تاریخ ابن حبان وغیرہ و مثلہ یعمل في فضائل الأعمال' یعنی متقدمین نے وضو کی دعاؤں کو اپنی کتابوں میں اس لیے بیان نہیں فرمایا کہ انھیں وضو کی دعاؤں کے بارے میں کوئی صحیح یا حدیث حسن نہیں ملی۔ اسی لیے متقدمین نے ان دعاؤں کا سنن وضو میں شمار نہیں کیا ہے۔ فقہاے کرام کا 'فلا اصل لہٗ' کہہ کر وضو کی دعاؤں کو سنت نہ قرار دینا ان کا کمالِ احتیاط اور امورِ شریعت میں ان کی اعلی درجہ کی دیانت داری ہے؛ مگر یہ امر بھی مسلم ہے کہ اگر انھیں حدیث صحیح یا حدیث حسن مل جاتی تو ان دعاؤں کا وضو کی سنتوں میں یقیناً ذکر فرماتے۔ یہ ایک اصولی بحث ہے جسے ہر صاحب علم بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

رہی بات متاخرین کی تو انھوں نے اپنی کتابوں میں اس شرط کے ساتھ ان دعاؤں کو ذکر فرمایا ہے کہ کوئی بھی مسلمان ان دعاؤں کی سنیت کا اِعتقاد نہ رکھتے ہوئے انھیں پڑھنا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور کوئی بھی سنی مسلمان ان دعاؤں کی سنیت کا اعتقاد رکھ کر نہیں پڑھتا ہے۔ حاشیہ شیروانی میں ہے: 'انہ دعاء حسن لکن لا یعتقد سنیتہ' یعنی وضو کی دعاؤں کی سنیت کا اعتقاد نہ رکھتے ہوئے اگر کوئی پڑھتا ہے تو خوب ہے۔ بلکہ شیخ الاسلام شہاب الدین رملی شافعی اور ان کے شہزادہ اور بعض دیگر فقہاے شافعیہ علیہم الرحمہ نے تاریخ ابن حبان میں وضو کی دعاؤں پر مشتمل احایث پر اعتماد کرتے ہوئے وضو کی دعاؤں کو مستحباتِ وضو میں شمار کیا ہے، گرچہ وہ احادیث ضعیف ہیں؛ مگر فضائل میں ضعیف احادیث بھی معتبر اور مقبول ہوتی ہیں۔ (حواشی التحفۃ للشیر ونی / روضۃ الطالبین/ نہایۃ المحتاج/ عانۃ الطالبین/ شرح المہذب/ حاشیۂ انوار الابرار/ ا۔الحواشی المدنیۃ/ اسنی المطالب/ الحاوی الکبیر/ المحلی / احیاء العلوم الدین)

بایں ہمہ 'فلا اصل لہٗ' کا اگر کوئی یہ مطلب اخذ کرے کہ ان دعاؤں کا پڑھنا ناجائز ہے، تو یہ اس کا اپنا دماغی فتور ہے، شریعت نہیں ہے بلکہ طبیعت کی بات ہے۔ حقیقت تو یہی ہے کہ نہ ہی امام شافعی علیہ الرحمۃ نے ان دعاؤں کو ناجائز و بدعت کہا ہے اور نہ ہی متقدمین میں سے کسی امام نے ان دعاؤں کے عدم جواز کا قول کیا ہے۔ 'ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین' لہٰذا غیر مقلدین کا مذکورہ عبارت سے وضو کی دعاؤں کے عدم جواز کا اِستدلال ایک مجرمانہ سازش اور خود فریبی کے سوا کچھ نہیں، وہ تو خود غیر مشروع قیاس آرائی کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں، اور امت مسلمہ کو تقلید ائمہ سے روکتے ہیں۔ فالعیاذ باللہ، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بـابُ الـمسـح على الخفين : يـجـوز الـمسـح على الخفين في الـوضـوء لجائز القصر ثلثة أيام وليالها ولغيره يوما وليلة ابتداء المدة من حين يحدث بعد اللبس، وإن مسح في الحضر ثم سافر أو عكس لم يستوف مدة المسافر .

موزوں پرمسح کرنے کا بیان(۱): وضو میں (پاؤں دھونے کی بجاے) خفین پرمسح کرنا جائز ہے، جس شخص کو نمازوں کو قصر کرنا جائز ہے (یعنی مسافر) وہ تین دن اور تین رات تک مسح کرتے رہے اور مقیم ایک دن اور ایک رات تک۔ مدت مسح کا آغاز موزے پہننے کے بعد، حدث لاحق ہونے پر ہوگا۔ اگر کسی نے مقیم ہونے کی حالت میں مسح کیا پھر سفر کیا یا کسی نے حالت سفر میں مسح کیا پھر مقیم ہوا ایسے شخص کے لیے مسافر کی مدت کافی نہیں ہے۔

(۱) خفین خف کا تثنیہ ہے۔خف پاؤں میں پہنے جانے والے چمڑے کے بنے ہوئے موزے کو کہتے ہیں جو پیروں کو ٹخنوں تک ڈھانک دیتے ہیں۔ وضو میں پاؤں دھونے کے بدلے موزوں پر مسح کرنے کے عمل کو مسح خفین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔سفر وحضر میں موزوں پر مسح کی اجازت سہولت پر مبنی ہے۔مسح خفین کا جواز نبی کریم صلی للہ تعالی علیہ وسلم کے قول وفعل دونوں سے ثابت ہے۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی للہ تعالی علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے استنجا کرنے کے بعد وضو کیا اور خفین پر مسح فرمایا۔(بخاری، مسلم) مسح علی الخفین کی جملہ مروی احادیث صحیح، کثیر اور متواتر ہیں۔ان احادیث کے راویوں میں عشرۂ مبشرہ بھی ہیں۔ حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ستر صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی للہ تعالی علیہ وسلم موزوں پر مسح فرمایا کرتے تھے۔اسی لیے بعض احناف فرماتے ہیں کہ مسح علی الخفین کے جواز کا منکر کافر ہوجائے گا۔موزوں پر مسح کرنا امت محمدیہ کی خصوصیات سے ہے۔ہجرت کے نویں سال غزوۂ تبوک کے موقع پر موزوں پر مسح کی اجازت دی گئی۔(حاشیۃ التحفۃ للشیروانی/ حاشیۃ البجیرمی)

وشـرطه أن يلبس بعد كمال الطهارة وإن يكون ساترا لمحل الفرض طـاهـرا يمكن متابعة المشى عليه فى التردد للحاجة ولو مغصوبا فلا ولا الـمـنسـوج الـذى لايـمـنـع وصول الماء ولا الجرموق ولا بأس بـالـمسـقـوف الـقدم المشددود يسن مسح أعلاه وأسفله خطوطا و يـجـزئ مسـح مـا يـحـاذى مـحـل الفرض دون الأسفل و العقب و الـحـرف و الشـاک فـى انـقـضـاء المدة ياخذ بالانقضاء وإذا اجنب وجـب تجديد اللبس بعد الغسل ومهما انقضت المدة أو نزع الخف وهو على الطهارة كفاه غسل القدمين .

اور موزوں پر مسح کرنے کے جواز کی شرطیں یہ ہیں: دونوں موزے طہارتِ کاملہ کے بعد پہنے جائیں، موزے محل فرض (۱) کو چھپانے والے، پاک اور ایسے ہوں جنھیں پہن کر کام کاج کے لیے چلنا پھرنا آسان ہو، بنا ہوا موزہ جو پانی کو اندر سرایت کرنے سے نہ روک سکے اس پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی جرموق (۲) کا استعمال کرنا روا ہے۔ ایسا پھٹا ہوا موزہ جس کا تلوہ باندھ دیا گیا ہو اس پر مسح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ موزے کے اوپر اور نیچے خطوط (لکیروں) کی شکل میں مسح کرنا سنت ہے۔ موزے کے اس حصہ پر مسح کرنا کافی ہے جو محل فرض کے مقابل ہو۔ موزے کے نیچے، تلوے اور کناروں پر مسح کرنا کافی نہیں ہے۔ جسے مدت مسح ختم ہونے کا شک ہو وہ مدت کے ختم ہونے پر ہی عمل کرے۔ (نہ کہ شک پر) اگر کوئی شخص جنبی ہو جائے تو اسے موزے اُتار کر غسل کے بعد از سرنو موزے پہننا واجب ہے۔ اگر مسح کی مدت ختم ہو جائے یا کوئی باوضو شخص موزوں کو اُتار دے تو ایسے شخص کا دونوں پیروں کا دھو لینا ہی کافی ہے (پھر سے وضو کرنا ضروری نہیں)۔

(۱) یعنی ٹخنوں سمیت پیروں کا وہ حصہ جن کا وضو میں دھونا فرض ہے۔

(۲) سردی کی شدت سے بچنے کے لیے موزے کے اوپر پہنے جانے والے موزے کو یا بڑا موزہ جو اصل موزے کے اوپر اس کی حفاظت کے لیے پہنا جاتا ہے۔ اسے جرموق کہتے ہیں (کفایۃ/الحاوی)

بابُ الغسل : موجبه الموت والحيض والنفاس والولادة وإن لم يكن معها بلل و الجنابة وتحصل بتغيب الحشفة أو قدرها في فرج و لو من ميت و بهيمة وبخروج المني من المعتاد وغيره و يعرف بتدفقه والتلذذ بخروجه و رائحا لعجين لرطبه و بياض البيض لجافه فإن لم يوجد بشيئ منها فلا غسل والمرأة كالرجل في ذلک .

غسل کا بیان (۱)

غسل کو واجب کرنے والے اُمور یہ ہیں: موت، حیض، نفاس، ولادت خواہ رطوبت کے بغیر ہو، جنابت، کسی بھی شرمگاہ میں حشفہ (۲) یا اس کے مقدار میں، ذکر کا داخل کرنا، خواہ شرمگاہ میت کی ہو یا کسی جانور کی، عادی یا غیر عادی طور پر منی کا خارج ہونا۔ منی کی پہچان یہ ہے کہ وہ خارج ہوتے وقت چھلک کر اور لذت کے ساتھ نکلے گی، تر ہونے کی صورت میں اس میں گندھے ہوئے آٹے کی بو ہوگی اور خشک ہونے کی صورت میں انڈے کی سفیدی سی بو ہوگی۔ اگر منی میں مذکورہ صفات میں سے کوئی صفت نہ پائی جائے تو غسل واجب نہیں ہوگا۔ منی کی مذکورہ صفات میں عورت مرد ہی کی طرح ہے۔

(۱) غسل غین کے ضمہ کے ساتھ نہانے کو اور غین کے فتحہ کے ساتھ مطلق دھونے کو کہتے ہیں خواہ اس کا تعلق بدن، کپڑے یا کسی اور چیز سے ہو۔ اول الذکر کا اطلاق اس پانی پر بھی ہوتا ہے جس پانی سے غسل کیا جاتا ہے۔ اور اصطلاح شریعت میں خاص نیت کے ساتھ پورے بدن پر پانی بہانے کو غسل کہتے ہیں۔ امم سابقہ میں بالخصوص دین ابراہیم اور دین اسماعیل علیہما السلام میں اس کا خاص اہتمام و رواج تھا۔ لوگ جنابت واقع ہونے پر غسل کیا کرتے تھے۔ غسل کے تفصیلی احکامات تو احادیث سے ماخوذ ہیں البتہ قرآن میں اجمالا دو مقامات پر غسل کے بارے میں تاکید فرمائی گئی ہے: وان کنتم جنبا فاطھروا (المائدۃ)۔ اور مردوں کو حکم دیا گیا کہ جب تک حائضہ عورتیں پاک نہ ہو جائیں یعنی غسل نہ کر لیں اس وقت تک تم ان کے قریب نہ جاؤ: 'حتی یطھرن' (سورۃ البقرۃ) (حاشیۃ الجمل/ کفایۃ/ باجوری)

(۲) سرِ ذَکر جو ختنہ کرنے کے بعد کھل جائے۔ (فیض الالہ/ الام)

و يـأخذ محتمل الحدثين بما شاء و يحرم بالجنابة ما يحرم بالحدث و قـراءـة الـقـرآن بـقـصـدهـا و المكث في المسجد لا العبور وأقل الـغسـل نية رفـع الـحدث أو استباحة مفتقر إليه أو أداء فرض الغسل مـقرونة بأول غسل مفروض و تعميم الشعر والبشرة له بالغسل حتى مـنابت كثيفة ولا تجب المضمضة والاستنشاق وأقله أن يزيل الأذى و يتوضأ كملا ثم يفيض الماء على رأسه و يخلل أصول شعره ثم على شقه الأيمن ثم الأيسر و يتعهد المعاطف و يثلث ويدلک .

جسے حدث اصغر یا اکبر کے بارے میں شک ہوتو وہ جسے چاہے اختیار کرے۔ جنابت سے وہ چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو بے وضو ہونے کی حالت میں حرام ہیں، نیز تلاوت قرآن بقصد تلاوت، اور مسجد میں ٹھہرنا بھی حرام ہے۔ (بے وضو کے لیے یہ دونوں امور حرام نہیں) جنابت کی حالت میں مسجد سے گذر جانا حرام نہیں ہے (البتہ چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا حرام ہے)۔

غسل کا مختصر طریقہ یہ ہے: رفع حدث یا ایسے کام کے مباح ہونے کی نیت سے غسل کرنا جس کے لیے طہارت ضروری ہے (جیسے نماز، طواف وغیرہ) یا فرض غسل کے اَدا کی نیت کرنا۔ فرض غسل کے آغاز ہی میں اقترانِ نیت واجب ہے۔ جسم کے تمام بالوں اور ظاہر جلد پر، حتی کے گھنے بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچانا واجب ہے۔ جنبی کے لیے مضمضہ اور اِستنشاق کرنا واجب نہیں ہے۔

اور غسل کا کامل طریقہ یہ ہے کہ پہلے بدن سے میل کچیل وغیرہ دور کرے، پھر مکمل وضو کرے، اور سر پر پانی ڈالے پھر بالوں کی جڑوں کا خلال کرے، اس کے بعد پہلے دائیں مونڈھے پر پانی بہائے پھر بائیں مونڈھے پر اور جوڑوں پر بھی اچھی طرح پانی بہائے، پانی تین تین مرتبہ بہا کر بدن کو ملتا رہے۔

والـمرأة تتبع أثر الدم شيئا من المسک أو نحوه عند عدمه ولا يسن تـجـديـد الغسل بخلاف الوضوء و يسن أن لا ينقض ماء الوضوء عن مـد ومـاء الـغسـل عـن صـاع ولا حـد لأقلهما ومن على بدنه نجاسة يـجـب أن يـزيـلهـا أولا ثـم يـغتسـل كـالـوضوء ومن اغتسل للجنابة والـجـمـعة أجزأه عنها و لأحدهما لا يجزئ عن الآخر ولو أحدث ثم أجنب أو عكس كفاه غسل واحد .

عورت (غسل حیض ونفاس کے بعد) شرمگاہ پر مشک کا پھایا رکھے اور اگر پھایا نہ ملے تو اس کے مثل کوئی دوسری خوشبو رکھے۔تجدید غسل (۱) سنت نہیں ہے۔مگر تجدید وضو (۲) سنت ہے۔ سنت ہے کہ وضو کے پانی (کی مقدار) ایک مد سے کم اور غسل کے پانی (کی مقدار) ایک صاع سے کم نہ ہو۔البتہ وضو اور غسل کے لیے کم سے کم پانی کی کوئی حد متعین نہیں ہے۔جس شخص کے جسم پر نجاست لگی ہو غسل سے پہلے اسے دور کرنا ضروری ہے۔پھر وہ کامل وضو کی طرح کامل غسل کرے۔

جس نے جنابت اور جمعہ کی نیت سے غسل کیا ہو تو دونوں کے لیے ایک ہی غسل کافی ہے،مگر جس نے غسل میں ایک ہی نیت کی تو دوسرے کے لیے وہ غسل کافی نہیں ہوگا۔اگر کسی شخص کو پہلے حدث لاحق ہوا پھر جنابت یا پہلے جنابت پھر حدث تو دونوں کے لیے ایک ہی غسل کی نیت کافی ہے۔

(۱) یعنی بلا سبب غسل کے بعد پھر سے غسل کرنا۔

(۲) باوضو شخص کا پھر سے وضو کرنا۔(۳)

بــاب النجاسات : هــی الــمسـکــر المائع والکلب والخنزیر و فــروعهما والقیح والقیئ والروث والبول والمذی والودی ومنی غیر الاٰدمــی ولبــن مــا لایؤکــل لــحــمــه سوی الاٰدمــی والمیتــات سوی الســمــک والــجراد و الاٰدمی وعلقته ومضغته و رطوبة فرج الحیوان الطاهر والجزء المنفصل من الحی کمیته

نجاستوں کا بیان (۱)

ہر نشہ آور بہنے والی چیز، کتا، خنزیر، اور ان دونوں کے میل میلاپ سے پیدا شدہ جانور، خون، قیح (زرد پانی) قے، گوبر، پیشاب، مذی، ودی (۲) غیر آدمی کی منی، آدمی (عورت) کے سوا، اس جانور کا دودھ جس کا گوشت کھانا حرام ہے، یہ تمام چیزیں نجس ہیں۔ اور اسی طرح مردار مچھلی، یا مری ہوئی ٹڈی، اور مردار آدمی کے علاوہ ہر مردار نجس ہے۔ علقہ، مضغہ (۳) پاک جانور کے شرمگاہ کی رطوبت، زندہ جانور (کے بدن) کا جدا شدہ حصہ مردار کی طرح ہے؛

(۱) نجاست کے لغوی معنی غیر پسندیدہ اور غلیظ چیز کے ہیں۔ اور اصطلاح شریعت میں ہر اس عین شے کو نجس کہا جاتا ہے جس کا اختیاری حالت میں، سہولت کے ساتھ کھانا پینا حرام ہے۔ اس شئ کی حرمت کا حکم اس کے محترم، یا ناپسندیدہ ہونے کی وجہ سے نہیں لگایا گیا، اور نہ ہی اس بنا پر کہ وہ عقل و بدن کو نقصان پہنچاتی ہے۔ بعض فقہا نے نجاست کے مفہوم کو اس طرح بیان کیا ہے کہ ایسی گندگی جو صحت نماز کو مانع ہو۔ (اعانۃ۔ المناجاۃ)

(۲) مذی وہ سفید رقیق پانی جو شہوانی حرکات کی وجہ سے شدت شہوت اور لذت کے بغیر اگلی شرمگاہ سے نکلتا ہے۔ اور ودی، سفید گدلا گاڑھا پانی جو پیشاب کے بعد یا غیر معمولی وزن اٹھانے پر اگلی شرمگاہ سے خارج ہوتا ہے۔ (النجم الوھاج/۱۔ حاشیۃ الشرقاوی/۱)

(۳) حمل قرار پانے کی وجہ سے جب خون گاڑھا بن جاتا ہے تو اسے علقہ کہتے ہیں اور وہی گاڑھا خون جب گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے تو اسے مضغہ کہتے ہیں۔ فقیہ شافعی ابو سہیل صعلو کی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ رحم میں منی چالیس دنوں تک اپنی حالت پر برقرار رہتی ہے، پھر چالیس دنوں کے بعد چالیس دنوں تک علقہ اور پھر چالیس دنوں تک مضغہ کی شکل اختیار کرتی ہے پھر اس مدت کے بعد بچہ میں روح پھونک دی جاتی ہے۔ (الاقناع/قلیوبی/عمیرۃ)

لا شعر المأكول و ريشه و بيضه وانفحته والمسک و فارته و يطهر من النجاسات الخمر إذ تخللت وليس فيها عين ولم تلاقها نجاسة وإن نقلت من الظل إلى الشمس و بالعكس والجلد الذى نجس بالموت يطهر ظاهره و باطنه بالد با غ وهو نزع فضلاته بأدوية حريفة ولو نجسة لا بالترتيب والشمس ولا يجب استعمال الماء فى اثنائه لكن الجلد بعد الد با غ كالثوب النجس لابد من غسله وما ينجس بملاقات الشيئ من كلب أو خنزير أو فروعهما يشترط غسله سبع مرات إحداهن بمزج التراب الطاهر بالماء .

مگر حلال جانور کے بال، پر، انڈے، انفحہ (۱) مشک، اور نافہ مشک پاک ہیں۔نجاستوں میں سے شراب اگر از خود سرکہ بن جائے تو پاک ہو جائے گی، بشرطیکہ اس میں دلدار کوئی چیز نہ گری ہو اور نہ ہی اس میں کوئی دوسری نجاست ملی ہو۔ اگر شراب سایہ سے دھوپ میں یا دھوپ سے سایہ میں کرنے کی وجہ سے سرکہ بن جائے تب بھی وہ پاک ہو جائے گی۔ جو چمڑا (جانور کی) موت کے سبب نجس ہوا ہو وہ دباغت کے ذریعے اندر باہر سے مکمل پاک ہو جائے گا۔

دباغت یہ ہے کہ چمڑے کے فضلات کو تیز دواؤں کے ذریعے ختم کیا جائے۔خواہ وہ دوائیں ناپاک ہی کیوں نہ ہوں۔ چمڑے کو مٹی سے دباغت دینے یا محض دھوپ میں سکھانے سے چمڑا پاک نہیں ہوگا۔ دورانِ دباغت چمڑے پر پانی کا استعمال کرنا ضروری نہیں ہے لیکن دباغت کے بعد ایسا چمڑا نجس کپڑے کی طرح ہے جس کا دھونا واجب ہے۔ کتا، خنزیر یا اس کے فروع (کے میل ملاپ سے پیدا شدہ جانور کی رطوبت) سے جو چیز نجس ہو جائے اسے سات مرتبہ دھونا واجب ہے۔منجملہ میں ایک مرتبہ پاک مٹی ملا کر دھوئے۔

(۱) جاندار کے بچے کے شکم میں جو دودھ جیسی رطوبت ہوتی ہے۔(شرح سلم التوفیق)

و يـجـزئ فـی بول الصبی الذی لم يطعم سوا اللبن الرش مع التعميم وما يـنـجـس بـغيرهما إن لم يكن له عين كفی إجراء الماء عليه وإن كـانـت له عين وجب إزالتها مع صفاتها ولا يضر بقاء اللون أو الريح إذا عسـر إزالتـه لا إن بـقی الطعم أواللون والريح ولو وقعت فأرة فی بـئـر مـاؤهـا كثيـر و تـمعط شعرها نزع جميعها ويشترط ورود الماء القليل علی المغسول لاعصره والغسالة تنفصل بلا تغير و زيادة وزن حكمها حكم مغسولها ولو تنجس مائع ولو دهنا تعذر تطهيره .

شیر خوار بچہ کی پیشاب پر صرف پانی چھڑک دینا کافی ہے،اس طرح کہ پانی پیشاب پر غالب آجائے۔ اور جو چیز کتے اور خنزیر کی پیشاب وغیرہ کے علاوہ کسی دوسری نجاست کے ملنے سے ناپاک ہو جائے اگر وہ نجاست دلدار نہ ہوتو اس پر پانی بہا دینا کافی ہے۔ اور اگر وہ نجاست عینی (دلدار) ہوتو پہلے اسے اس کے جرم کے ساتھ دور کرنا واجب ہے۔ جب نجاست کے رنگ یا بو کا اِزالہ کرنا دشوار ہوتو اس کے باقی رہنے سے طہارت میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ ہاں! اگر صرف مزہ یا رنگ و بو دونوں باقی ہوں تو وہ ناپاک ہی رہے گا۔

اگر چوہا کسی ایسے کنویں میں گر جائے جس میں پانی (قلتین یا اس سے) زیادہ ہو اور اس میں اس کے بال بکھر جائیں تو اس کنویں کا سارا پانی نکالا جائے گا۔ جو چیز دھوئی جاتی ہو اس پر آبِ قلیل (قلتین سے کم پانی) کا بہنا شرط ہے۔ اس کو نچوڑنا ضروری نہیں ہے۔ کسی تبدیلی اور وزن کی زیادتی کے بغیر جدا ہونے والا غسالہ (دھون) مغسول کے حکم میں ہے۔ اگر بہنے والی کوئی چیز نجس ہو جائے خواہ وہ تیل ہی کیوں نہ ہو، تو اس کا پاک کرنا ناممکن ہے (البتہ پانی اس حکم سے مستثنیٰ ہے)۔

باب التيمم : تيمم في الاحداث لأسباب : أحدها فقد الماء وإذا تيقن المسافر عدمه تيمم بلا طلب وإن توهم وجوده طلبه في رحله و من رفقته و نظر حواليه إن كان بمستوى وإلا تردد بحسبه

تیمّم کا بیان(۱)

بے وضوو بے غسل چند اسباب کے پائے جانے پر تیمّم کرے گا۔ پہلا سبب پانی کا نہ ملنا، جب مسافر کو پانی کے نہ ملنے کا یقین ہو جائے تو تلاش کے بغیر ہی تیمّم کر لے۔ اور پانی کے ملنے کا صرف وہم و گمان ہو تو پہلے اپنے سامان سفر میں تلاش کرے پھر اپنے ساتھیوں سے طلب کرے (پھر بھی پانی نہ ملے) اور زمین ہموار ہو تو چاروں طرف نظر دوڑائے، ورنہ اندازے کے مطابق اِردگرد چکر لگائے۔

(۱) ابو منصور ازہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تیمّم، کلام عرب میں نیت و ارادہ کے معنی میں مستعمل ہے۔ کما يقال تيممت فلانا و يممته و اممته اى قصدته (شرح المہذب/۲) اصطلاح شریعت میں مخصوص شرائط کی پابندی کے ساتھ، وضو یا غسل کے عوض چہرے اور ہاتھوں پر مٹی پہنچانا تیمّم کہلاتا ہے۔ مشہور قول کے مطابق، تیمّم ہجرت کے چوتھے سال فرض ہوا۔ باختلاف اقوال ۴، ۵، ۶ ہجری بھی منقول ہے۔ تیمّم امت محمدیہ کی خصوصیات سے ہے۔ امم سابقہ میں پانی کے بغیر طہارت کا حصول ناممکن تھا۔ اسی طرح حضر میں عبادت گاہوں سے باہر عبادت کا تصور بھی مفقود تھا۔ امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امم سابقہ کو مخصوص مقامات پر ہی جیسے گرجا گھر وغیرہ میں عبادت کی اجازت تھی؛ مگر امام کرمانی علیہ الرحمۃ کی رائے یہ ہے کہ یہ حکم امم سابقہ ہی کے لیے تھا۔ انبیاء سابقین کے لیے نہ تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سیر و تفریح فرمایا کرتے تھے اور دورانِ سفر جس مقام پر جگہ مل جاتی وہاں نماز پڑھ لیتے تھے۔ تیمّم کی مشروعیت کی حکمت و مصلحت یہی ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کو جن عبادتوں کا مکلّف بنایا ہے ان کے بجا لانے میں تنگی و مشقت نہ ہو۔ (حاشیۃ البجیرمی/شرح مسلم /الاقناع/) ۔ تیمّم کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ رب تعالی ارشاد فرماتا ہے: 'اگر تم بیمار ہو جاؤ یا سفر میں رہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت کر لے یا عورتوں کا بدن چھو لے اور ان صورتوں میں پانی نہ پائے تو پاک مٹی سے تیمّم کر لے اپنے منہ اور ہاتھوں کا مٹی سے مسح کر لے۔ (سورۃ المائدۃ/۶)

و یـجـب تـجـدید الطلب لتیمم بعده وإن لم یفارق موضعه وإذا تیقن وجـوده فیـمـا یتردد إلیه لحاجاته وجب قصده إن لم یخف ضررا فی نـفـس أو مال وإن کان فوق ذلک فله التیمم . وإذا تیقن وجوده إلی آخـرالـوقت فالتأخیر أولی وإن ظن فالتعجیل أفضل و إن وجد ماء ما یـصـلـح لـلغسل وجب استعماله قبل التیمم و یجب شری الماء کما یـجب شری الثوب إن بیع بثمن مثله فی زمانه و مکانه ولم یحتج إلیه لدین مستغرق أو مؤنة سفر أو نفقة حیوان محترم .

پہلے تیمّم کے بعد (دوسرے تیمّم) کے لیے نیے سرے سے پانی تلاش کرنا واجب ہے۔ اگر اس نے اپنے سامانِ سفر کو نہ چھوڑا ہو۔ جب کسی کو اس مقام پر پانی ملنے کا یقین ہو جہاں اپنی ضرورتوں کے لیے آتا جاتا ہو تو اسے اس مقام تک جانا واجب ہے، بشرطیکہ اسے جان و مال کے نقصان کا کوئی خوف نہ ہو۔ اور اگر پانی اس مقام سے دوری پر ہو تو اب اس کے لیے تیمّم کرنے کی اجازت ہے۔ اگر کسی کو آخری وقت تک پانی کے ملنے کا یقین ہو تو اسے (نماز میں) تاخیر کرنا ہی اَولی ہے۔ اور اگر صرف گمان ہو تو اس کے لیے تعجیل (۱) افضل ہے۔

اگر پانی بعض اعضائے جسم کے دھونے کی مقدار ہی میں پایا جائے تو تیمّم کرنے سے پہلے ان اعضا پر پانی کا استعمال کرنا واجب ہے۔ (طہارت کے لیے) پانی کا خریدنا ایسے ہی واجب ہے جیسے (سترِ عورت) کے لیے کپڑا خریدنا۔ البتہ اس کے لیے یہ شرط ضرور ہے کہ پانی اس وقت، اور اس مقام پر رائج قیمت کے حساب سے بیچا جارہا ہو اور وہ (خریدار) قرض میں ڈوبے ہوئے، قرض کی ادائیگی یا زادِراہ یا کسی محترم جانور (کے چارے پانی) کے خرچ کے لیے اس قیمت کا محتاج نہ ہو۔

---

(۱) تیمّم کر کے جلد ہی نماز پڑھنا افضل ہے۔

ولـو وهـب منه الماء أو اعير منه الدلو وجب القبول لا قبول ثمنه ولو نسـى الماء فى رحله أو أضله فيه فلم يجده بعد الطلب وجب القضاء لا إن أضل رحله فى الرحال .

الثـانـى أن يحتاج إليـه لعـطـش مـحتـرم حالا او ماء لا . الثالث الـمـرض الـذى يخاف من استعمال الماء معه تلف عضو أو منفعته أو بـطـو البـرئى أو شينا فاحشا على عضو ظاهر أو شدة البرد وإذا امتنع استـعـمـالـه فى بعض الاعضاء و لم يكن عليه ساتر غسل الصحيح و تيمم عن الجريح و لا ترتيب بينهما للجنب و للمحدث .

اگر کسی کو اس میں سے کچھ پانی ہبہ کر دیا جائے یا بطورِ قرض دیا جائے تو اسے، اس پانی کا قبول کرنا واجب ہوگا۔ البتہ کوئی پانی کی قیمت دے تو اس قیمت کا قبول کرنا واجب نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے سامانِ سفر میں پانی بھول جائے یا اس میں رکھا ہوا پانی گم کر دے اور تلاش کرنے کے باوجود نہ ملے (پھر وہ تیمّم کر کے نماز پڑھ لے تو اس پر اس) نماز کا اعادہ واجب ہے۔ اور اگر اپنا ساز وسامان (جس میں پانی بھی تھا) کسی دوسرے کے ساز وسامان میں گم کر دے تو نماز کا اِعادہ واجب نہیں ہے۔

دوسرا سبب: کسی حیوانِ محترم (کی پیاس بجھانے) کے لیے فی الحال یا آئندہ اس پانی کی ضرورت درپیش ہو۔ تیسرا سبب: ایسے مرض کا پایا جانا جس میں پانی کے استعمال سے کسی عضو یا اس عضو کی منفعت کے بے کار وضائع ہو جانے یا کسی مرض سے شفا پانے کی مدت بڑھ جانے یا کسی ظاہری عضو پر بدنما داغ پیدا ہونے یا کڑاکے کی ٹھنڈک (سے بیمار ہونے) کا خوف لاحق ہو۔ اگر کوئی (مرض یا زخم) جسم کے بعض عضو پر پانی کے استعمال کو مانع ہو اور اس پر کوئی ساتر (پٹی، پھویا) بھی نہ ہو تو تندرست عضو کو دھو لے اور زخمی عضو کے بدلے تیمّم کر لے اور ان دونوں (یعنی تیمّم کرنے اور دھونے) میں بے وضو اور جنبی پر ترتیب بھی واجب نہیں ہے۔

و تيـمـم عـنـد وظيفة غسل ا لعليل وإن كانت الجراحة على عضوين فـصاعدا تيـمـم بـحسبـه وإن كـانـت عـلـيـه سـاتر يشق نزعه غسل الـصـحيـح و تيـمـم كـما سبق و مسح كل الجبيرة بالماء وإذا تيمم لـفـرض آخر و هو على الطهارة فالجنب يكفيه التيمم و المحدث ما يترتب على العضو العليل من الغسل و المسح .

فـصـل : يجوز التيمم بكل تراب طاهر حتى الطين الذي يتداوي به و رمل له غبار .

عضو بیمار کے دھونے (کی باری) کے وقت ہی اس کا تیمّم کرلے۔ اگر زخم دو یا دو سے زیادہ مقامات پر ہوتو حسب شمار (زخمی اعضا کی تعداد کے مطابق متعدد) تیمّم کرے۔ اگر زخمی عضو پر ایسا ساتر ہو جس کا نکالنا دشوار ہوتو تندرست عضو کو دھو ڈالے اور ساتر پر مسح کرتے ہوئے تیمّم کرلے جیسا کہ مسئلہ مذکور ہوا۔ (ساتر کا مسح کرتے وقت) پورے ساتر کا پانی سے مسح کرے۔ اگر کوئی شخص طہارت کی حالت ہی میں دوسرے فرض کے لیے تیمّم کر رہا ہے (یعنی پہلے تیمّم سے فرض نماز ادا کرنے کے بعد اس کا تیمّم باطل نہیں ہوا ہے) تو جنبی کے لیے صرف تیمّم کر لینا ہی کافی ہے۔ (یعنی زخمی عضو سے متصل حصہ کا دوبارہ دھونا ضروری نہیں) اور بے وضو، بیمار عضو (سے متصل حصہ) کو پھر سے دھوئے اور مسح بھی کرے۔

فصل، پاک مٹی کا بیان: (۱) ہر پاک مٹی سے تیمّم کرنا جائز ہے۔ (۲) حتی کہ اس مٹی سے بھی جو دوا کے طور پر استعمال کی جاتی ہے۔ اور اس ریت سے بھی جو غبار آلود ہو (۳)۔

---

(۱) حدیث شریف میں ہے: میری امت کو امم سابقہ پر تین چیزوں میں فضیلت بخشی گئی ہے، روے زمین کو میرے لیے مسجد، مٹی کو پاک، پاک کرنے والا بنایا گیا ہے اور ہماری صفوں کو فرشتوں کی صفوں کے مثل بنایا گیا ہے۔ (صحیح ابن حبان/سنن کبری)

(۲) جیسے گل اِرمنی اور ملتانی مٹی۔

(۳) خواہ وہ سونے، چاندی کی ہو۔

لا بـمـعدن و سحاقة خزف و مختلط بدقيق أو نحوهو إن قل الخليط ولا بـالتـراب الـمستـعـمل و هو ما لزم العضو أو تناثر عنه ولا بد من قصد التراب و يكفي تمعكه لا إن سفت الريح عليه فردده ونوى ولو تيممه غيره بإذنه ولو قادر جاز .

فـصل : وأركان التيمم منها نقل التراب ولو من الوجه إلى اليد و بـالـعـكس ونية استباحة الصلوٰة لا نية رفع الحدث أو فرض التيمم . ويجب اقترانها بالنقل واستدامتها إلى مسح شيئ من الوجه فلو نوى الفرض و النفل أو مجرد الفرض أبيح له .

کان سے نکلی ہوئی کسی چیز (۱) یا آٹے اور اس کے مثل کسی دوسری چیز میں مخلوط مٹی سے تیمّم کرنا جائز نہیں ہے؛ خواہ وہ ملی ہوئی چیز (مقدار میں) کم ہو۔ مستعمل مٹی سے بھی تیمّم کرنا جائز نہیں ہے۔ مستعمل وہ مٹی ہے (جو تیمّم کے بعد) عضو سے چمٹی رہے یا اعضائے تیمّم سے بکھر گئی ہو، تیمّم کرنے کے لیے، مٹی لینے کی نیت و ارادہ کرنا واجب ہے اور اعضائے تیمّم کو مٹی میں پھیر دینا بھی کافی ہے۔ البتہ اعضائے تیمّم پر ہوا مٹی کو اڑا کر پہنچا دے اور تیمّم کرنے والا اسے ملتے ہوئے تیمّم کی نیت کر لے تو یہ جائز نہیں ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کو اس کی اجازت سے تیمّم کرایا باوجودیکہ وہ شخص تیمّم پر قادر تھا تو یہ جائز ہے۔

فصل: تیمّم کے ارکان یہ ہیں: (پہلا رکن) مٹی کا نقل کرنا، خواہ چہرے سے ہاتھ کی طرف نقل کرے یا اس کے برعکس (یعنی ہاتھ سے چہرے کی طرف)۔ (دوسرا رکن) نماز کے مباح ہونے کی نیت کرنا، محض رفع حدث یا صرف فرض تیمّم کی نیت کر لینا کافی نہیں ہے۔ مٹی کو نقل کرتے وقت ہی نیت کرنا اور اسے چہرے کے کسی حصہ کا مسح کرنے تک قائم رکھنا واجب ہے۔ اگر کسی نے فرض و نفل یا صرف فرض نماز کی نیت سے تیمّم کیا تو اس کے لیے فرض و نفل (دونوں نمازیں) جائز ہے۔

(۱) مٹی کے برتن کا ٹکڑا۔

وإن نـوى النفل أو مطلق الصلوٰة فله النفل و مسح الوجه واليدين مع المرفقين ولا يجب ايصال التراب إلى منابت الشعور وإن خفت .

و الترتيب في المسح دون النقل حتى لو ضرب يديه على التراب و مسـح بيـمينـه وجهه و بيساره يمينه جاز . و يستحب التسمي في أولـه و مسـح الـوجـه واليـديـن بـضـربتيـن وتقديم اليمنى و تخفيف التـراب و البـدأة بـأعـلـى الـوجــه والـموالاة و تفريق الأصابع في الضربتين و يجب نزع الخاتم في الثاني .

اور اگر کوئی صرف نفل یا مطلق نماز کی نیت سے تیمّم کرے تو اس کے لیے صرف نفل نماز ہی جائز ہے۔ (تیسرا رکن) چہرہ اور ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کرنا ہے۔ مٹی کو بالوں کی جڑوں تک پہچانا واجب نہیں ہے خواہ بال ہلکے ہوں۔

(چوتھا فرض) ترتیب سے مسح کرنا ہے۔ مٹی کو نقل کرنے میں ترتیب واجب نہیں ہے حتی کہ اگر کوئی اپنے دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مارے اور اپنے دائیں ہاتھ سے چہرے کا اور بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ کا مسح کرے تو بھی یہ جائز ہے۔ آغازِ تیمّم میں بسم اللہ پڑھنا، چہرے اور دونوں ہاتھوں کا مسح دو ضربوں کے ساتھ کرنا۔ دائیں ہاتھ کا مسح بائیں سے پہلے کرنا، مٹی کو ہتھیلیوں سے جھاڑ کر کم کرنا، چہرے کے اوپری حصہ سے مسح کا آغاز کرنا، مسح پے در پے کرنا اور دونوں ضربوں میں انگلیوں کو کشادہ رکھنا سنت ہے۔ دوسری ضرب میں انگوٹھی کا اُتارنا واجب ہے۔ (۱)

---

(۱) اگر انگوٹھی پہلی ضرب میں نہ اُتارا ہو تو دوسری ضرب میں اتارنا واجب ہے، اور پہلی ضرب میں اتارنا سنت ہے۔ (اعانۃ)

فـصـل : وإذا تيـمم لفقد الماء ثم وجده قبل الشروع في الصلوٰة أو بـعـده بلا مانع وإتمامها بالتيمم لا يسقط فرضها بطل وإن أسقطه لـم تبـطـل إلـى التـحـلـل وإن كـانـت نافلة لكن لا يزيد على منوية و الـمتنفل لا يزيد على ركعتين عند الإطلاق وقطعها ليتوضأ أفضل ولا يـصـلـي بتيـمـم أكثـر من فريضة و يصلي نوافل ما شاء وصلاة جنازة ولنذر حكم الفرض .

فصل، تیمّم کے بعض متفرق مسائل : اگر کوئی شخص پانی مفقود ہونے کی وجہ سے تیمّم کرے۔ پھر نماز شروع کرنے سے پہلے یا شروع کرنے کے بعد بغیر کسی تکلیف کے اسے پانی مل جائے (۱) اور (وہ نماز ایسی ہو کہ) تیمّم سے مکمل اَدا کر لینے کے باوجود (تیمّم) اس نماز کی فرضیت کو ساقط نہ کر سکے تو تیمّم اسی وقت باطل ہو جائے گا اور اگر تیمّم اس نماز کی فرضیت کو ساقط کرنے والا ہو تو سلام پھیرنے تک تیمّم برخاست نہیں ہوگا خواہ وہ نفل نماز ہی ہو، لیکن نفل نماز پڑھنے والا نیت کی ہوئی رکعتوں سے مزید رکعتیں نہ پڑھے۔ مطلق نیت کے ساتھ نفل پڑھنے والا دو رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھے (البتہ اس صورت میں) وضو کرنے کے لیے نفل نماز کو توڑ دینا ہی افضل ہے۔ کوئی شخص ایک تیمّم سے ایک سے زائد فرض نماز نہ پڑھے۔ البتہ نفل اور نماز جنازہ جس قدر چاہے پڑھے۔ تیمّم سے ادا کی جانے والی نذر کی نماز، تیمّم کے ساتھ پڑھی جانے والی فرض نماز کے حکم میں ہے (۲)۔

---

(۱) یعنی پانی کے حصول میں کسی شخص کی مزاحمت یا درندہ یا کسی کی پیاس رکاوٹ نہ بنی ہو۔

(۲) یعنی ایک تیمّم سے ایک سے زائد منت مانی ہوئی نماز نہ پڑھے۔

ومـن نسـي إحـدى الـخمس صلاهن بتيمم واحد و من نسى صلاتين مـختـلـفين صلى كل واحد من الخمس بتيمم أو تيمم مرتين و صلى بـالأول أربـعا على الولاء و بالثاني أربعا ليس منها التي بدأ بها وإن لم يـعـلـم اختـلافـه صلى الخمس مرتين بتيممين ولا يتيمم لمؤقتة قبل وقتهـا و مـن لم يجد ماء ولا ترابا صلى الفرض وحده وأعاد و يقضى الـمتيـمم المقيم والعاصى بالسفر و المتيمم لشدة البرد و لو مسافرا ومـن عـلـى جرحه دم لايعفى عنه أو ساتر وضعه على الحدث أو على عضو من أعضاء التيمم . (والله أعلم)

اگرکوئی شخص پانچ نمازوں میں سے کوئی ایک بھول جائے تو پانچوں نمازوں کوایک ہی تیمّم سے ادا کرلے اوراگرکوئی دومختلف نمازیں بھول جائے تو پانچوں میں سے ہرایک کے لیےایک ایک مرتبہ تیمّم کرے (اورکل دس نمازیں پڑھے) یا دومرتبہ تیمّم کرے، پہلے تیمّم سے مسلسل چارنمازیں (فجر،ظہر،عصر،مغرب) اَداکرے اور دوسرے تیمّم سے (دوسری) چارنمازیں جن میں وہ نماز (شامل) نہ ہوگی جس سے آغاز کیا تھا (یعنی فجر کو چھوڑ کرظہر تا عشا اَدا کرے) اور جسے دونوں مختلف نمازوں کا علم نہ ہوتو پانچوں نمازوں کو دومرتبہ دوتیمّم سے اَدا کرے۔وقتی نماز(۱) کے لیےاس کا وقت شروع ہونے سے پہلے تیمّم نہ کرے۔جس شخص کو نہ پانی ملا اور نہ ہی مٹی ،تو وہ صرف فرض نماز پڑھ لےاور (پانی کے ملنے پر) اس نماز کا اعادہ کرلے۔تیمّم کرنے والامقیم اور مسافر عاصی (۲) دونوں ہی (پانی کے ملنے پر) نماز کا اعادہ کرلے۔اسی طرح سخت جاڑے کی وجہ سے تیمّم کرنے والا بھی نماز کا اعادہ کرے خواہ وہ مسافر ہو۔اور جس کے زخم پراس قدر زیادہ خون جم گیا ہو جو معاف نہیں ہے یا کسی نے ساتر (پلاسٹر) کو حالت حدث (بے وضو یا بےغسل ہونے کی حالت) میں باندھا یا اسے اعضائےتیمّم میں سے کسی عضو پر باندھا تو ایسا شخص بھی اس نماز کا اعادہ کرے۔(واللہ اعلم)

(۱) دخولِ وقت پر ہی اَدا کی جانے والی نماز خواہ فرض ہو جیسے فجر خواہ نفل۔

(۲) وہ مسافر جس کا سفر گناہ کا سفر ہو جیسے نافرمان بیوی کا سفر اس کےشوہر کی مرضی کے خلاف یا آقا سے بھاگے ہوئے غلام کا سفر۔

بـاب الـحيـض : أقـل سـنـة تسـع سـنيـن قمرية وأقلـه يوم و ليلة وأكثره خمسة عشر يوما بلياليها وأقل الطهر بين الحيضتين خمسة عشريوما ولا حد لأكثره .

حیض کا بیان(۱)

دم حیض جاری ہونے کی کم سے کم عمر،قمری نو سال ہے۔(۲) اور اس کی کم سے کم مدت مسلسل ایک دن اور ایک رات ہے اور اکثر مدت پندرہ دن اور پندرہ راتیں ہیں۔دو حیضوں کے درمیان طہر (پاکی) کی کم سے کم مدت پندرہ دن ہے اور زمانہ طہر کی اکثر مدت کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔(۳)

(۱) حیض کے لغوی معنی سیلان اور بہنا ہے۔جب پانی بہنے لگتا ہے تو اہل عرب کہتے ہیں:'حـــاض الـوادی'،'حـاض السيـل'۔بعض محققین کہتے ہیں کہ جب ببول کے درخت سے خون کے مشابہ سرخ رنگ کا پانی نکلتا ہے تو اس وقت اہل عرب کہتے ہیں:'حـاضـت السمـرة'۔اور اصطلاح شریعت میں حیض اس خون کو کہتے ہیں جو بالغہ عورت کے رحم سے صحت کی حالت میں،بغیر زچگی کے عادی طور پر نکلتا ہے۔دم حیض کے اِجرا کی حکمت اولاد کی پرورش ہے۔جب بچہ رحم مادر میں ہوتا ہے تو یہی خون اس کی غذا بن جاتا ہے،یہی وجہ ہے کہ اکثر حاملہ عورتوں کو حیض نہیں آتا ہے۔رب قدیر کی قدرت کاملہ ہے کہ وضع حمل کے بعد یہی خون دودھ بن جاتا ہے۔سب سے پہلے حیض حضرت حوا علیہا السلام کو منگل کے دن آیا،جب انھوں نے جنت میں ایک درخت کے پھل کو توڑا تو اس سے پانی بہہ نکلا۔اللہ نے فرمایا کہ اے حوا میں تجھے خون آلود کردوں گا جیسے تو نے اس درخت کو آلودہ کیا ہے۔نیز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے یہ بھی منقول ہے کہ سب سے پہلے دم حیض بنی اسرائیل کی عورتوں کو اللہ کی ناراضگی کے سبب جاری ہوا تھا(باجوری/۱۔حواشی تحفہ/۱)

(۲) اسلامی مہینوں کے اعتبار سے۔

(۳) اکثر عورتوں کو ایام حمل میں مہینوں تک حیض نہیں آتا ہے تو وہ زمانہ بھی طہر ہی کا زمانہ کہلائے گا۔

و يـحـرم بـه مـا يـحـرم بالجنابة والعبور في المسجد خائفة تلويثه و الـصوم و يجب قضاؤه بخلاف الصلاة و يحرم منها ما بين السرة و الـركبة و مبـاح الـصـوم و الـطـلاق بـانـقـطـاعـه وغيرهما بالغسل والاستـحـاضة حدث دائم كسلسل البول لا يمنع الصوم و الصلاة لـكـن تـغتسـل الـمستـحاضة فرجها بعد دخول الوقت و تعصبه ثم تتوضأ و تبادر بالصلوة .

حیض کی وجہ سے وہ تمام چیزیں حرام ہوجاتی ہیں جو جنابت کی وجہ سے حرام ہوتی ہیں (مثلا نماز،طواف،مس قرآن وغیرہ،علاوہ ازیں) جس حائضہ عورت کومسجد کے آلودہ ہونے کا خوف ہوایسی عورت کومسجد سے گذرنا حرام ہے۔اوراسی طرح اسے روزہ رکھنا بھی حرام ہے، مگراس پراس روزہ کی قضا واجب ہے بخلاف نماز کے(۱) حائضہ عورت کے اس حصہ بدن سے لذت حاصل کرنا (جماع کرنا) حرام ہے جو ناف اور گھٹنے کے درمیان ہے۔تاہم ماہواری بند ہو جانے پر اسے روزہ رکھنا اور طلاق دینا جائز ہے۔اوران دونوں کے علاوہ جملہ امور غسل کے بعد ہی جائز ہوتے ہیں(۲)۔

دم اِستحاضہ،(۳)سلسل بول کی طرح دائمی حدث ہے جونماز وروزہ کے ادا کرنے میں مانع نہیں ہے،لیکن مستحاضہ عورت دخول وقت کے بعد(وضو سے پہلے) اپنی شرمگاہ کودھوئے اوراس پر پٹی باندھے۔(۴) پھروضوکرےاورفوراًنماز پڑھے۔

(۱) یعنی حائضہ پرنماز حرام ہےاورمشقت کی وجہ سےاس پراس کی قضا بھی نہیں ہے۔(اعانۃ)
(۲) یعنی جب تک غسل نہ کرے روزے اور طلاق کے سوا ساری چیزیں حرام ہیں۔(فتح المعین/نھایۃ الزین)
(۳) عورت کی شرمگاہ سے نکلنے والا وہ خون جوکسی عارضہ کے طور پر نکلتا ہےاسے دم استحاضہ کہتے ہیں۔(حواشی تحفۃ)
(۴) دورِحاضر میں stayfree وغیرہ مروّج ہیں ان کا بھی یہی حکم ہے۔

فـإن أخـرت لـمـصـلـحة الصلوٰة من ستر أو انتظار جماعة لم يضر ولـغيـره يـوجـب الاستيناف ويجب تجديد الوضوء كما ذكر لكل فـرض فـلـو انـقـطـع قبـل الشروع في الصلوٰة و عادتها العود قريبا صـلـت فإن دام قضت أو لإعادة لها أولها عادة و احتملت الانقطاع الوضوء و الصلوٰة وجب التجديد .

فـصـل : إذا رأت لسـن الـحيـض قـدر أقـله ولم يعبر أكثره فكله حيـض و لـو أصفر و كدرا وإن غبر وهخ مبتداء ة مميزة بأن رأته قويا أو ضعيفا فالضعيف استحاضة والقوي حيض إن لم ينقص عن أقله

ستر عورت یا انتظار جماعت جیسی کسی مصلحت نماز کی وجہ سے تاخیر کرے تو کوئی حرج نہیں ہے (ورنہ اس وضو سے نماز درست نہ ہوگی) اور اس کے علاوہ کسی دوسرے سبب سے تاخیر کرے تو از سر نو وضو وطہارت کرنا ضروری ہے۔ ہر فرض نماز کے لیے تجدید وضو واجب ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا۔ اگر (وضو کرنے کے بعد فوراً) نماز شروع کرنے سے پہلے خون بند ہو جائے اور دمِ استحاضہ جلد ہی جاری ہونا اس کی عادت ہو تو فوراً نماز پڑھ لے (اس کا پہلا وضو ہی اس کے لیے کافی ہے) اور اگر مسلسل جاری رہے، یا پلٹ پلٹ کر آتا رہے یا اس کی کچھ ایسی ہی عادت ہو تو پھر قضا کرے۔ اور بند ہو جانے کا احتمال ہو تو وضو ونماز کی تجدید واجب ہے۔

فصل، حیض کے متفرق مسائل: جب عورت حیض کی کم سے کم مدت تک دمِ حیض دیکھے اور وہ خون حیض کی اکثر مدت (پندرہ دن و پندرہ رات) سے تجاوز نہ کرے تو وہ سب دمِ حیض ہے (دمِ استحاضہ نہیں) خواہ وہ مٹیالے یا خاکستری (رنگت کا) ہو۔ اگر خون، حیض کی اکثر مدت سے تجاوز کرے اور وہ عورت مبتدا ممیّزہ(۱) ہو۔ اگر اس نے قوی (گہرے رنگ کا خون) اور ضعیف (ہلکے رنگ کا) خون دیکھا تو ضعیف استحاضہ ہے اور قوی دمِ حیض ہے۔ بشرطیکہ وہ حیض کی کم سے کم مدت (ایک دن وایک رات) سے کم نہ ہو۔

(۱) مبتدا، وہ عورت جسے پہلی مرتبہ حیض آیا ہو۔ اور ممیّزہ وہ عورت ہے جو حیض کی صفات میں امتیاز کر سکے۔ خون کبھی قوی اور کبھی ضعیف ہوتا ہے، خون کی قوت اور ضعف اس کی رنگت پر موقوف ہے۔

ولـم يـعبـر أكثـره ولم ينقص الضعيف عن أقل الطهر وغير مميزة بأن رأتـه عـلـى صـفة واحـدة أو فـقـدت شرط التميز فحيضه يوم و ليلة وطهـرهـا تسـع وعشـر ون والـمعتادة المميزة تردد إلى التميز وإن نـقـص عـلى العادة وغير مميزة تردد إلى العادة قدرا ووقتا وحيضا و طهرا و يثبت العادة بمرة ولو تميزا .

فـصـل: الـمتـحيـرة هي التى نسيت قدر العادة و وقتها و فرضها الاحتياط فهي كالحائض

اور حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت سے تجاوز نہ کیا ہو، نیز خون ضعیف اقل حیض سے کم نہ ہو۔ غیر ممیّزہ(۱) نے اگر ایک ہی صفت پر خون دیکھا یا شرط تمیز مفقود ہو جائے تو اس کا ایک حیض ایک دن وایک رات ہے۔اور انتیس دن طہر۔معتادہ ممیّزہ(۲) اپنی تمیز پر عمل کرے (نہ کہ عادت پر) خواہ دم حیض عادت سے کم آئے اور غیر ممیّزہ عادت پر ہی عمل کرے مقدار، وقت، حیض اور طہر کے بارے میں عادت ایک ہی مرتبہ سے ثابت ہو جائے گی۔

فصل: متحیرہ وہ عورت ہے جو حیض کی عادت اور اس کا وقت بھول بیٹھی ہو(۳) ایسی مستحاضہ عورت پر (چند امور میں) احتیاط فرض ہے؛ کیونکہ مستحاضہ عورت حائضہ کے حکم میں ہے۔

---

(۱) وہ عورت جسے ایک ہی صفت پر خون آتا ہو جیسے مکمل سیاہ یا سرخ۔

(۲) وہ عورت جس پر ایک حیض وطہر گذر گیا ہو۔

(۳) بعض عورتیں غفلت یا جنون کی وجہ سے ماہواری کی عادت کی مقدار اور وقت کو بھول جاتی ہیں ایسی عورت کو اصطلاح میں متحیرہ یا یا محیرہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔کیونکہ احکام عبادات کے بارے میں وہ خود بھی کشمکش میں ہوتی ہے اور فقہائے کرام کو بھی تحیر میں ڈال دیتی ہے۔متحیرہ پر والدین کے خاندان کی عورتوں کی عادت کو دیکھ کر حکم لگایا جائے گا۔اسے چند امور میں احتیاط لازمی ہے۔متحیرہ کے ساتھ جماع کرنا حرام ہے۔اسی طرح اسے قرآن مجید کو چھونا اور خارج نماز اس کی تلاوت کرنا بھی حرام ہے البتہ اندرون نماز سورۂ فاتحہ پڑھنا اور ضم سورہ حرام نہیں ہے۔اسی طرح اسے مسجد میں داخل ہونا حرام۔

لـكن تصلي فرائض الأوقات مع النفل بغسل لكل فرض و تصوم رمضان ثـم شهـرا كـامـلا فيبـقى عليها يومان فتصوم مثل الفائت ولاء ثم مرة من السـابع عشر كذلك و تصوم يومين بينهما هذا الى أربعة عشر و دونها و يمكنها قضاء يوم بأن تصوم يوما ثم ثالثة ثم السابع عشر .

متحیرہ (نماز کا وقت ہونے پر انقطاع دم اور طہر کا احتمال ہونے کی وجہ سے ہر نماز کے لیے) غسل کرے۔ اور فرض نمازوں کو سنتوں کے ساتھ ادا کرے۔ (اسی طرح پورے ماہ رمضان میں طاہرہ رہنے کے احتمال کی وجہ سے) وہ ماہ رمضان کے روزے بھی رکھے۔ (پھر بعد رمضان بنیت قضا) مکمل ماہ کے روزے رکھے۔ اب اس کے ذمہ دو روزے باقی ہوں گے جنھیں مسلسل بطور قضا رکھے۔ پھر سترہ (۱۷) سے ایسے ہی مسلسل دو روزے رکھے اور ان کے درمیان چودہ کو چھوڑ کر چودہ تک دو روزے رکھے۔ اور اگر اس پر ایک روزہ کی قضا ہو تو ایک دن روزہ رکھے پھر تیسرے دن اور پھر سترہویں دن روزہ رکھے (۱)۔

(۱) متحیرہ کو ماہ رمضان کے مکمل روزے رکھنا واجب ہے۔ اگر رمضان کا مہینہ تیس (۳۰) دنوں کا رہا تو اس کے چودہ (۱۴) روزے شمار ہوں گے۔ اس احتمال کی وجہ سے کہ ہر ماہ اسے زیادہ سے زیادہ پندرہ دن حیض آیا ہوگا اور سولہویں دن موقوف ہوگیا ہوگا تو اس حساب سے ہر ماہ اس کے سولہ (۱۶) روزے باطل ہوں گے اور چودہ (۱۴) روزے صحیح ہوں گے اور اگر ماہ رمضان انتیس کا رہا تو تیرہ (۱۳) روزے شمار ہوں گے۔ بہر حال دونوں صورتوں میں اس پر سولہ (۱۶) روزوں کی قضا لازم ہوگی۔ جس کی تکمیل کے لیے بعد میں وہ مکمل ایک ماہ روزے رکھے گی۔ ان دو مہینوں میں اس کے کل اٹھائیس روزے صحیح ہوں گے اور دو روزے باقی رہیں گے جن کی تکمیل کے لیے وہ اگلے اٹھارہ (۱۸) دنوں میں چھ روزے رکھے گی۔ جس کی صورت یہ ہوگی۔ کہ وہ شروع کے تین روزے رکھے اور آخری دنوں کے تین روزے۔ کیونکہ اگر اسے حیض ان اٹھارہ دنوں کے پہلے ہی دن آگیا ہوگا تو اس کے آخری دو روزے صحیح ہوں گے کیونکہ اس صورت میں حیض بند ہونے کی آخری مدت سولہواں دن ہے۔ اور اگلے دو دن پاکی کے ہیں۔ اور اگر تیسرے دن حیض آگیا ہو تو پہلے اور دوسرے دن کے روزے صحیح ہوں گے۔ اس طرح متحیرہ کے ایک ماہ کے روزے مکمل ہو جائیں گے۔ اگر متحیرہ پر ایک دن کے روزے کی قضا ہو تو اس کی تکمیل کے لیے اسے تین روزے رکھنے ہوں گے۔ پہلے دن، تیسرے دن اور سترھویں دن کیونکہ مذکورہ دنوں میں سے ایک دن یقینی طور پا پاکی کا دن ہوگا۔ بہر کیف متحیرہ پر دو روزوں کی قضا ہو یا ایک روزے کی یا ایک روزے کی فقہائے کرام نے مذکورہ بالا صورتوں کے علاوہ مزید صورتیں بیان فرمائیں ہیں۔ (فتح الوہاب/تحفۃ مع الحواشی للشروانی وللعبادی)

و ان حفظت فلليقين حكمه و فی المحتمل كالحايض و فی العبادة كا لطهارة و عند احتمال الانقطاع تغتسل لكل فريضة وعند احتمال الابتداء تتوضؤ و دم الحامل كغيرها و النقاء المحتوش بد می الحيض حيض .

ایسے ہی مسلسل مستحاضہ کا حکم وطی کے متعلق حائضہ کے جیسے ہوگا اور عبادت کے متعلق طاہرہ کے حکم میں ہوگی۔اگر متحیرہ (کو وقت یا مدت کا) یقین ہو تو وہ (پاکی اور حیض کے بارے میں) یقین پر عمل کرے۔لہٰذا وہ (حیض اور پاکی کے) زمانہ احتمال میں (وقت کے بارے میں) حیض والی عورت کے حکم میں ہے۔اور عبادت میں پاک عورت کے حکم میں ہے۔متحیرہ کو خون کے بند ہونے کا احتمال ہو تو ہر فرض نماز کے لیے غسل کرے اور خون کے جاری ہونے کا احتمال ہو تو (بحیثیت مستحاضہ) وضو کرے۔(۱) حاملہ عورت کا خون غیر حاملہ عورت (یعنی حائضہ) کی طرح ہے۔(۲) اور حیض کے خون کے درمیان کی صفائی (نقا) بھی حیض ہے۔(۳)

(۱) متحیرہ کو جس زمانہ میں خون بند ہونے کا یقین نہیں ہے البتہ احتمال ضرور ہے تو اس فقہا کی اصطلاح میں اسے طہر مشکوک فیہ کہتے ہیں اور جس زمانہ میں خون جاری ہونے کا یقین تو نہیں البتہ اس کا احتمال ضرور ہے تو ایسے زمانہ کو حیض مشکوک فیہ کہتے ہیں۔

(۲) اگر کسی عورت کو حالت حمل میں خلاف معمول خون آئے تو شافعیہ میں معتمد قول یہی ہے کہ وہ دم حیض ہی ہے بشرطیکہ اس خون میں یہ صلاحیت ہو کہ اسے حیض کا خون قرار دیا جا سکے یعنی وہ خون ایک دن اور ایک رات یا پندرہ دن اور پندرہ راتوں تک جاری رہا ہو۔اب اس عورت پر نمازوں کی حرمت اور حیض کے دیگر احکامات جاری ہوں گے۔البتہ اس حیض میں اسے طلاق دینا حرام نہیں ہوگا۔(روضۃ الطالبین/شرح المہذب)

(۳) بعض عورتوں کا خون مسلسل جاری نہیں رہتا ہے بلکہ رک رک کر آتا ہے۔اس کی دو صورتیں ہیں۔صورت اول: عارضی رکاوٹ کے وقت خون جاری تو نہیں رہتا ہے مگر شرمگاہ میں جب روئی ڈال کر باہر نکالی جائے تو اس پر خون کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔کلام عرب میں فقہا کی اصطلاح میں اسے فترت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔صورت دوم: عارضی رکاوٹ کے وقت شرمگاہ میں روئی ڈال کر باہر نکالی جائے تو اس پر خون کا اثر ظاہر نہیں ہوتا ہے بلکہ بلکل سفید نکلتی ہے اسے فقہا کی اصطلاح میں نقا کہتے ہیں۔فترت کا بالاتفاق وہی حکم ہے جو حیض کا ہے۔اور نقا بھی دم حیض ہی ہے بشرطیکہ نقا کی مدت پندرہ دن اور پندرہ رات تک نہ پہنچے ورنہ وہ نقا نہیں بلکہ طہر ہے۔نیز نقا کے دم حیض ہونے کے لیے یہ شرط بھی ہے کہ نقا سے پہلے اور نقا کے بعد جو خون نکلا اور جتنی دیر نکلا اسے جمع کرنے کے بعد نقا کے وقت کے سوا کا مجموعہ ایک رات اور ایک دن سے کم نہ ہو۔(تحفۃ/المجموع)

فـصـل: أقـل الـنـفاس لحظة وأكثره ستون يوما وغالبه أربعون يوما و يـحـرم بـه مـا يـحـرم بـالحيض و عبوره بستين يوما كعبور الدم أكثر الـحيـض فـليـنظر مبتداء ة هى أم معتادة مميزة أو غير مميزة و يقاس بما ذكر نا فى الحيض .

فصل، نفاس کا بیان: (۱) نفاس کی کم سے کم مدت ایک لحظہ (۲) ہے اور اکثر مدت ساٹھ دن ہے۔ جبکہ غالب مدت (عام طور پر) چالیس دن ہے۔ نفاس سے وہ چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو حیض سے حرام ہوتی ہیں۔

نفاس کا ساٹھ دن سے تجاوز کر جانا اکثر حیض کے خون کو تجاوز کرنے کی طرح ہے۔ (اس صورت میں) دیکھنا چاہیے کہ وہ عورت مبتدا ہے یا معتادہ، ممیّزہ ہے یا غیر ممیّزہ۔ (حسب حال جملہ احکامات) کو حیض کے باب میں بیان کردہ مسائل پر قیاس کرنا چاہیے۔

(۱) نفاس کے لغوی معنی زچگی کے آتے ہیں اور اصطلاح شریعت میں عورت کے رحم سے زچگی کے بعد خارج ہونے والے خون کو نفاس کہتے ہیں۔ (مغنی)

(۲) پلک جھپکنے کی مقدار لحظہ کہلاتی ہے۔ (نہایۃ المحتاج)

كتاب الصلوٰة : الصلوات المكتوبات خمس :

نمازاوراس کےاُوقات کا بیان(۱)

فرض نمازیں پانچ ہیں:

(۱) **صلوۃ کے لغوی معنی:** جمہور اہل لغت ومحققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ لفظ صلوۃ کا لغوی معنی دعا ہے۔گرچہ اس کے مادۂ اشتقاق کے متعلق کئی اقوال منقول ہیں؛ مگر ان میں اکثر اقوال لائق اعتنا نہیں۔نماز کوصلوٰۃ سے موسوم کرنا تسمیۃ الکل باسم الجزء کے قبیل سے ہے۔چونکہ نماز میں تکبیر تحریمہ سے سلام تک بشمولیت نصف سورۂ فاتحہ متعدد دعائیں شامل ہیں گویا کہ دعا نماز کے جملہ اجزا پر جزو غالب ہے۔شافعیہ میں یہی قول،قول صحیح ہے۔قرآن کریم میں ہے کہ' و صل عليهم ان صلاتك سكــن لهــم' (سورۃ التوبۃ/۱۳۰)اوران کے حق میں دعاے خیر کریں بیشک آپ کی دعاان کے دلوں کا چین ہے۔حدیث پاک میں ہے:' اذا دعـا احـدكـم الـى الـطـعـام فان كان صائما فليصل' اگرتم میں سے کوئی روزے کی حالت میں کھانے پر مدعو کیا جائے تو بلانے والے کو دعا دے۔ ابن حجر ہیتمی کی رائے یہ ہے کہ نماز کو صلاۃ سے موسوم کرنا نہ صرف منقول حقیقی شرعی ہے اور نہ ہی صرف مجاز شرعی بلکہ وہ اپنے لغوی معنی موضوع لہ، دعا پر باقی ہے جو دونوں قسموں کو شامل ہے۔

صلاۃ کے اصطلاحی معنی: شریعت مطہرہ میں نماز ان اقوال وافعال کے مجموعہ کا نام ہے جن کا آغاز تکبیر تحریمہ سے اور اختتام سلام پر ہوتا ہے۔

نماز کی فرضیت: نماز ہی وہ واحد عبادت ہے جو ہجرت سے قبل فرض ہوئی ہے۔نماز نبوت کے دس سال تین ماہ بعد رجب المرجب کی ستائیسویں شب معراج میں فرض ہوئی۔بعض محققین سے ہجرت سے چھ ماہ قبل کا قول بھی منقول ہے۔نیز نماز کی ایک امتیازی شان یہ بھی ہے کہ جملہ عبادتیں بذریعۂ وحی عطا کی گئی ہیں؛ مگر نماز شب معراج قربِ خاص میں عطا کی گئی ہے۔اولاً پچاس نمازیں فرض ہوئیں تھیں۔فجر میں دس،ظہر میں دس،علی ھذا القیاس عشا تک؛ مگر امت محمدیہ کی سہولت کے پیش نظر حضرت موسی علیہ السلام کے وسیلے سے پنجگانہ نمازیں باقی رہیں؛ مگر ثواب پچاس نمازوں کا۔فرض نمازوں میں سب سے پہلے نماز ظہر ادا کی گئی۔شیخ الاسلام علامہ باجوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: نماز ظہر سب سے پہلے ادا کیے جانے سے اس بات کی طرف غیبی اشارہ تھا کہ مذہب اسلام تمام ادیان باطلہ پر غالب ہوکر رہے گا جس طرح نماز ظہر جملہ نمازوں پر اظہر ہے۔(فتح الباری/تحفہ/باجوری/مجموع/الدررالمنضود)

الـظهــر وأول وقتهــا إذا زالــت الشمــس و آخـره إذا صــار ظل الشـخـص مثلـه سوى ما بقي عند الاستواء ومنه وقت العصر إلى الـغـروب والاختيـار إلى مصير الظل مثليه و يدخل وقت المغرب بـغروب الشمس و يمتد إلى أن يغيب الشفق الأحمر في القديم و هو الأظهر .

(اوّل) نمازِ ظہر ہے۔ جب آفتاب وسطِ آسمان سے ڈھل جائے تو یہ اس کا اوّل وقت ہے اور جب کسی شخص (یا کسی چیز) کا سایہ ظلِ اِستوا (سایہ اصلی) کے سوا اس کے مثل ہو جائے تو یہ اس کا آخری وقت ہے۔ پھر وہی سے (وقت ظہر ختم ہونے کے بعد) عصر کا وقت شروع ہو کر آفتاب غروب ہونے تک باقی رہتا ہے۔ اور اس کا اختیاری وقت (۱) سایہ اصلی کے دو مثل ہونے تک ہے۔ اور مغرب کا وقت قول قدیم کے مطابق سورج غروب ہونے پر شروع ہوتا ہے اور شفق احمر غائب ہونے تک باقی رہتا ہے۔ اور یہی قول، قولِ اظہر ہے۔

---

(۱) ادائیگی نماز کے لیے کل مراتب اوقات سات ہیں۔ وقت فضیلت، وقت اختیار، وقت جواز بلا کراہت، وقت حرمت، وقت ضرورت، وقت عذر۔ ہر نماز کو اول وقت میں پڑھنا افضل ہے۔ وقت فضیلت سے مراد یہ ہے کہ اول وقت میں نماز پڑھنے میں ثواب زیادہ ملے گا بنسبت دیگر اوقات کے۔ کسی بھی نماز کا اختیاری وقت، وقت فضیلت کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔ مگر وقت فضیلت کے ختم ہونے پر بھی باقی رہتا ہے۔ اس وقت کو اختیاری کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس مدت کے اندر نماز ادا کرنے کے بارے میں نمازی کو اختیار ہوتا ہے۔ بعض فقہا فرماتے ہیں چونکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نماز ظہر کے لیے اسی وقت کو اختیار کیا تھا۔ اسی مناسبت سے اس وقت کو وقت اختیار سے موسوم کیا گیا ہے۔ (باجوری)

و في الجديد إلى مضي قدر وضوء وستر وأذان وإقامة و فعل خمس ركعات فلو شرع في الوقت فله مدها إلى أن يغيب الشفق الأحمر و به يدخل وقت العشاء و يمتد اختيارا إلى الثلث و جوازا إلى طلوع الفجر الصادق و هوا لمنتشر ضوئه معترضا فى الافق و به يدخل وقت الصبح و يمتد إلى طلوع الشمس والاختيار إلى الإسفارويكره تسمية المغرب عشاء والعشاء عتمة و النوم قبلها والحديث بعدها إلا فى خير

اور قولِ جدید (۱) کے مطابق وضو، ستر عورت (تبدیلیِ لباس) اَذان، اقامت، اور پانچ رکعات اَدا کرنے کی مقدار وقت تک ہے۔ اگر کوئی شخص اندرون وقت، نماز کا آغاز کرے تو اس کے لیے (اتمام) نماز کی حد شفق احمر کے غائب ہونے تک ہے۔ پھر یہی سے عشا کا وقت داخل ہوتا ہے اور تہائی رات تک اس کا اختیاری وقت باقی رہتا ہے، جب کہ وقت جواز فجر صادق تک باقی رہتا ہے۔ فجر صادق، وہ روشنی ہے جو افق آسمان میں عرض (اطراف) میں پھیلتی ہے۔ یہیں سے نماز فجر کا وقت شروع ہوتا ہے جو طلوع آفتاب تک دراز ہوجاتا ہے، اور اس کا اختیاری وقت اجالا پھیلنے تک باقی رہتا ہے۔ مغرب کی نماز کو عشا کے نام سے موسوم کرنا اور عشا کی نماز کو عتمہ کہنا مکروہ ہے۔ اور اسی طرح عشا کی نماز سے پیشتر سونا اور اس کے بعد فضول باتیں کرنا بھی مکروہ ہے، البتہ اچھی باتوں میں کوئی مذائقہ نہیں ہے۔

(۱) قول جدید: امام شافعی قدس سرہ العزیز نے اپنے عراقی دور قیام میں بے شمار مسائل کی تحقیق فرمائی؛ مگر ان میں سے بعض مسائل پر کوئی حکم ظاہر نہ فرمایا۔ یا بعض مسائل پر حکم تو ظاہر فرمایا تھا؛ مگر مصری دور حیات میں ان مسائل کے برخلاف احادیث صحیحہ کے ملنے پر آپ نے ان اقوال سے رجوع فرمالیا تھا۔ ارباب فقہ کے درمیان امام کی عراقی تحقیق و بحث قول قدیم سے معروف ہے؛ مگر جب آپ عراق سے مصر تشریف لے گئے تو آپ نے ان مسائل کی تحقیق وتصویب فرمائی، امام شافعی علیہ الرحمۃ کی مصری تحقیق قول جدید سے متعارف ہے۔ صاحب فوائد مدنیہ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رضی اللہ تعالی عنہ کا قول قدیم وجدید موافق ہو تب تو حکم ظاہر ہے اور اگر ان میں اختلاف ظاہر ہوجائے تو فقہاے شافعیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالی عنہ کی مصری تحقیق پر فتوی دیا جائے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہ سے محمد بن مسلم علیہ الرحمۃ نے پوچھا تھا کہ امام شافعی کی عراقی تحقیق پر فتوی دیا جائے یا مصری تحقیق پر؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ امام شافعی کی مصری تحقیق پر فتوی دیا جائے۔ (فقہ السنۃ)

ويسن تعجيل الصلوٰة فی أول الوقت ولو عشاء وظهرا والإبراد بالظهر في شدة الحر لطالب الجماعة في مسجد يقصد من بعد لا بالجمعة و من وقعت ركعة من صلوته فكلها أداء ودون ركعة فكلها قضاء و يجتهد في الوقت بوردٍ و درس ونحوهما وإن حصل اليقين لو صبر و يعيد ما وقع قبله دون ما وقع فيه أو بعده و يجب قضاء الفائت على الفور إن تركه متعديا كصوم وإلا فيستحب و يسن ترتيبه وتقديمه على الحاضر ما لم يخف فوتها .

نماز کواول وقت میں، جلدی سے ادا کر لینا سنت ہے خواہ وہ عشا کی نماز ہو یا ظہر کی۔ ہاں کڑا کے کی گرمی میں دور دراز سے آ کر مسجد میں جماعت کا قصد کرنے والے کے لیے ظہر میں اِبراد (سنت) ہے۔(۱) البتہ نماز جمعہ میں ابراد (سنت) نہیں ہے۔ جس شخص کی نماز کی ایک (کامل) رکعت اندرونِ وقت واقع ہوتو پوری نماز ادا ہے اور اگر ایک سے کم واقع ہوتو پوری قضا ہے۔ نماز کے وقت کے بارے میں کسی ورد یا اسباق یا ان دونوں کے مثل کسی اور ذریعہ سے اجتہاد کرے اگر یقین ہو جائے اور یہ صبر کرے تو اس سے پہلے جو نمازیں پڑھی ہوں انہیں پھر سے پڑھے۔(۲) روزے کی طرح فوت شدہ نماز کو فوراً ادا کرنا واجب ہے بشرطیکہ اسے بلا عذر ترک کیا ہو، ورنہ (بالفور ادائیگی) سنت ہے۔ اگر حاضرہ نماز کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو تو قضا نمازوں کو ترتیب کے ساتھ ادا کرنا اور حاضرہ نماز پر اسے مقدم کرنا مسنون ہے۔

(۱) گرمی کی شدت کم ہونے کے بعد قدرے تاخیر سے اس وقت نماز پڑھنا جب کہ دیواروں کے نیچے سایہ ہو اور نماز با جماعت کے لیے مسجد میں آنے والوں کے لیے سایہ میں چلنے کی سہولت ہو یہ ابراد کہلاتا ہے۔جن کے مکانات مساجد سے قریب ہوں ان کے لیے ابراد سنت نہیں ہے۔(بغیۃ المسترشدین)

(۲) مثلاً آسمان پر بدلی چھائی ہو یا کسی کو تاریک قید خانہ میں قید کر دیا گیا ہو اور عشا کی نماز کے وقت کا علم نہ ہو پا رہا ہو تو اپنی عادت کا اندازہ لگالے اور اس طرح اجتہاد کرے کہ عادتاً مغرب کے بعد بارہ رکعتیں پڑھنے تک شفق رہتا ہے پھر وقت مغرب ختم ہو کر عشا کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح قرآن کی سورتوں کی تلاوت پر قیاس کرتے ہوئے اوقات نماز کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔

فـصـل : تـكـره الـصـلوٰة عنـد الاستواء إلا يوم الجمعة وإن لم يحضرها و عند الطلوع حتّٰى ترتفع قدر رمح و عند الإصفرار حتى تـغـرب و بـعد الصبح حتى تطلع الشمس و بعد العصر حتى تغرب إلا لسبـب قبـلها أو مقارن لها كالفائتة والكسوف و تحية المسجد و سـجـدة التلاوة و الشكر ويستثنى حرم مكة فلا تكره فيه الصلوٰة في وقت ما .

فصل، اوقات مکروہ کا بیان (۱): نمازِ جمعہ کے علاوہ، اِستوا کے وقت کوئی بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے، خواہ وہ جمعہ کے لیے حاضر نہ ہوا ہو۔ اوراسی طرح طلوعِ آفتاب کے وقت بھی، سورج کے ایک نیزے کے برابر بلند ہونے تک۔ اور سورج کے زرد ہونے پر بھی اس کے غروب ہونے تک۔ اور نمازِ فجر کے بعد طلوع آفتاب تک، عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک، مگر ان اوقات سے پہلے یا ان کے ساتھ کوئی سبب متصل (۲) ہو جائے تو پھر کوئی کراہت نہیں ہے ۔ جیسے قضا نماز، گہن کی نماز، تحیۃ المسجد کی نماز، سجدہ تلاوت، سجدۂ شکر وغیرہ۔ بایں ہمہ حرم مکہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے کہ اس میں کسی بھی وقت نماز اَدا کرنا مکروہ نہیں ہے۔

---

(۱) اوقات مکروہہ: کراہت کی دو قسمیں ہیں۔ تنزیہی اور تحریمی۔ تنزیہی میں گناہ نہیں ہے اور تحریمی میں گناہ ہے۔ شافعیہ میں قول معتمد یہی ہے کہ ان اوقات مکروہہ میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (باجوری)

(۲) سبب متصل ہی کو سبب مقارن کہا جاتا ہے۔ سبب متصل والی نماز اس نماز کو کہتے ہیں جس نماز کا سبب اور نماز دونوں ایک ساتھ واقع ہوں جیسے کسوفین کی نمازیں کہ چاند اور سورج کا گہن آلود ہونا ہی متصل سبب ہے۔ (شرح سفینۃ النجاۃ)

فصل : تجب الصلوٰة علی کل مسلم بالغ عاقل طاهر دون کافر أصلی و صبی و مغمی علیه و حائض و یؤمر بها الصبی لسبع و یضرب علی ترکها لعشر و یقضی مرتد و سکران لا غیر و لو زال المانع و قد بقی من الوقت قدر تکبیرة و خلا من المانع ما یسع الصلوٰة والطهارة وجبت و یلزم الظهر بلزوم العصر والمغرب بلزوم العشاء ولو بلغ اثناء الصلوة أو بعدها أجزأته و کذا لو زال الجمعة بعد عقدها و لو طراء المانع و قد مضی من الوقت ما یسع اخف فرضه و الطهارة إن لم یکن تقدیمها وجبت .

فصل، مکلّف وغیر مکلّف کی نماز کا بیان:(۱) ہر بالغ، عاقل، طاہر مسلمان پر نماز پڑھنا فرض ہے۔ مگر کافر اصلی، بچہ، بیہوش اور حائضہ عورت پر نماز فرض نہیں ہے۔ سات سال کے بچہ کو نماز کا حکم دیا جائے گا اور دس سالہ بچہ کو اس کے ترک کرنے پر (تادیباً) مارا جائے گا۔ مرتد پر (زمانہ ارتداد کے نمازوں کی) اور اسی طرح نشہ کرنے والے پر قضا واجب ہے۔ اور ان دونوں کے علاوہ (مثلاً حائضہ) پر قضا واجب نہیں ہے۔ اگر اَدائیگی نماز سے روکنے والا عذر دور ہوجائے اور تکبیر تحریمہ کی مقدار میں ہی وقت باقی رہ گیا ہو، یا مانع نماز دور ہوگیا ہو اور وقت میں صرف طہارت اور نماز ہی کی گنجائش ہو تو فوراً اس نماز کا ادا کرلینا واجب ہے۔ (اس حال میں صورت عذر یا جمع تقدیم کی صورت میں) عصر کی نماز اس پر فرض ہونے پر (اس دن کی) ظہر اور عشا کی نماز فرض ہونے پر (اس دن کی) مغرب کی نماز بھی اس پر فرض ہوجائے گی۔ اگر کوئی شخص دوران نماز یا نماز کے بعد بالغ ہوجائے تو (وہ اس نماز کو پوری طرح ادا کرے کہ) وہ نماز اس کے لیے کافی ہوگی۔ اسی طرح اگر جمعہ کی نماز ختم ہوجائے اس کے مکمل کی تکمیل کے بعد (تو بھی نماز کا جمعہ کا دہرانا اس پر واجب نہیں ہے) اگر اچانک اَدائیگی نماز سے روکنے والا عذر پایا جائے اور وقت اس قدر ہی باقی رہ گیا ہو جس میں مختصر فرض نماز کرنے اور طہارت کرنے کی گنجائش ہو خواہ س جمع تقدیم کا وقت نہ ہو جب بھی وہ نماز اس پر فرض ہے۔

(۱) عاقل، بالغ، سلیم الحواس جسے دین کی دعوت پہنچی ہو مکلّف کہلاتا ہے۔ (جوہرۃ التوحید)

فصل : الأذان و الإقامة سنة في المكتوب و يسن في العيد ونحوه الصــلوٰة جامعة و يشترط رفع الصوت في الأذان للجماعة .

فصل، اذان واقامت کا بیان: (۱) فرض نمازوں کے لیے اَذان دینا اور اقامت کہنا سنت ہے جب کہ عید اور اس کے مثل (جس نماز کے لیے جماعت مشروع ہے) اس نماز کے لیے 'الصلوٰۃ جامعہ' کہنا سنت ہے۔ جماعت کے لیے دی جانے والی اَذان کا بلند آواز سے دینا ضروری ہے۔

(۱) اذان، کلام وسلام کے وزن پر باب تفعیل کا مصدر قیاسی ہے۔ جس کا مادہ اذن ہے۔ سننے کے معنی میں ہے۔ معنی لغوی اعلام و یعنی خبر دینا اور آگاہ کرنا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: 'و اذن فـی النـاس بـالـحج ' (سورۃ الحج/ ۱۷) اصطلاح شریعت میں مؤقتی فرض نماز کے لیے مخصوص اعلام کا نام جو مخصوص الفاظ و ہیئت کے ساتھ ادا کیا جائے۔ اذان ہجرت کے پہلے سال مدینہ طیبہ میں مشروع ہوئی۔ بعض محققین سے ۲ ،ہجری بھی منقول ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اذان واقامت ضروریات دین اور امت محمدیہ کی خصوصیات سے ہیں۔ ان کا منکر کافر ہو جائے گا۔ اگر کسی شہر کے لوگ اذان دینا ترک کر دیں تو ان سے حکم جہاد ہے۔
محدث عبد الحق دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اوقات نماز کے سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت سے مشورہ فرمایا کہ ایسی کون سی صورت اختیار کی جائے جس سے جملہ مسلمان بیک وقت بآسانی نماز کے لیے حاضر ہو جائیں ۔ کسی نے کہا کہ ناقوس بجایا جائے۔ جس طرح نصاری اپنی عبادت کے لیے بجاتے ہیں۔ کسی نے یہودیوں کی طرح قرن یعنی سینگ پھونکنے کا مشورہ دیا۔ کسی نے بلند جگہ آگ جلانے کا مشورہ دیا۔ سبھوں نے ان چیزوں کو ناپسند فرمایا۔ حضرت عبد اللہ بن زید جو صاحب اذان سے مشہور ہیں ۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے نماز میں جمع ہونے کے لیے ناقوس بجانے کا حکم دیا تو مجھے رات میں ایک خوب نظر آیا کہ ایک شخص ہاتھ میں ناقوس لیے ہوئے آسمان سے نیچے اترے میں نے کہا کہ اے بندۂ خدا کیا

بقیہ: ناقوس فرخت کروگے؟ جواب دیا کہ تم اس ناقوس کا کیا کروگے؟ میں نے جواب دیا کہ میں اس کے ذریعہ لوگوں کو نماز کے لیے بلاؤں گا۔اس شخص نے کہا کہ کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ سکھاؤں؟ میں نے کہا کیوں نہیں ۔تو انہوں نے مجھے اذان کے سارے کلمات سکھا دیے۔ پھر وہ شخص مجھ سے تھوڑی دور ہٹ کر کہنے لگا کہ نماز کے لیے اقامت کے کلمات اس طرح کہو۔اور اقامت کے کلمات بھی سکھا دیے۔

جب صبح ہوئی تو تاجدار رسالت ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر اپنا خواب سنایا۔سرکار دوعالم ﷺ نے خواب سن کرارشادفرمایا کہ 'ان شاء الله' یہ خواب سچا ہے۔آپ نے فرمایا کہ جاؤ، بلال کو بلاؤ کہ ان کی آواز شیریں اور بلند ہے۔حضرت بلال کواذان کا حکم دیا گیا۔حضرت عبداللہ بلال کواذان تلقین کرتے رہے اور حضرت بلال اذان دیتے رہے۔اس طرح حضرت بلال اسلام کے پہلے مؤذن کہلائے۔جب یہ آواز حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے کانوں تک پہنچی تو آپ اپنی چادر کو گھسیٹتے ہوئے بے ساختہ گھر سے نکل پڑے۔رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔میں نے بھی خواب میں ایسے ہی دیکھا جو ابھی دیکھ رہا ہوں۔سرکار ﷺ نے ارشادفرمایا فلله الحمد (مدارج النبوۃ/فتح الباری/سنن ابی داؤد/البدایۃ/)

ابراہیم باجوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اذان کی مشروعیت محض اس خواب کی بنا پر نہیں ہے؛ کیونکہ صرف خواب کے ذریعہ دینی احکامات ثابت نہیں ہوتے ہیں بلکہ نزول وحی اور تائید نبی ﷺ کے سبب اذان مشروع ہوئی ہے۔(باجوری/ا۔مدارج/ا) تاجدار رسالت ﷺ نے کبھی اذان دی ہے یا نہیں علمائے محققین کا اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے۔اس باب میں راجح قول علامہ ابن حجر ہیتمی علیہ الرحمۃ کا ہی ہے،فرماتے ہیں:'انه صلى الله تعالى عليه و سلم اذن فی سفره مرة فقال فی تشهده اشهد انی رسول الله ' ابن حجر فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ سفر میں اذان دی ہے،کلمہ شہادت میں آپ نے' اشهد انی رسول الله' پڑھا۔(تحفۃ المحتاج/فتاوی الکبری)

و يسـن للمنفرد لا في مسجد أقيمت فيه الجماعة و يؤذن للأولى في جـمع التقديم و يقام للفائتة ولجماعة النساء بلا أذان والأذان مثنى و يـنـاط بـالـمؤذن والإقامة فرادى إلا لفظ الإقامة ويناط بالإمام و يسن إدراجهـا و تـرتيـله والترجيع فيه والتثويب في الصبح وأن يؤذن قائما مستقبـل الـقبـلة و يشتـرط فيــه التـرتيـب والموالات و في المؤذن الإسـلام والتـميـز والـذكـورـة و يكره الأذان للحدث وللجنب أشد والإقـامة أغـلـظ . ويسـن أن يـكـون الـمـؤذن صيتـا حسن الصوت عـدلامـطهـرا متـطوعا والإقامة أفضل منه و يشترط وقوعه في الوقت إلافي الصبح فإنه يجوز في نصف الأخير .

تنہا، نمازی کے لیے بھی اذان پکارنا سنت ہے۔ اس مسجد میں (دوبارہ) اذان دینا سنت نہیں ہے جس میں جماعت ہوچکی ہو۔ جمع تقدیم (کی صورت) میں صرف پہلی نماز کے لیے اذان دی جائیگی۔ اذان کے کلمات دو، دو ہیں اور وہ مؤذن سے متعلق ہیں اور اقامت کے کلمات 'قد قامت الصلوٰۃ' کے سوا ایک ایک مرتبہ ہیں اور ان کا تعلق اِمام سے ہے۔ اذان کو ٹھہر ٹھہر کر، خوش الحانی سے کہنا سنت ہے اور اس میں ترجیع (۱) کہنا بھی سنت ہے۔ صبح کی اذان میں تثویب (۲) سنت ہے۔ مؤذن قبلہ رخ کھڑے ہوکر اذان دے۔ اذان میں ترتیب اور موالات شرط ہے۔ مؤذن کا مسلمان، ممیّز اور مرد ہونا ضروری ہے۔ بے وضو شخص کو اذان دینا مکروہ ہے۔ اور اقامت کہنے میں شدید کراہت (حرام) ہے۔ مؤذن کا بلند آواز، خوش الحان، عادل، با وضو اور پرہیزگار ہونا مسنون ہے۔ اقامت اذان سے افضل ہے۔ فجر کی اذان کے علاوہ، دیگر نمازوں کی اذان کا اندرونِ وقت واقع ہونا شرط ہے جبکہ اذان فجر رات کے نصف اخیر میں بھی جائز ہے۔

---

(۱) ذکر شہادتین کو پہلے دو مرتبہ آہستہ اور پھر دو مرتبہ بلند آواز سے پڑھنا۔

(۲) نماز فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد دو مرتبہ 'الصلوٰۃ خیر من النوم " کے کلمات کہنے کو عمل تثویب کہتے ہیں۔ (عمیرۃ/قلیوبی)

و یسن للمسجد مؤذنان أحدهما یؤذن قبل الفجر والأخر بعده ویستحب لسامعه أن یقول مثل قوله إلا في حیعلتین یقول لاحول ولا قوة إلا باللّٰه و یقول في التثویب صدقت وبررت للسامع وللمؤذن أن یصلی علی البنی صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم بعد الفراغ .

ایک مسجد کے لیے دومؤذن کا ہونا مسنون ہے۔ان میں سے ایک صبح صادق سے پہلے اذان دے اور دوسرا صبح صادق کے بعد، اذان سننے والے کومؤذن کے کلمات کو دہراتے ہوئے جواب دینا سنت ہے۔مگر'حی علی الصلوٰۃ'اور'حی علی الفلاح' کے جواب میں'لاحول ولاقوۃ الا باللہ' کہے اور تثویب (کے جواب) میں صَــدَقْــتَ وَ بَــرَرْتَ کہے۔مؤذن اوراذان سننے والے کے لیے یہ بھی مسنون ہے کہ وہ اذان سے فارغ ہونے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھے(۱)۔

(۱) قرآن وسنت کا مطالعہ کرنے کے بعد درود پاک کے بارے میں اہم ترین بات جو سامنے آتی ہے، وہ یہ ہے کہ تاجدار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت و بلندی درجات کے لیے رب تعالی خود بھی درود بھیجتا ہے اور اس کے معصوم فرشتے بھی۔کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاے کرام مبعوث کیے گیے ؛مگر کسی بھی نبی کی امت کو اپنے نبی پر درود وسلام بھیجنے کا حکم نہیں دیا گیا؛مگر امت محمد یہ کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے نبی پر کثرت سے درود وسلام بھیجے۔یہ پہلا حکم ہے جو کسی امت کو دیا گیا ہے۔اللہ عزوجل ارشادفرماتا ہے:'ان اللّٰہ و ملئکته یصلون علی النبی یا ایھاالذ ین امنوا صلوا علیــه و سلـموا تسلیما ' (الاحزاب/۲۲) بے شک اللہ اور اس کے فرشتہ درود بھیجتے ہیں غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والوتم بھی ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

قبل اذان و اقامت درود وسلام پڑھنا معمولات اہل سنت سے ہے، جس پر مسلمانوں کا صدیوں سے عمل رہا ہے۔آج کے اس پُرفتن دور سے پہلے کسی دور میں اس کی مخالفت نہیں کی گئی۔اس محبوب عمل کا منکر کوئی شقی القلب اور حرماں نصیب ہی ہوگا جو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا کلمہ تو پڑھتا ہے، ان سے محبت کا دعوی بھی کرتا ہے مگر اذان و اقامت سے قبل درود وسلام پڑھنے سے نہ صرف روکتا ہے بلکہ سختی کا مظاہرہ بھی کرتا ہے۔

بقیہ: اس محبوب عمل سے کسی کو محض یہ کہہ کر روکنا کہ دور رسالت میں اس کا رواج نہ تھا لہٰذا یہ عمل ناجائز و بدعت ہے، نری جہالت، احکام شریعت سے بے خبری اور مسلمانوں کو کار خیر وثواب سے روکنا ہے۔ آیت درود میں مطلق طور پر درود وسلام کا حکم وارد ہے۔ کسی حکم مطلق کو دلیل شرعی کے بغیر کسی خاص حکم کے ساتھ مقید کرنا دین میں فساد اور شریعت مطہرہ میں زبردستی کوئی بات داخل کرنا ہے۔ 'و اللّٰہ لا یحب المفسدین'.

مسلمانوں غور کرو! شریعت مطہرہ نے نماز وخطبہ اور بعض دیگر عظیم عبادتوں میں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کو جز وعبادت قرار دیا ہے۔ درود وسلام کے بغیر ان عبادتوں کی تکمیل ہی نہیں ہوتی ہے۔ نیز رب تعالیٰ نے اذان واقامت کے کلمات تشہد میں بھی نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رسالت کی گواہی کو ضروری قرار دیا ہے۔ بھلا جس محبوب کے نام نامی کو اذان واقامت میں بھی شامل فرمایا ہے، آخر اس مقدس نبی پر قبل اذان واقامت درود وسلام کیونکر ناجائز و بدعت ہو سکتا ہے؟ آخر اس کی وجہ اور دلیل شرعی کیا ہے؟ یاللعجب !!!

اہل سنت کے نزدیک اذان واقامت سے پہلے درود پاک پڑھنا مطلق سنت ہے، اگر چہ اذان و اقامت کی ان خاص سنتوں میں سے نہیں ہے جس کے ترک ہونے پر اذان واقامت کے ثواب میں کوئی کمی یا کسی قسم کی کراہت پائی جائے۔ مگر یہ ضرور ہے کہ اسے اذان واقامت سے قبل پڑھنا باعث برکت وثواب اور شعار اہلسنّت ہے۔ سیدنا علی ابن حسین امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: 'علامة اهل السنة كثرة الصلاة على رسول الله صلى الله تعالى عليه و سلم' (القول البدیع) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود وسلام پڑھنا سنی ہونے کی پہچان ہے۔

بر محل اذان سے متعلق خاتمۃ المحققین علامہ ابن حجر ہیتمی علیہ الرحمۃ کی اس عبارت کی توضیح از حد ضروری ہے جس سے بعض مخالفین عوام اہل سنت کو مغالطہ میں ڈالتے ہیں۔ علامہ ابن حجر ہیتمی سے کسی سائل نے اذان سے متعلق متعدد سوالات کیے ہیں جن میں سے ایک سوال یہ ہے کہ کیا اذان سے پہلے درود وسلام اور اذان کے بعد محمد رسول اللہ پڑھنا صحیح ہے؟ طوالت کے پیش نظر صرف اسی سوال و جواب کو نقل کرتے ہیں جو موضوع سے متعلق ہے۔ تفصیل کے لیے فتاوی الکبریٰ دیکھی جا سکتی ہے۔ سوال مندرجہ ذیل ہے:

بقیہ: 'هـل الـصـلـوة مسنونة قبل الاذان كما هي بعده او لا ،و هل ينهى عن الصلوة على النبـي صلى الله عليه و سلم قبل الاذان او لا ؟'یعنی جس طرح نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر اذان کے بعد درود وسلام پڑھنا سنت ہے کیا اس طرح اذان سے قبل بھی مسنون ہے۔اور کیا مؤذن کو قبل اذان درود وسلام پڑھنے سے روکا جا سکتا ہے یا نہیں؟۔علامہ ابن حجر استفتا کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:' لـم نـری فـی شـئ مـنها التعرض للصلاة عليه صلى الله عليه و سـلـم قبـل الأذان و لا الـى مـحـمـد رسول الله بعده و لم نرى ايضا فى كلام ائمتنا تـعـرضـا لذلك فحينئذ كل واحد من هذين ليس بسنة فى محله المذكور فيه فمن اتـى بـواحد منهمافى ذلك المحل المخصوص نهى عنه و منع منه لانه تشريع بغير دليل و من شرع بلا دليل يزجر عن ذلك و ينهى عنه' (ملخصا،فتاوی الکبری)یعنی اذان سے پہلے درود وسلام اور اذان کے بعد محمد رسول اللہ پڑھنے کے بارے میں احادیث نبویہ میں ہم نے کوئی ممانعت نہیں دیکھی اور نہ ہی ہمارے ائمہ کرام کے کلام میں ممانعت نظروں سے گزری بایں ہمہ صورت حال میں مؤذن کا اذان سے قبل درود وسلام پڑھنا اور اس کے بعد محمد رسول اللہ کہنا مذکورہ مقامات کی خاص سنتوں میں سے نہیں ہے۔جو مؤذن درود وسلام کو اس مخصوص جگہ پر یعنی قبل اذان درود وسلام اور محمد رسول اللہ کو اذان کی خاص سنت سمجھ کر پڑھے گا اسے روکا اور منع کیا جائے گا۔کیونکہ یہ تو بلا دلیل شرعی کسی امر کو مشروع کرنا یعنی سنت قرار دینا ہوا۔جو شخص بلا دلیل شرعی کسی امر کو حدود شریعت میں داخل کرے یعنی کسی غیر سنت کو سنت قرار دے تو اسے اس امر سے اس کے غلط اعتقاد کی وجہ سے روکا اور منع کیا جائے گا۔

مذکورہ بالا فتوی کا صریح مفہوم تو یہی بنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اذان درود وسلام پڑھنے کی ممانعت وارد نہیں ہے اور نہ ہی ائمہ شافعیہ میں سے کسی نے اسے ناجائز و بدعت کہا ہے۔ البتہ اگر کوئی مؤذن درود وسلام کو اذان کی مستقل سنت کا اعتقاد رکھ کر پڑھے تو اسے اس اعتقاد کی وجہ سے روکا جائے گا تا کہ اس کے اعتقاد کی اصلاح ہو جائے۔اور آئندہ وہ جب بھی درود وسلام پڑھے تو اسے اذان کی خاص سنت جان کر نہ پڑھے بلکہ اسے مستقل سنت جان کر پڑھے۔اور یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ دنیا کا کوئی مؤذن قبل اذان درود وسلام کو اذان کی خاص سنت سمجھ کر نہیں پڑھتا ہے بلکہ مطلق سنت کا عقیدہ رکھ کر پڑھتا ہے۔مخالفین نے تو قبل اذان درود وسلام پر پابندی عائد کرنے کے لیے بڑی ڈھٹائی سے علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ کی عبارت میں خیانت کی ہے؛

بقیہ: مگر ہمیشہ کی طرح انھیں منہ کی کھانی پڑی۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ رب ذوالجلال نے ایسے بہروپیوں کو ہمیشہ بے نقاب کیا ہے۔ مخالفین کا عبارت میں قطع وبرید کرنا اوراپنے مطلب کی گڑھنا ان کی پرانی عادت ہے۔عوام اہل سنت کو چاہیے کہ مسائل کی تحقیق کے لیے علماے اہل سنت سے ہی رابطہ کریں۔اللھم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه۔

سردست ذرا، علامہ ابن ہجر کی اس تحقیق کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔خاتمۃ المحققین علامہ ابن ہجر نے درود پاک کے فضائل اوراس کے احکامات پر'الدرر المنضود فی الصلاۃ والسلام علی صاحب المقام المحمود' صلی اللہ علیہ وسلم نامی نہایت جامع، مانع کتاب لکھی ہے۔علامہ موصوف نے کتاب کی چھٹی فصل میں ان چھیالیس مقامات کا ذکر فرمایا ہے جہاں درودوسلام پڑھنا مسنون ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔"الفصل السادس فی ذکر أمور مخصوصة تشرع الصلوة فیھا' یعنی چھٹی فصل ان مخصوص امور کے بیان میں ہے جن کے آغاز میں درود پاک پڑھا جاتا ہے۔علامہ ابن ہجر علیہ الرحمہ نے مذکورہ فصل میں چھتیسویں نمبر پراس مقام کو بتایا ہے جہاں درود پاک پڑھنا سنت ہے ۔(السادس و الثلاثون) فی سائر الاحوال"مر فی الفصل الثالث احادیث کثیرة دالة علی طلبھا فی کل وقت" (الدررالمنضود) ہرحال میں درود پاک پڑھنا سنت ہے۔تیسری فصل میں وہ احادیث گذر چکی ہیں جودرود کے ہمہ وقت مطلوب ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

ناشرالسنۃ امام شافعی اورفقہاے شوافع رضی اللہ تعالی عنہم کا مسلک: علماوفقہا کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ہراچھے کام کا آغاز اللہ کی حمدوثنا اوردرودوسلام سے کرنا سنت ہے حدیث پاک میں ہے: " لا یبدأ فیه بحمد اللّٰه و الصلوة علی فھو أبتر ممحوق من کل برکة)' (تحفۃ المحتاج/کشف الخفاء/ جامع الاحادیث/شرح المہذب)

امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:' احب ان یقدم المرء بین یدی خطبته یعنی بکسر الخاء و کل امر طلبه حمد الله و الثناء علیه و الصلاة علی رسول الله صلی الله تعالی علیه و سلم' (شرح المہذب/فتاوی النووی/ القول البدیع) یعنی میرے نزدیک یہ عمل محبوب وپسندیدہ ہے کہ خطیب اپنے خطبہ(خا کے کسرہ کے ساتھ) سے قبل بلکہ ہراس اچھے کام سے پہلے جسے وہ کرنا چاہتا ہے۔اللہ کی حمدوثنا بجالائے اورنبی پردرودوسلام بھیجے۔اذان واقامت سے قبل درودوسلام کوناجائز کہنے والے بتائیں، کیااذان واقامت محبوب عمل نہیں ہے؟امام شافعی رضی للہ تعالی عنہ کےفرمان عالیشان سے ثابت ہوا کہ اذان واقامت سے قبل بھی درودوسلام پڑھنا محبوب عمل ہے۔

و يقول اللّٰهم رب هذه الدعوة و الصلاة القائمة آت محمدن الوسيلة و الفضيلة و ابعثه مقاما محمودن الذي وعدته .

اور پھر یہ دعا پڑھے :

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ آتِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَ ابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ .(۱)

اے اللہ! اس دعوتِ تامہ اور صلوٰۃِ قائمہ کے رب! ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ (جنت کی ایک اعلیٰ منزل)، فضیلت اور بلند درجہ عطا فرما، اور بھیج انھیں مقام محمود کو جس کا تو نے وعدہ کیا ہے۔

بقیہ: شیخ کبیر بکری شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: 'انھا تسن قبلھما' (فتح المعین) یعنی اذان واقامت سے قبل درود پڑھنا سنت ہے۔ شیخ الاسلام علامہ سلیمان بجیرمی شافعی فرماتے ہیں: 'اما قبل الاقامة فهل يسن ايضا او لا، افتى شيخنا الشوبرى حين سئل عما يفعل من الصلاة و السلام على النبى صلى الله عليه و سلم قبل الاقامة وهل هو سنة او بدعة حسنة ثم رأيت ذلك منقولا عن جماعات من محققى العلماء (حاشیۃ الجمل) رہا یہ سوال کہ اقامت سے قبل بھی درود وسلام پڑھنا سنت ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں ہمارے شیخ حضرت شوبری شافعی رضی المولی عنہ سے استفتاء کیا گیا کہ قبل اقامت درود وسلام پڑھنا سنت ہے یا بدعت حسنہ؟ تو انھوں نے فتوی دیا کہ یہ عمل سنت ہے پھر میں نے اسی جواب کو علمائے محققین کی ایک جماعت سے منقول پایا ہے۔

و تسن الصلاة على النبى صلى الله عليه و سلم قبل الاقامة على ما قاله النووى فى شرح الوسيط و اعتمده شيخنا ابن زياد (اعانۃ الطالبین) اللهم صل على سيدنا محمد و على آله و صحبه و بارك و سلم .

(۱) گو کہ حدیث مبارکہ سے اذان کے بعد پڑھنے کے لیے دعا کے یہی کلماتِ ماثورہ وارد ہیں، مگر معروف ومروّج دعاے اذان میں وعدتہ کے بعد 'وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِنَّکَ لَاتُخْلِفُ المیعاد'

....

بقیہ: کا اِضافہ ہے اور پوری دنیا کے خوش عقیدہ مسلمانوں کا یہی معمول رہا ہے۔ دراصل اَذان کے بعد کی دعا بہت ہی اہمیت کی حامل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے پڑھنے کی بہت تاکید فرمائی ہے اوراس کے پڑھنے والے کوعرصۂ محشر میں تحفۂ شفاعت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ شاید اسی لیے علما نے اس بشارتِ محمدی کومندرجہ بالا دعاے ماثورہ کا حصہ بنادیا۔ فقہی مسائل میں درک رکھنے والوں پرعیاں ہوگا کہ دعاؤں میں اس طرح کےاضافوں کی درجنوں مثالیں کتب فقہ میں موجود ہیں۔ بلکہ بعض علاقوں میں تو وارزقنا شفاعته کے بعد وَلاتَحْرِمْنَا رُؤْيَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ کےالفاظ بھی سننے میں آتے ہیں، جو یقیناً موقع ومحل کی مناسبت سے درست ہیں، انھیں موردِاعتراض وہی ٹھہرا سکتا ہے جسے بصیرت وبصارتِ علمی سے کچھ بھی حصہ نہیں ملا۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

فتاوی ذہبیہ میں ہے۔کیااذان کے بعد پڑھی جانے والی دعامیں 'وارزقنا شفاعته يوم القيمة' کا اضافہ حدیث رسول سے ثابت ہے؟ مفتی وقت شیخ عبدالقادر الملیباری جواباً فرماتے ہیں کہ جن بعض روایتوں سے دعاےاذان مروی ہےان میں یہ کلمات نہیں ہیں؛ تاہم طبرانی کی معجم کبیراوراوسط میں یہ کلمات ضرور ملتے ہیں:'عن عبد الله بن ضمرة السلولی قال سمعت ابا الدرداء يقول كان رسول الله صلى الله تعالى عليه و سلم اذا سمع النداء قال اللهم رب هذه الدعوة التامة الصلاة القائمة صل على محمد عبدك و رسولك واجعلنا فی شفاعته يوم القيمة قال رسول الله صلى الله تعالى عليه و سلم من قال هذا عند الند اء جعله الله فی شفاعتی يوم القيمة' (فتاوی الکبری) یعنی عبداللہ بن ضمرہ سلولی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابودردا سے سنا کہ سرکار دوعالمﷺ جب بھی اذان سنتے تو (بعداذان) یہ دعاپڑھتے:' اللهم رب هذه الدعوة التامة و الصلاة القائمة صل على محمد عبدك و رسولك واجعلنا فی شفاعته يوم القيمة، تاجدارنبوتﷺ نے ارشادفرمایا کہ جوشخص اذان کے وقت اس دعا کو پڑھے گا اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگی۔معترضین کا یہ قول کہ طلب شفاعت فعل معصیت ہی پر ہوتا ہے، مردود و باطل ہے۔قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ طلب شفاعت تخفیف حساب اور بلندی درجات کے لیے بھی ہوتا ہے۔ ہر ذی شعور ،اپنے گنہگار ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے عفو وکرم کا طلبگار ہوتا ہے۔کبھی بھی اپنے عمل پر تکیہ نہیں کرتا کہ یہ ہلاکت کا سبب ہے۔معترض کےقول سے تو یہ بھی لازم آتا ہے کہ سوائے گنہگار کے کوئی بھی رحمت ومغفرت کی دعا بھی نہ کرے کہ طلب رحمت ومغفرت کا تعلق بھی تو گنہگار سے ہے۔

فصل : استقبال القبلة شرط لصح الصلوٰة إلا في شدة الخوف ونافلة سفر الطاعة وإن قصر ثم إن كان راكبا و تمكن من الاستقبال وإتمام الركوع و السجود بأن كان في مرقد لزمه وإلا فيجب عليه الاستقبال حالة التحرم إن سهل دون غيره .

فصل، استقبالِ قبلہ: نماز کی صحت کے لیے استقبال قبلہ شرط ہے۔البتہ نماز خوف اور سفر مباح میں ادا کی جانے والی نفل نماز کے لیے استقبال قبلہ شرط نہیں ہے خواہ وہ نمازوں کو قصر کرنے والا ہو۔ اگر کوئی مسافر (اونٹ وغیرہ کی) سواری پر ہو اور اسے استقبال قبلہ اور رکوع وسجود کرنا ممکن ہو اس طور پر کہ وہ اس سواری کے ہودج میں ہو (کہ اس سواری کو روکنا اس کے اختیار میں ہو تو اسے زمین پر) اسے قبلہ رو ہو کر رکوع وسجود کرنا واجب ہے، ورنہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی اِستقبال قبلہ واجب ہے۔ بشرطیکہ اس طرح استقبال قبلہ کرنے میں اسے سہولت ہو۔ تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی بھی رکن میں استقبال قبلہ ضروری نہیں ہے۔

بقیہ: معترض کا یہ قول سلف صالحین سے مروی دعاؤں کے صریح خلاف ہے۔علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ طلب شفاعت پر دلالت کرنے والی احادیث میں شفاعت کا سوال کرنے والے کے لیے بشارت عظمی ہے کہ ان شاء اللہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا کہ شفاعت مصطفی ﷺ اہل ایمان کے لیے ہی خاص ہے۔اور شفاعت عامہ آپ کی امت کے گنہگاروں کے لیے۔ نیز اس سوال میں تعظیم نبی کا اظہار بھی ہے (فتوی الکبری/۱) بعض لوگوں کا شفاعت کا منکر ہونا اور بعض لوگوں کا شفاعت کا سوال کرنا کوئی حیرت وتعجب کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ تاجدار رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: 'حلت شفاعتي لامتي الا صاحب بدعة ' میری شفاعت تو میری امت کے لیے ہے، بدعتیوں کے لیے نہیں۔ (الفتوی الذہبیۃ/فتوی الکبری) واللہ اعلم۔

و يـؤمی بالركوع والسجود اخفض والماشي يتم ركوعه وسجوده و يستـقبـل فيهـما و في التحرم و يمشي في الباقي وصوب الطريق بدل عـن الـقبـلة و يـنـحـرف عـنــه إلا إليهـا ولو صلى الفريضة على دابة مستـقبـل الـقبـلة وأتم الركوع والسجود وهي واقفة جاز وسائرة لم يـجـز ومـن صلى في الكعبة شرفها الله تعالى أوعلى ظهرهاو استقبل شيئا من بنائها بقدر ثلثي ذراع ولو بابا مردودا جاز .

سواری پرنماز ادا کرنے والا رکوع اورسجدہ اِشارہ سے ادا کرے،البتہ سجدہ کا اشارہ (بنسبت رکوع کے) پست کرے ۔ ماشی (پیدل نماز ادا کرنے والا) رکوع اور سجدوں کو کامل طریقہ سے اس طرح ادا کرے کہ وہ رکوع ،سجدے اور تکبیر تحریمہ میں قبلہ رخ ہوجائے اور بقیہ ارکان پیدل ادا کرتے رہے۔اوراگرسواری پرفرض نماز ادا کرے،اسے استقبال قبلہ اور رکوع وسجود کرنا ممکن ہو بایں طور کے وہ مرقد (ہودج) میں ہوتو اسے رکوع وسجود میں استقبال قبلہ واجب ہے، ورنہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت استقبال قبلہ واجب ہے۔اگراستقبال قبلہ سہل ہو ۔اس کے علاوہ (یعنی تکبیر تحریمہ کے علاوہ) میں استقبال قبلہ ضروری نہیں اور(سوارشخص) رکوع کواشارہ سے ادا کرے اورسجدہ کا اشارہ (رکوع سے) پست کرے۔ اور ماشی (پیدل چلنے والا) رکوع اور سجدوں کو کامل ادا کرے اوران میں اور تکبیر تحریمہ میں استقبال قبلہ کرے اور بقیہ (ارکان میں) چلتا رہے۔اگرکوئی شخص قبلہ رخ، کھڑے ہوئے جانور کی سواری پرنماز پڑھے اوررکوع اورسجود مکمل طور سے ادا کرلے تو یہ جائز ہے،اوراگروہ سواری ٹھہری ہوئی نہ(یعنی وہ جانور چل رہا) ہوتو پھر جائز نہیں ہے۔اگرکوئی شخص کعبہ شریف (شرفہا اللہ تعالی) کے اندر یااس کی چھت پرنماز پڑھے اوراوراس کی دوتہائی ہاتھ اونچی بنیاد یااس کے بند دروازے کی طرف رخ کرے تو بھی یہ جائز ہے۔

فـصـل : مـن أمكنه معرفة القبلة حرم عليه الاجتهاد والتقليد وإن لم يمكنه فيعتمد قول عدل عن علم فإن لم يجد و تمكن من الاجتهاد اجتهـد فإن تخبر لم يقلد و صلى كيف اتفق و يقضي و يعيد الاجتهاد لـكـل فـريـضة و العاجز عن الاجتهاد و تعلم الأدلة كالأعمى والبليد يـقـلـد عـدل عارفا بالأدلة و يجب التعلم عند القدرة و يحرم التقليد حينئذ ومن صلى بالاجتهاد ثم تيقين الخطأ في جهة معينة ولو بتيامن وتبـاشـر أو تيقنه مخبر المقلد و لو في اثنا ئها أعاد وإن تغير الاجتهاد وأخبـر بالخطأ اعلم ممن قلده تتحول حتى لو صلى أربع ركعات إلى أربع جهات لا قضاء عليه .

فصل، سمت قبلہ کے بارے میں اجتہاد و تقلید کا بیان: جو شخص (سمت) قبلہ کی معرفت پر قادر ہو اسے کسی کی تقلید اور اجتہاد کرنا حرام ہے اور جسے اس کی معرفت نہ ہو وہ کسی ایسے لائق اعتماد، عادل شخص ہی کی تقلید کرے جو علم (اپنی ذاتی تحقیق) سے خبر دے۔ اور اگر وہ کسی معتمد شخص کو نہ پائے اور خود اجتہاد پر قادر ہو تو خود اجتہاد کرے کسی مخبر کی تقلید نہ کرے، پھر جس سمت پر اجتہاد راسخ ہو جائے اس سمت نماز پڑھے، مگر اس نماز کا اعادہ کر لے۔ ایسا شخص ہر فرض نماز کے لیے اجتہاد کا اعادہ کرتا رہے۔ اور جو شخص اجتہاد کرنے سے عاجز ہو مگر دلائل سے واقف وہ اندھے کی طرح ہے۔ اور کند ذہن کسی عادل اور دلائل سے واقف کار کی تقلید کرے گا۔ البتہ حصول علم کی قدرت حاصل ہونے پر اسے علم حاصل کرنا واجب ہے۔ پھر کسی کی تقلید کرنا حرام ہے۔ جس نے اجتہاد سے نماز پڑھی پھر اسے متعینہ سمت کی غلطی کا یقین ہو گیا اسے متعینہ سمت کا علم دائیں یا بائیں (اجتہاد کرنے کی وجہ سے حاصل ہوا) تھا یا کسی قابل اعتماد کی خبر دینے کی وجہ سے خواہ اسے یہ خبر دوران نماز دی گئی ہو تب بھی وہ نماز کا اعادہ کرے۔ اگر دوران نماز اجتہاد بدل جائے اور کوئی ایسا شخص اسے غلط سمت سے آگاہ کرے جو اس شخص سے زیادہ جانکار ہو جس جانکار کی اس نے تقلید کی تھی تو رخ بدل لے، حتی کہ اگر اس نے چار رکعتیں چار جہتوں میں پڑھی ہو تب بھی اس پر قضا نہیں۔

باب كيفية الصلوٰة : أركانها ثلاث عشر، أحدها النية فيجب قصد فعل الفريضة و تعينها مع التعرض للفرضية دون الإضافة إلى اللّٰه تعالى و كذا نافلة تتعلق بوقت أو سبب أو في النفل المطلق يكفي نية الفعل و يصح الأداء بنية القضاء و بالعكس و محل النية القلب والنطق بها مندوب قبل التكبير .

نماز کی کیفیت کا بیان: نماز کے ارکان تیرہ ہیں۔(۱) **پہلا رکن نیت کرنا۔** نماز کی فرضیت اوراس نماز کے تعین کی نیت کرنا واجب ہے۔(۲) اللہ تعالیٰ کی طرف نماز کی اضافت کرنا ضروری نہیں ہے۔البتہ اس نفل نماز میں جو وقت یا سبب سے متعلق ہو یا مطلق نفل نماز میں ادائیگی نماز کی نیت کافی ہے۔(تعین ضروری نہیں ہے) اَدا نماز قضا کی نیت سے اور قضا نماز اَدا کی نیت سے پڑھنا صحیح ہے۔محل نیت دل ہے جبکہ تکبیر تحریمہ سے پہلے اسے زبان سے اَدا کرلینا مندوب ہے۔

(۱) ارکان رکن کی جمع ہے۔رکن کے معنی ستون اور سہارے کے آتے ہیں۔اوراصطلاح شریعت میں جس پر کسی چیز کی صحت موقوف ہو رکن کہلاتا ہے۔رکن شئ کی ماہیت اور حقیقت میں داخل ہوتا ہے ۔یعنی اصل شئ کا جز ہوتا ہے۔(باجوری/۱) کتب فقہ میں ارکان نماز کی تعداد کا اختلاف محض لفظی اختلاف ہے۔شیخ رملی اور ابن ہجر علیہما الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بعض فقہا نے طمانینت کو نماز کا مستقل رکن شمار کیا ہے۔اس لیے انھوں نے ارکان نماز کو سترہ بعض نے اٹھارہ بعض نے انیس یا بیس تک شمار کیا ہے اور بعض نے طمانینت کو رکن کے تابع کیا ہے۔اسی لیے جملہ ارکان کی تعداد تیرہ بیان کی ہے۔اختلاف محض لفظی ہے ورنہ فریقین کے نزدیک طمانینت میں شک مؤثر ہے۔(باجوری)

(۲) یعنی جس نماز کو ادا کر رہا ہے اس کی اور اس کے فرضیت کی بھی نیت کریں مثلاً ظہر کی فرض وغیرہ نیز جاننا چاہیے کہ نماز فرض ہو یا سنت قضا ہو یا ادا، نمازی بالغ ہو یا نابالغ اسے کسی بھی نماز کو اللہ سے منسوب کرنا یعنی زبان سے یہ کہنا ضروری نہیں ہے کہ میں یہ نماز اللہ کے واسطے ادا کر رہا ہوں۔ہاں سنت ضرور ہے۔(اعانۃ)

الثـاني: تكبير الإحرام و يتعين كلمته على القادر و هي اللّٰه أكبر أو اللّٰـه الأكبـر أو اللّٰه الجليل الأكبر ولا يجزى الأكبر اللّٰه والعاجز يـأتـي بتـرجـمتـه و عليه تعلمه عند القدرة و يسن من رفع يديه حذو منكبيه مع الابتداء به و يجب اقتران النية بأول مستدامة إلى آخره.

الثـالـث: الـقيـام لـلـقادر في الفرض و شرطه نصب فقاره فلا يقف مـنـحـنيـا أو مـائـلا بـحيث يبطل اسم القيام فإن عجز وقف منحنيا ولو كالراكع و يزيد في الانحناء للركوع إن قدر

دوسرا فرض: تکبیر تحریمہ ہے۔ تکبیر تحریمہ کے الفاظ (عربی میں ان کی ادائیگی پر) قدرت رکھنے والے کے لیے متعین ہیں اور وہ یہ ہیں: اللّٰـہ اکبر یا اللّٰـہ الاکبر یا اللّٰـہ الـجلیل الاکبر۔ البتہ الاکبـر اللّٰہ (کہنا) جائز نہیں ہے۔ عاجز شخص اس کا (جس زبان میں چاہے لفظی) ترجمہ کرے۔ حصولِ قدرت پر اسے تکبیر کا سیکھنا واجب ہے۔ آغاز تکبیر کے ساتھ ہی اپنے دونوں ہاتھوں کو شانوں تک اٹھانا سنت ہے، نیز تکبیر کے آغاز سے انتہا تک نیت کا ملائے رکھنا (برقرار رکھنا) واجب ہے۔

تیسرا فرض: فرض نماز میں قیام کی قدرت رکھنے والے کو قیام کرنا۔ (قیام کے لیے) ریڑھ کی ہڈی کو سیدھا رکھنا شرط ہے کسی بھی جانب جھک کر کھڑا نہ ہو اور نہ ہی (دائیں بائیں) اس طرح ٹیڑھا کھڑا ہو کہ قیام کی اہمیت ہی باطل ہو جائے۔ اگر (قیام سے) عاجز ہو تو جھک کر قیام کرے خواہ رکوع کرنے والے کی طرح جھکنا پڑے۔ (۱) البتہ (اس صورت میں) رکوع کے لیے قدرے زیادہ جھکے، اگر اس کی قدرت رکھے۔

(۱) آج کل ذرا سی تکلیف پر کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا عام سی بات ہوگئی ہے۔ مسجدوں میں کرسیوں کا استعمال عام ہو چکا ہے۔ جب کہ مصلی کو قیام اور دیگر ارکان کے ادا کرنے کی قدرت حاصل ہو اور اس کے باوجود وہ فرض نماز میں قیام و دیگر ارکان ترک کر دے یا حسب شرع ادا نہ کرے تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔ ائمۂ مساجد کو چاہیے کہ عوام الناس کی توجہ اس مسئلہ کی طرف مبذول کرائیں، تا کہ ان کی نمازیں محفوظ ہو جائیں۔ (ابوالعاص)

ولو تمكن من القيام دون الركوع والسجود وقف و فعل ما يمكنه . فإن عجز قعد كيف كان وافتراشه أولى والاقعاء مكروه بأن يجلس على وركيه و ينصب ركبتيه ثم القاعد ينحنى للركوع بحيث يحاذي جبهته ما وراء ركبتيه والأفضل أن يحاذى موضع سجوده فإن عجز عن القعود صلى على جنبيه والأيمن أولى فإن عجز عن الجنب صلى مستلقيا و يؤمى بالركوع والسجود و السجود أخفض و ينتقل القادر قاعدا ومضطجعا لا مؤميا .

الرابع: القراءة و يسن دعاء الاستفتاح عقيب التحرم ولو في النفل ثم التعوذ في ركعة و في الأولى أكد والإسرار فيهما

اور اگر کوئی شخص قیام ہی پر قادر ہوا سے رکوع وسجود کرنا ناممکن ہو تو قیام کرے اور جس طرح ممکن ہو رکوع اور سجود اَدا کرے۔ اور جو شخص قیام سے عاجز ہو وہ جس طرح چاہے بیٹھے (اور نماز ادا کرے) مگر اس کے لیے اِفتراش (کی بیٹھک) افضل ہے اور اقعاء (کی بیٹھک) بیٹھنا اس طرح کہ اپنے دونوں سرین پر بیٹھے اور دونوں گھٹنوں کو کھڑا رکھے مکروہ ہے۔ بیٹھ کر نماز پڑھنے والا رکوع کے لیے اس طرح جھکے کہ اس کی پیشانی زمین کے مقابل دونوں گھٹنوں سے دور رہے۔ اور افضل یہ ہے کہ (پیشانی) کو سجدہ گاہ کے سامنے کرے، اگر کوئی بیٹھنے سے عاجز ہو تو پہلو پر نماز پڑھے۔ دایاں پہلو (بائیں پہلو) سے افضل ہے۔ اور اگر کوئی پہلو کے بل (نماز پڑھنے سے) بھی عاجز ہو تو چت لیٹ کر نماز پڑھے۔ رکوع اور سجود سر کے اشارہ سے اَدا کرے۔ سجدوں (کا اِشارہ بنسبت رکوع کے) پست کیا جائے گا۔

چوتھا فرض: سورۂ فاتحہ پڑھنا۔ تکبیر تحریمہ کے بعد فوراً دعائے افتتاح پڑھنا سنت ہے خواہ نماز، نفل ہو۔ ہر رکعت میں تعوذ (۱) پڑھنا بھی مسنون ہے مگر پہلی رکعت میں تا کیدی سنت ہے۔ تعوذ اور دعاے افتتاح کو اسرار سے پڑھے (۲)۔

(۱) تعوذ، یعنی اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھنا۔ (۲) یعنی آہستہ کم سے کم اتنی آواز میں کہ خود سن سکے۔

وأخـذ يسـاره بيـمينـه و جعلها تحت صدره و فوق سرته ثم الفاتحة متعينة في كـل ركـعة مـع التسـمية والتشديدات و الحروف لا في ركعة المسبوق ولا يجوز إبدال الضاد بالظاء و يشترط فيها الترتيب والـموالات فتنـقطع بسكوت طويل و قصير مع قصد قطع قراء ة و يـذكـره لا ان تعلق بمصحلة الصلوٰة كالتأمين لقراء ة الإمام أو الفتح عـليـه وإن لم يحسن الفاتحة بتسع آيات متوالية ثم متفرقة فإن عجز أتى بذكر و يشترط أن لاينقص حروف البدل عن الحروف الفاتحة

پھر بائیں ہاتھ (کی کلائی) کو دائیں ہاتھ سے پکڑے اور دونوں ہاتھوں کو سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر باندھے۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کو بسم اللہ اور اس کے تمام تشدیدات (حروفِ مشددہ) اور جملہ حروف کے ساتھ پڑھنا فرض ہے۔ البتہ مسبوق (۱) کی رکعت میں سورۂ فاتحہ کی تلاوت فرض نہیں ہے۔ ضاد کے مخرج کو ظا سے بدل کر پڑھنا جائز نہیں ہے۔

سورۂ فاتحہ میں ترتیب اور موالات (یعنی پے در پے پڑھنا) شرط ہے۔ دراز سکوت سے تسلسل منقطع ہو جائے گا۔ جان بوجھ کر قراءت کو منقطع کرنا یا کسی ذکر کے ارادہ سے مختصر سکوت بھی موالات کو منقطع کر دیتا ہے۔ اگر ذکر کا تعلق مصلحت نماز سے ہو تو تسلسل منقطع نہیں ہوگا جیسے قراءت امام پر آمین کہنا یا امام کو (بھول چوک پر) لقمہ دینا۔ اگر کوئی شخص سورۂ فاتحہ کی تلاوت سے عاجز ہونے کی وجہ سے مسلسل سات آیتیں بخوبی نہ پڑھ سکے اور نہ ہی متفرق طور پر تو (ان آیتوں کے بدلے) کوئی ذکر پڑھے لے (مگر اس صورت میں) یہ شرط ہے کہ سورۂ فاتحہ کے حروف کے عوض (پڑھے جانے والے ذکر کے) حروف کم نہ ہوں۔

(۱) مسبوق وہ شخص ہے جو کسی رکعت کے بعد جماعت میں شریک ہوا ہو۔ (کفایۃ)

فإن تعلمها قبل فراغ البدل رجع إليها فإن لم يحسن شيئا وقف بقدر الفاتحة و يستحب التأمين عقيبها جهرا بتخفيف الميم والمد أو لقصر مع تأمين الإمام و سورة بعد الفاتحه في ا لأولى و الثانية لا للمأموم إن سمع . ويسن في الصبح و الظهر طوال المفصل وفي العصر و العشاء أوساطه و في المغرب قصاره وفي صبح الجمعة الٓمٓ تنزيل ، وفي الثانية هل أتى على الإنسان ، و الجهر في الصبح والأولين من المغرب و العشاء والإسرار في غيرهما والفائت تقضى جهرية في وقته ويسر بها في غيره .

بدلے میں پڑھے جانے والے ذکر کے فارغ ہونے سے پہلے سورۂ فاتحہ یاد آ جائے تو اس کی طرف رجوع کرے (یعنی سورۂ کو پڑھ لے)۔ اگر کوئی شخص بخوبی کچھ بھی پڑھنے پر قادر نہ ہو تو سورۂ فاتحہ (پڑھنے) کی مقدار تک کھڑا رہے۔ سورۂ فاتحہ کے بعد امام کی آمین کے ساتھ بلند آواز سے آمین کہنا میم کی تخفیف مد اور قصر کے ساتھ مستحب ہے۔ سورۂ فاتحہ کے بعد پہلی اور دوسری رکعت میں سورت ملانا بھی مستحب ہے۔ البتہ اس مقتدی کے لیے مسنون نہیں ہے جو امام کی قراءت کو سن رہا ہو۔ فجر وظہر میں طوالِ مفصل، عصر وعشا میں اوساطِ مفصل، اور مغرب میں قصارِ مفصل (۱) مسنون ہے۔ جمعہ کی فجر میں (پہلی رکعت میں) 'الم تنزیل' (سورۃ السجدۃ/۲۱) اور دوسری رکعت میں ''ھل اتی علی الانسان'' (سورۃ الدھر/۲۹) پڑھنا سنت ہے۔ فجر کی دونوں رکعتوں میں اور اسی طرح مغرب وعشا کی ابتدائی دونوں رکعتوں میں جہر اور ان کے علاوہ باقی تمام رکعتوں میں قرأت آہستہ سے کرے۔ فوت شدہ نماز جہری وقت میں جہر سے اور سری وقت میں سر سے پڑھے۔

(۱) سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک کی سورتیں طوال مفصل کہلاتی ہیں، سورۂ بروج سے، سورۂ بینۃ تک اوساط مفصل، اور سورۃ بینۃ سے سورۂ ناس تک کی سورتیں قصار مفصل کہلاتی ہیں۔ (کفایۃ/اعانۃ/)

الـخـامس : الركوع وأقله أن ينحنى بحيث تبلغ راحتاه ركبتيه و يـطمئن بحيث ينفصل ارتفاعه عن هويه و يشترط أن لايقصد به غيره فـلـو هوى السجدة التلاوة فلما وصل إلى حد الركوع حسبه عنه لم يـكف وأكـمـلـه أن يستوى ظهـره وعـنـقـه و ينصب ساقيه و يقبض بـراحتيـه ركبتيـه و يفرق أصابعه متوجهة إلى القبلة و يكبر في ابتداء هـويـه و يـرفـع يـديه كما عند إحرامه و يقول سبحان ربى العظيم ثلثا ويزيد المنفرد اللّٰهم لک رکعت وبک آمنت ولک أسلمت خشع لک سمعي وبصري ومخي وعظمي وعصبي وما استقلت به قدمي .

پانچواں فرض: رکوع کرنا ہے۔رکوع کا کم سے کم طریقہ یہ ہے کہ رکوع کرنے والا اس قدر جھکے کہ دونوں ہتھیلیاں گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔اطمینان کے ساتھ اس طرح رکوع کرے کہ اس کے اوپری (سر ہانہ اور اس کے اطراف کے) اعضا نیچے والے، (کمر و اطراف کمر کے) اعضا سے جدا رہیں۔رکوع (کی صحت) کے لیے یہ شرط ہے کہ رکوع سے غیر رکوع کا قصد نہ کرے، اگر کوئی سجدۂ تلاوت کے لیے جھکے اور حد رکوع تک پہنچنے پر اس جھکاؤ کو رکوع قرار دے تو یہ کافی نہیں ہے۔رکوع کا مکمل طریقہ یہ ہے کہ نمازی اپنی پشت اور گردن کو سیدھی رکھے، اپنے دونوں قدموں کو کھڑا رکھے، اپنی دونوں ہتھیلیوں سے گھٹنوں کو پکڑے اور انگلیوں کو قبلہ رخ کشادہ رکھے، جھکنے کے آغاز ہی میں تکبیر کہے اور رفع یدین کرے جس طرح تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا تھا۔اور (رکوع میں) تین مرتبہ یہ دعا پڑھے: ''**سبحان ربی العظیم**'' اگر مصلی تنہا ہو تو یہ (دعا) زیادہ کرے: **اَللّٰهُمَّ لَکَ رَکَعْتُ وَبِکَ آمَنْتُ وَلَکَ أَسْلَمْتُ خَشَعَ لَکَ سَمْعِي وَبَصَرِيْ وَمُخِّي وَعَظْمِيْ وَعَصَبِيْ وَمَا اسْتَقَلَّتْ بِهٖ قَدَمِيْ** .(۱)

(۱) رکوع سے اٹھتے وقت ''ربنا لك الحمد'' پڑھا جاتا ہے۔اس کی مشروعیت کے بارے میں علامہ سید بکری دمیاطی شافعی علیہ الرحمۃ حدیث پاک کو نقل فرماتے ہیں۔

السـادس: الاعتدال وهو العود إلى ما كان قبله و يجب أن يطمئن فيـه و لا يـقصد به غيره فلو رفع فزعا من شيئ ثم جعله عنه لم يكف و يسـن رفـع يـديـه مـع ابتداء رفع رأسه قائلا سمع اللّٰه لمن حمده فإذا انتـصـب قـال ربـنا لک الحمد ملأ السموات و ملأ الأرض و ملأ ما شئت من شيئ بعده .

چھٹا فرض: اعتدال ہے یعنی رکوع سے پہلے والی حالت کی طرف لوٹنا۔ حالت اعتدال میں طمانیت واجب ہے۔ نیز یہ بھی واجب ہے کہ اعتدال سے غیر اعتدال کا قصد نہ کرے۔ اگر کسی چیز سے خوف زدہ ہوکر سر اٹھائے، پھر اس قیام کو اعتدال کا نام دے تو یہ کافی نہیں ہوگا۔ رکوع سے سر کو اٹھاتے وقت ہی **سمع اللّٰه لمن حمده** کہتے ہوئے رفع یدین کرنا سنت ہے۔ جب راست کھڑا ہوجائے تو یہ دعا پڑھے: **رَبَّنَـا لَکَ الْحَمْدُ مِلأُ السَّمٰواتِ وَ مِلأُ الأَرْضِ وَمِلأُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْئٍ بَعْدَهٗ**

بقیہ: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز باجماعت کبھی فوت نہیں ہوئی۔ ایک مرتبہ نماز عصر میں تاخیر ہوئی۔ انھیں یہ خیال گذرا کہ آج سرکار دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی اقتدا میں جماعت سے محروم ہوگیا۔ یہ سوچتے ہوئے مسجد کی طرف نہایت تیزی کے ساتھ قدم اٹھائے۔ جب مسجد کے دروازہ پر پہنچے تو دیکھا رحمت عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم رکوع میں جانے کے لیے تکبیر کہہ رہے ہیں۔ برجستہ آپ کی زبان سے نکلا، ''الحمد للّٰه''۔ فوراً نیت کرتے ہوئے شریک جماعت ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ابھی حالت رکوع میں تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر حاضر ہوئے۔ اور عرض کی ''یا رسول اللّٰه، سمع اللّٰه لمن حمده ''یعنی اے محبوب! ابوبکر نے اللہ کی حمد بیان کی ہے، اللہ نے اسے سن لیا ہے۔ ان مقدس کلمات کو اپنی نماز میں رکوع سے اٹھتے وقت شامل فرمالیں۔ اس سے قبل رکوع سے اٹھتے وقت تکبیر ہی کہی جاتی تھی۔ یہ کلمات تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کی برکت سے ملے ہیں (اعانۃ/بجیرمی) گویا ''سمع اللّٰه لمن حمده '' کے متبرک کلمات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یادگار ہیں۔ کیا اب بھی یہ کہنا روا ہے کہ نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنے سے نماز باطل ہوتی ہے۔ نعوذ باللہ (ابوالعاص)

و يـزيد المنفرد أهل الثناء و المجد أحق ما قال العبد و كلنا لک عبد لا مـانـع لـمـا أعـطيـت ولا معطى لما منعت و لا ينفع ذا الجد منک الـجـد ويسـن القنوت في اعتدال الثانى من الصبح و هو اللّٰهم اهدني فيـمـن هديت و عافني فيمن عافيت و تولني فيمن توليت وبارک لي فيـمـا أعـطيـت و قـني شرما قضيت فإنک تقضي ولا يقضىٰ عليک وإنـه لا يـذل مـن واليـت ولا يـعـز من عاديت تبارکت ربنا و تعاليت فـلـک الـحمد على ما قضيت استغفرک وأتوب إليک، الإمام يأتي بـلـفـظ الـجمع و يجهر به دون غيره و يسن الصلوٰة على النبى صلى اللّٰـه عـليـه و سـلـم فـي آخـره و رفـع اليدين بل مسح الوجه و يؤمن الـمـأمـوم فـي الـدعـاء و يـوافـق فـي الثناء وإن لم يسمع قنت و يسن الـقـنـوت في غير الصبح من المكتوبات للنازلة ولا يجوز لغيرها.[لا أصحها أنه يستحب رفعهما ولا يمسح الوجه] . (المجموع)

اورمنفرد نمازی یہ دعا بھی پڑھے:أَهْـلُ الثَّـنَـاءِ وَ الْـمَجْدِ أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَکَ عَبْـدٌ لاَ مَـانِـعَ لِـمَا أَعْطَيْتَ وَلاَ مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَ لاَ يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدّ . نماز فجر کی دوسری رکعت کے اعتدال میں دعائے قنوت پڑھنا سنت ہےاور وہ یہ ہے: اَلـلّٰهُـمَّ اهْـدِنِـيْ فِيْـمَـنْ هَدَيْتَ وَ عَافِنِي فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَ تَوَلَّنِي فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِکْ لِي فِيْمَا أَعْطَيْتَ وَ قِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَإِنَّکَ تَقْضِي وَلاَ يُقْضىٰ عَلَيْکَ وَإِنَّهُ لاَ يَذِلُّ مَـنْ وَّالَيْـتَ وَلاَ يَعِـزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَ تَعَالَيْتَ فَلَکَ الْحَمْدُ عَلٰى مَا قَـضَيْتَ اسْتَغْفِرُکَ وَأَتُوبُ إِلَيْکَ ۔امام جمع کے صیغے کے ساتھ پڑھے نیز صرف امام ہی قنوت کو جہر سے پڑھے اس کے علاوہ (کوئی مقتدی) جہر سے نہ پڑھے۔قنوت کے آخر میں نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا سنت ہے، نیز دونوں ہاتھوں کو اٹھانا اور چہرے پر پھیرنا بھی سنت ہے۔ مقتدی دعا کے کلمات میں آمین کہے اور ثنا میں امام کی موافقت کرے۔اگر مقتدی (قنوت) کو نہ سن پا رہا ہو تو وہ بھی (آہستہ) قنوت پڑھ سکتا ہے۔ فجر کے علاوہ دیگر فرض نمازوں میں بھی قنوت (نازلہ) پڑھنا سنت ہے۔اگر مصیبت بڑی نہ ہو تو پھر قنوتِ نازلہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

السـابع: السجود وأقله مباشرة بعض الجبهة موضع سجوده فلو سـجـد عـلـى متصل به جاز إن لم يتحرك حركته ولا يشترط وضع يـديـه وركبتيـه وقـدميـه ويـجـب أن يطمئن فيه وأن ينال ثقل رأسه مـوضـع سـجـوده وأن لا يهـوي لـغيـره فلو سقط على وجهه لعارض وجـب الـغـور ويـنبغي أن يكون أسافله أعلى من أعاليه وأكمله يكبر لـلهـوى بـلا رفـع اليـدين ويضع ركبتيه ثم يديه جبهته وأنفه ويقول: سبحان ربي الأعلى، ثلثا

ساتواں فرض: سجدہ ہے۔سجدہ کی کم سے کم کیفیت یہ ہے کہ ظاہری پیشانی کا بعض حصہ سجدہ گاہ پر ٹک جائے۔اگرکسی نے متصل (کپڑے وغیرہ) پرسجدہ کیا تو یہ جائز ہے بشرطیکہ نمازی کی حرکت پر وہ کپڑا متحرک نہ ہو۔اپنے دونوں ہاتھوں،گھٹنوں اورقدموں کا زمین پر ٹکا رہنا شرط نہیں ہے (۱) مگرساجد کا سجدہ میں،اس قدر مطمئن ہونا واجب کہ وہ سجدہ گاہ پر سر کی ثقالت (بوجھ) محسوس کرے۔

سجدہ کرنے والاسجدہ کے علاوہ کسی اورقصد سے نہ جھکے،اگرکوئی شخص کسی وجہ سے پیشانی کے بل گر جائے تو اسے (حالت اعتدال کی طرف) پلٹنا واجب ہے۔اورسجدہ میں یہ بھی واجب ہے کہ اس کے اسافل (کمراوراطراف کمر والے اعضا) اس کے اعالی (شانہ اور اس کے اطراف کے اعضا) سے بلند ہوں۔سجدے کا مکمل طریقہ یہ ہے کہ سجدے میں جانے کے لیے بغیر رفع یدین کیے تکبیر کہے پھر اپنے دونوں گھٹنوں کو پھر دونوں ہاتھوں کو پھر اپنی پیشانی اورناک کو زمین پر رکھے اور تین مرتبہ یہ دعا پڑھے:**سبحان ربی الأعلی .**

(۱) دونوں ہتھیلیوں اور دونوں قدموں کی انگلیوں کا کم از کم بعض حصہ زمیں پر لگنا واجب ہے۔ (اعانۃ)

و يـزيـد الـلّٰهـم لک سـجـدت و بک آمـنت ولک أسلمت سجد وجهـي لـلـذي خلقه وصوره وشق سمعه و بصره تبارک اللّٰه أحسن الـخـالـقيـن، و يـضـع يديه حذو منكبيه أصابعه مضمومة إلى القبلة و يـفـرق بيـن ركبتيـه و يـرفـع بـطـنه عن فخديه ومرفقيه عن جنبيه في ركوعه و سجوده و تضم المرأة بعضها إلى بعض .

الثـامـن: الـجـلـوس بيـن السـجدتين و يجب أن يطمئن فيه وأن لا يـقـصـد بـه غيره ولا يطوله ولا يطول الاعتدال وأكمله يكبر و يجلس مفترشا واضعا يديه قريبا من ركبتيه و ينشر أصابعه ويقول: رب اغفرلي و ارحـمـنـي و اجبـرني و ارفعني و ارزقني و اهدني و عافني، ثم يسجد الثانية كالأولى و يسن جلسة خفيفة بعد الثانية في ركعة يقوم عنها .

اورمنفرد مزید یہ دعا بھی پڑھے: اَللّٰهُمَّ لَکَ سَجَدتُّ وَ بِکَ آمَنْتُ وَلَکَ أَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَ بَصَرَهٗ تَبَارَکَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ۔ سجدہ کرنے والا اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں شانوں کے مقابل رکھے، انگلیاں قبلہ رخ ملی ہوئی ہوں اپنے دونوں گھٹنوں کو (ایک بالشت کی مقدار میں) کھلا رکھے۔ رکوع اور سجود میں اپنے پیٹ کو رانوں سے اور کہنیوں کو اپنے پہلووں سے جدا رکھے، البتہ عورت بعض کو بعض سے ملائے رکھے۔

آٹھواں فرض: دو سجدوں کے درمیان جلوس ہے۔ نیز دونوں سجدوں کے درمیان طمانینت بھی واجب ہے۔ جلوس نماز سے کسی اور جلسہ کا قصد نہ کرے۔ جلوس واعتدال کو طول بھی نہ دے (کہ یہ دونوں رکن قصیر ہیں) جلوس کا مکمل طریقہ یہ ہے کہ نمازی حالت افتراش میں دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں سے قریب، انگلیوں کو کشادہ رکھ کر بیٹھے پھر یہ (دعا) پڑھے: رَبِّ اغْـفِـرْ لِيْ وَ ارْحَـمْنِيْ وَ اجْبُرْنِي وَ ارْفَعْنِيْ وَ ارْزُقْنِيْ وَ اهْدِنِيْ وَ عَافِنِي ۔ پھر پہلے سجدہ کی طرح دوسرا سجدہ بھی کرلے۔ دوسری رکعت کے بعد والی (تیسری یا چوتھی) رکعت میں جس کے بعد قیام کرے گا اس میں جلسۂ استراحت مسنون ہے۔

الـركـن التـاسع و العاشر و الحادي عشر : التشهد و القعود له إن كـان عـقيبهـمـا سـلام فهما ركنان و إلا فسنتان و كيف قعد جاز لكن يسـن فـي الأولـى الافتـراش و في الآخـر التورّک . و الافتـراش أن يـجـلـس عـلى رجله اليسرى و ينصب اليمنى ويضع أطراف أصابعه موجهة إلى القبلة . و التورک كالافتراش لكن يخرج رجله اليسرى مـن جهة يمينه ويلصق وركه بالأرض و يفترش المسبوق و الساهي و يـضـع فـي التشهدين يده اليسرى على طرف ركبته منشورة الأصابع بـلا ضـم و يـده اليـمـنـى عـلـى طرف ركبته و يقبض منها الخنصر و البـنـصـر والـوسطى و يرسل المسبحة و يرفعها عنه قوله: إلا اللّٰه بلا تحريک و يضم الإبهام إليها كمن يعقد ثلثه وخمسين .

نواں، دسواں اور گیارہواں رکن: تشہد اور اس کے لیے جلوس ہے۔ اگر تشہد اور جلوس کے بعد فوراً سلام پھیر دیا جائے تو یہ دونوں رکن ہوں گے، ورنہ سنت۔ تشہد میں جس طرح بھی بیٹھے جائز ہے، لیکن تشہد اوّل میں افتراش کی بیٹھک سنت ہے اور تشہد آخر میں تورک کی بیٹھک سنت ہے۔ بائیں قدم پر بیٹھنا، دائیں قدم کو کھڑا رکھنا اور انگلیوں کے سروں کو قبلہ رخ رکھنا افتراش کی بیٹھک کہلاتی ہے۔ تورک (کی بیٹھک بھی) افتراش ہی کی طرح ہے، لیکن (فرق یہ ہے کہ) اپنا بایاں قدم دائیں جانب سے باہر نکالے اور اپنی سرین کو زمین پر ٹیک کر بیٹھے۔ مسبوق اور ساہی (سجدۂ سہو کرنے والا) حالت افتراش ہی میں بیٹھے اور دونوں تشہد میں اپنے بائیں ہاتھ کو اپنے دونوں گھٹنوں کے کناروں پر انگلیوں کو بغیر ملائے کشادہ رکھے اور اپنے دائیں ہاتھ کو دائیں گھٹنے پر رکھے۔ اور انگشت شہادت کو الا اللہ (کا ہمزہ) کہتے وقت بغیر ہلاتے ہوئے اٹھائے (۱) اور انگوٹھے کو شہادت کی انگلی سے اس طرح ملائے جیسے ترپن (۵۳) کا عقد کرنے والا کرتا ہے۔

(۱) تشہد میں شہادت کی انگلی کو مسلسل ہلاتے رہنا مکروہ تنزیہی ہے، سنت نہیں ہے۔ عند الشافعیہ اس کا شمار عمل قلیل میں ہوتا ہے بلکہ بعض فقہا نے فرمایا ہے کہ اس سے نماز ہی باطل ہو جائے گی، گرچہ قول اوّل مفتی بہ ہے۔ (اعانۃ/ شرح المہذب/)

والصــــلوٰة على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم فرض في التشهد الأخيــر سنــه فـي الأول و علــى الأل في الأخيـر وأكمل التشهد: التحيات المباركات الصلوات الطيبات للّٰه سلام عليک أيها النبي و رحـمة اللّٰه وبركاته سلام علينا وعلى عباد اللّٰه الصالحين أشهد أن لا إلـه إلا اللّٰـه وأشهـد أن مـحـمدا رسول اللّٰه وأقله التحيات للّٰه سلام عـليک أيهـا الـنبـي ورحـمة اللّٰه وبركاته سلام علينا وعلىٰ عباد اللّٰه الصالحين أشهد أن لا إله إلا اللّٰه وأشهد أن محمدا رسول اللّٰه ، وأقل الصلوٰة على النبى وآله اللّٰهم صل على محمد وآله والزيادة إلى قوله حـميـد مـجيـد سـنة وكذا الدعاء بعده والمأثورة منه أفضل من غيره ومنه: اللّٰهم اغفر لي ما قدمت وما أخرت وما أسررت وما أعلنت وما أنت أعلم به مني أنت المقدم وأنت المؤخر لاإله إلا أنت،

اورآخری تشہد میں نبی ﷺ پردرود پڑھنا فرض ہے اورتشہداوّل میں سنت ہےاورآخری تشہد میں آل نبی ﷺ پردرود پڑھنافرض ہے۔مکمل تشہد یہ ہے: التَّـحِيَّـاتُ الْـمُبَـارَكَـاتُ الـصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ سَلاَمٌ عَلَيْکَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ سَلاَمٌ عَـلَيْـنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ . اورتشہد کےکم ازکم الفاظ یہ ہیں:التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ سَلاَمٌ عَلَيْکَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ سَلاَمٌ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا الـلّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ . اور نبی وآل نبی ﷺ پردرود پاک کےکم سےکم کلمات یہ ہیں: الـلّٰهـم صـل عـلـى محمّد وآلـه . ہرنمازی کو'حمید مجید' تک پڑھنا سنت ہے۔اوراسی طرح درود کے بعدکوئی دعاپڑھنا بھی سنت ہےاوردعاے ماثورہ (یعنی رسول اللہ ﷺ سےمنقول دعا) دعاےغیر ماثورہ سےافضل ہے۔دعاے ماثورہ میں سےایک دعایہ بھی ہے:الـلّٰهُـمَّ اغْـفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهٖ مِنِّي أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لاَإِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ.

ویستـحـب أن یـزیـد في الدعاء علی قدر التشهد والصلاة علی النبی صـلی الله تعالی علیه وسلم والعاجز عن التشهد و الصلوٰة علی النبی صلی الله علیه وسلم والدعاء والذکر المندوب یأتي بترجمته .

والثـانـي عشـر: السـلام وأقله السلام علیکم أو سلام علیکم و یجزئه علیکم السلام ولا یجب نیة الخروج ، أکمله السلام علیکم و رحمة اللّٰہ مرة عن یمینه حتی یری خده الأیمن و مرة عن یساره حتی یـری خده الأیسر ناویا السلام علی من یمینه و یساره من الملائکة و مـؤمـنـي الإنـس والـجـن و یـنـوي الإمام السلام علی المقتدین و هم ینوون الرد علیه .

مگر سنت یہ ہے کہ دعا کے کلمات تشہد اور درود پاک کی مقدار سے زیادہ نہ ہوں۔ جو شخص تشہد، درود، دعا اور کسی مندوب ذکر کے پڑھنے سے عاجز ہو (جس زبان میں چاہے) ان کا ترجمہ پڑھ لے۔

بارہواں فرض: سلام پھیرنا ہے۔ مختصر سلام یہ ہے: السلام علیکم یا سلام علیکم اور علیکم السلام کہنا بھی جائز ہے۔ (سلام پھیرتے وقت نماز سے) خروج کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے۔ اور سلام کا مکمل طریقہ یہ ہے: السـلام عـلیـکم و رحمة اللّٰـه۔ امام پہلے دائیں جانب (سلام پھیرے) اس طرح کہ مقتدیوں کو دایاں رخسار نظر آئے اور دوسری مرتبہ بائیں جانب اس طرح کہ انہیں بایاں رخسار نظر آجائے۔ سلام پھیرتے وقت ان فرشتوں اور مؤمن انسان و جنات کی نیت کرے جو اس کی اِقتدا میں دائیں اور بائیں جانب ہیں۔ اور امام مقتدیوں پر سلام کی نیت کرے اور مقتدی امام پر سلام کے جواب دینے کی نیت کرے۔

الثـالـث عشـر: التـرتيب في الأركان كما ذكرنا فلو تركه عمدا كـمـا إذا سـجـد قبـل أن يـركـع بـطـلت صلوته و سهوا فما فعله بعد المتروک غير محسوب ثم إن تذكر قبل الوصول إلى مثله اشتغل به وإن لـم يتذكره حتى وصل إليه قام مقام المتروک و تمت به الركعة وأتى بالباقي فلو تيقن في آخر صلوته ترک سجدة من الأخيرة سجد راكعـا وأعـاد التشهـد ومن غيرها أو شک فيه أتى بركعة ولو تذكر فـي قيـام الثانية ترک سجدة من الأولى فإن جلس بعد السجدة التي فعـلهـا ولـو بـنية الاستـراحة كـفـاه أن يسجد عن قيام وإلا فيجلـس مطمئنا ثم يسجد .

تیرہواں فرض: مذکورہ بالا ارکان کو ترتیب کے ساتھ ادا کرنا۔ اگر کوئی شخص عمداً ترتیب کو ترک کردے جیسے کہ کوئی شخص رکوع کرنے سے پہلے سجدہ کرلے تو اس کی نماز باطل ہوجائے گی اور اگر کسی نے ترتیب کو سہواً ترک کیا تو چھوٹے ہوئے رکن کے بعد کا رکن جو اس نے ادا کیا وہ غیر معتبر ہوگا۔ اگر اسے چھوٹا ہوا رکن دوسرا رکن ادا کرنے سے پہلے یاد آجائے تو پہلے وہ چھوٹا ہوا رکن ادا کرنے میں مشغول ہوجائے اور اگر اسے چھوٹا ہوا رکن یاد نہ آئے اور وہ دوسرے رکن تک پہنچ جائے تو چھوٹے ہوئے رکن کا تدارک کرلے اور مزید ایک رکعت کے ذریعہ اس باقی ماندہ رکن کی تکمیل کرلے۔ اگر کسی کو نماز کے آخر میں آخری سجدے کے ترک ہونے کا یقین ہوجائے تو وہ سجدہ کرتے ہوئے تشہد کو پھر سے پڑھ لے۔ اور اگر آخری رکعت کے سجدہ کے علاوہ کسی اور رکعت کے سجدے کے ترک ہوجانے کا یقین ہوجائے یا محض شک ہوجائے تو وہ مزید ایک رکعت بڑھالے۔ اور اگر کسی کو دوسری رکعت کے قیام میں پہلی رکعت کے سجدہ کا ترک ہونا یاد آجائے اور اگر وہ بیٹھا ہو سجدہ کے بعد جیسے ادا کی اگرچہ بنیت استراحت ہی بیٹھا ہو تو اس کے لیے یہ کافی ہے کہ قیام کے عوض سجدہ کرے ورنہ اطمینان کے ساتھ بیٹھ جائے پھر سجدہ کرے۔

فـإن تـذكـر فـي آخر الرباعيه ترک سجدتين أو ثلثة وجهل موضعها فعـليـه ركـعتان و في أربع سجدة وركعتان و في خمس أو ست ثلث ركعات و في سبع سجدة ثم ثلث ركعات .

فـصل: يسن للمصلي إدامة نظره إلى موضع سجوده و الخشوع وتـدبـر الـقراءة و الذكر و دخول الصلوٰةمع نشاط و فراغ قلب عن الأمور الدنيوية و الدعاء في سجوده فيما يتعلق بآخرته و اعتماده في قيـامـه مـن الـسـجـود والـقعود على يديه و تطويل قراءة الأولى على الثـانية و الـذكـر بـعـد الفراغ منها و انتقاله للنفل من موضع فرضه و فعله في بيته أفضل .

اگر کسی کو چار رکعت والی نماز میں دو یا تین سجدوں کا ترک ہونا یاد آجائے اوران چاروں رکعتوں (میں سے ترک سجدہ والی رکعت) کو بھول جائے تو اسے مزید دو رکعتیں واجب ہیں اور چار سجدوں (کے بھول جانے) میں بھی دو ہی رکعت ہیں پانچ اور چھ سجدوں میں تین رکعتیں اور سات سجدوں میں بھی تین رکعتوں کی تکمیل کرے۔

فصل، نماز کی بعض سنتوں کا بیان: نمازی کے لیے مسنون ہے کہ وہ (نماز میں) اپنی نگاہوں کو سجدہ گاہ پر جمائے رکھے۔ خشوع کے ساتھ نماز ادا کرے، تلاوت قرآن اور ذکر کے معانی میں غور وفکر کرتے رہے۔ بے خود ہوکر دل کو دنیوی امور سے پاک کرے اور پھر نماز شروع کرے۔ سجدوں میں آخرت سے متعلق (منقول) دعائیں پڑھے۔ سجدوں اور قعدۂ اولی سے قیام کی حالت میں آنے کے لیے ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر کھڑے ہو۔ پہلی رکعت کی قرأت دوسری رکعت کی قرأت سے طویل کرے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد ذکرواذکار (اور دعائیں) پڑھے، نفل نماز، فرض نماز کے مقام سے ہٹ کر ادا کرے البتہ اسے گھر جا کر ادا کرنا افضل ہے۔

و الـمـكـث حتـى ينصرف النساء وانصرافه في حاجتة وإن لم يكن له حـاجة فـفـي جهة يـمـينـه و تـقضى القدوة بسلام الإمام فللمأموم أن يشتغـل بـدعـاء و نـحـوه ثم يسلم و لغيره و ان يقتدى به ولو اقتصر الإمام على تسليمة سلم هو اثنتين .

نماز کے بعد اپنے مقام ضرورت کی طرف نکلنا اور اگر کوئی ضرورت نہ ہوتو اپنے دائیں جانب سے نکلنا سنت ہے۔امام کے سلام پھیر دینے پر مقتدی کی اقتدا ختم ہو جاتی ہے۔اب مقتدی کو اختیار ہے کہ وہ دعا وغیرہ میں مشغول ہو جائے اور پھر سلام پھیر دے۔اگر امام (کسی وجہ سے) صرف ایک ہی سلام پھیرنے پر اکتفا کرے تو مقتدی دوسرا سلام بھی پھیر دے۔(۱) اور (جب عورتیں مردوں کے ساتھ نماز ادا کرے) تو مردوں کا مقام نماز پر ٹھہرنا تاکہ عورتیں پہلے نکل جائیں سنت ہے۔

(۱) دور حاضر میں بعض علاقوں میں عورتوں کو مسجدوں میں جا کر نماز تراویح اور فرض نمازوں کو باجماعت پڑھنے کی نہ صرف ترغیب دی جارہی ہے بلکہ خاطر خواہ اہتمام بھی کیا جارہا ہے۔ڈھیروں ثواب کی دہائی دی جارہی ہے۔کیا عورتیں مسجد میں باجماعت نماز پڑھ سکتی ہیں؟ کیا انھیں جماعت یا نماز تراویح کے لیے گھر سے نکلنا جائز ہے؟ شرعی نقطہ نظر سے مسئلہ کی نوعیت وحکم کو جاننے کے لیے مندرجہ ذیل تحریر کو پیش کیا جارہا ہے۔غیر جانبدارانہ اور منصفانہ انداز میں آنے والی تحریر کا مطالعہ فرمائیں، مجھے اس بات کا یقین واحساس ہے کہ اس مسئلے کی تحقیق وتوضیح کے لیے اسے ایک مستقل عنوان بنا کر ہزاروں صفحات لکھے جاسکتے ہیں۔کتاب وسنت کی روشنی میں تحریر کے کئی گوشے مفصلا اجاگر کیے جاسکتے ہیں؛ مگر نفس مسئلہ پر روشنی ڈالنے کے لیے حسب ضرورت بطور حاشیہ جو دلائل قلمبند کیے جارہے ہیں، وہ اصحاب بصیرت اور اہل خرد کی رہبری کے لیے کافی وشافی ہیں، البتہ جو شخص جہالت کے ساتھ ساتھ تعصب کے پردوں میں گم ہوا سے تو رحمت خداوندی ہی بیدار کر سکتی ہے۔' **اللهم يسر ولا تعسر واهدنا هداية الحق و الصواب**'.

جس طرح اذان شعائر اسلام سے ہے اسی طرح جماعت بھی شعائر اسلام سے ہے۔جماعت کو

بقول بعض فقہا فرض کفایہ مانیں یا بقول معتمد سنت مؤکدہ، بہرصورت شعار اسلام سے ہونے کی وجہ سے اس کا اظہار ضروری ہے۔ شعار اسلام کے اظہار کا تعلق مردوں سے ہے نہ کہ عورتوں سے ۔یہی وجہ ہے کہ عورتوں کے حق میں مساجد میں جا کر نماز با جماعت ادا کرنا نہ ہی سنت مؤکدۃ ہے اور نہ ہی واجب۔اور نہ ہی ان کے لیے ترک جماعت میں کسی قسم کی کراہت ہے۔البتہ جماعت کے شعار اسلام سے ہونے کی وجہ سے قیام جماعت کے لیے افضل مقام مسجد ہی ہے۔شعار اسلام کے اظہار کی ذمہ داری عورتوں پر نہ ہونے کی وجہ سے ان کی جماعت کے لیے افضل مقام ان کے گھر ہی ہیں۔مساجد نہیں ہیں۔قرآن وسنت نے عورتوں سے کسی بھی صورت میں مسجدوں میں حاضر ہو کر نماز با جماعت پڑھنے کا ہرگز مطالبہ نہیں کیا ہے۔رسول گرامی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اور آپ کے صحابہ، تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ تعالی عنہم نے عورتوں کو مساجد میں آ کر نماز پڑھنے کی ہرگز ترغیب نہیں دی ہے۔آغاز اسلام میں عورتوں کو وقتی طور پر مساجد میں جانے کی اجازت و حکم تھا مگر آیات حجاب کے نزول کے بعد انھیں مساجد وعیدگاہ میں نماز با جماعت سے روک دیا گیا۔حکم ثانی نے حکم سابق کو منسوخ کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں عورتوں کو مطلقا مساجد میں جانے کی ممانعت نہیں تھی،عورتوں کے مساجد میں آنے کی متعدد حکمتیں تھیں چونکہ مسجد نبوی ہی عبادت گاہ اور تربیت گاہ اور درسگاہ بھی تھی۔سخی اور کریم آقا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے دربار سے باڑے بٹتے تھے ۔منگتوں کی جھولیاں بھری جاتی تھیں۔اسی لیے بسا اوقات عورتیں رسول گرامی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں دینی مسائل دریافت کرنے کے لیے تشریف لاتی تھیں تو کبھی تبرکات حاصل کرنے کے لیے تو کبھی مال غنیمت لینے کے لیے بھی آیا جایا کرتی تھیں۔ان حکمتوں کے پیش نظر نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا اعلان عام تھا:''لاتمنعوا النساء حظوظهن من المساجد''(مسلم/۲) یعنی عورتوں کا مسجدوں میں جو حصہ ہے تم ان کو ان سے نہ روکو۔

بایں ہمہ تاجدار رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے واضح طور پر ارشاد فرمایا تھا کہ عورتوں کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ اپنے گھروں ہی میں نما ادا کریں ہے۔جماعت میں شرکت کرنا ان کا حق نہیں ہے ۔حدیث پاک میں ہے:**عن ابن عمر لاتمنعوا نسائكم عن المساجد و بيوتهن خير لهن** (ابوداؤد شریف) عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے نہ روکو مگر ان کے گھر ہی ان کے لیے بہتر ہیں۔

بیضاوی شریف میں ہے کہ اللہ تعالی نے مردوں کو عورتوں پر کمال عقل،حسن تدبیر کے ذریعہ اوراعمال وعبادات میں بہ نسبت عورتوں کے مزید قوت عطا فرما کرفضیلت بخشی ہے؛ اسی لیے مردوں کو نبوت وامامت اور ولایت وشہادت، وجوب جمعہ اور دیگر شعائر اسلام کے اظہار کرنے کی ذمہ داریوں سے سرفراز فرمایا ہے۔(تفسیر رازی/۳۔تفسیر روح البیان/تفسیر روح المعانی/تفسیر در منثور/تفسیر ابن کثیر/ بحوالہ فقہ السنۃ)

اس اجمالی گفتگو کے بعد مندرجہ بالا مسئلہ کی مزید وضاحت وتحقیق کے لیے بحث کو اس کے بنیادی سوالات اوراس کے جوابات پر تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ مسئلہ آفتاب نیم روز کی طرح روشن وعیاں ہو جائے۔چونکہ کوکن کے متعدد علاقوں سے شوافع حضرات نے اس بابت سوالات کیے ہیں اس لیے میں نے مناسب جانا کہ مسلمانوں کی رہبری کے لیے اس مسئلہ کو قدرے مفصل و مدلل بیان کیا جائے۔مسئلہ کی مزید تحقیق وتنقیح کے لیے'فقہ السنۃ''''الفتاوی الکبری''''فتاوی الذہبیۃ''ان کتابوں کو دیکھا جاسکتا ہے۔

اجنبی مردوں کے ساتھ عورتوں کو مساجد میں نماز باجماعت کا کیا حکم ہے۔؟ کیا نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں عورتیں نماز جمعہ اور جماعت کے لیے مساجد میں آتی تھیں؟ اگر آتی تھیں تو تاجدار رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے انھیں منع کیوں نہیں کیا؟ کیا آیات حجاب کے نزول کے بعد بھی یہ سلسلہ مسلسل جاری رہا ہے؟ مذاہب اربعہ کے مفتیان کرام عورتوں کے مساجد میں جانے کے بارے میں صدیوں سے عدم جواز کا فتوی دیتے آرہے ہیں کیا وہ فتوی اجتہاد پر مبنی ہے یا کتاب وسنت میں اس کی کوئی صریح دلیل بھی موجود ہے یانہیں؟ فقہاے شافعیہ کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ اجنبی مردوں کے ساتھ اختلاط اور فساد زمانہ کے سبب فسق وفجور عام ہونے کی وجہ سے فی زمننا عورتوں کو نماز وعیدین کے لیے مسجدوں میں یا عیدگاہ میں جانا جائز نہیں ہے۔خاتمۃ المحققین علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:'یحرم علی النساء خروج المسجد مع خشیۃ فتنۃ منہا او علیہا(تحفۃ)عورتوں سے یا عورتوں پر فتنہ کا خوف ہو تو انھیں مسجد میں جانا حرام ہے۔

شیخ الاسلام محشی تحفۃ علامہ عبدالحمید داغستانی شروانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:" لا تحضرن ای النساء سواء کن شواب او عجائز الجماعات لظھور الفسادوا لفتوی الیوم علی المنع فی الکل فلذلك اطلق المصنف و یدخل فی قولہ الجماعات الجمۃ و الاعیاد

، بجیرمی (حاشیۃ الشروانی علی تحفۃ المحتاج/۲) عورتیں خواہ جوان ہوں یا بوڑھی فساد زمانہ کے سبب وہ قطعا جماعت میں شریک نہ ہوں۔ بہر حال دور حاضر میں فتوی تو حرمت ہی پر ہوگا۔ اسی لیے مصنف علیہ الرحمۃ نے مطلق فرمایا کہ عورتیں جماعت میں شریک نہ ہوں۔ مصنف کے قول 'الجماعات' میں جمعہ اور عیدین کی جماعتیں بھی شامل ہیں۔

عورتوں کی نماز وعبادت کے لیے بہترین وافضل محل ومکان ان کے گھر ہی ہیں۔ اور امت مسلمہ کا صدیوں سے اس پر عمل بھی رہا ہے۔ شیخ الاسلام شارح مسلم امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: 'و اما النساء فجماعتھن فی البیوت افضل (شرح المہذب) اور رہی بات عورتوں (کے جماعت) کی تو ان کی جماعت تو ان کے گھروں ہی میں افضل ہے۔ اسی مقام پر امام نووی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:"و جماعة النساء فی البیوت افضل من حضورھن فی المساجد للحدیث المذکور قال اصحابنا و صلاتھا فیما کان من بیتھا استر افضل لھا لحدیث عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال صلاۃ المراۃ فی بیتھا افضل من صلوتھا فی حجرتھا و صلاتھا فی مخدعھا افضل من صلاتھا فی بیتھا رواہ ابو داؤد باسناد صحیح علی شرط مسلم" (شرح المہذب/۴) مذکورہ فرمان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے مطابق عورتوں کے لیے مسجد میں آکر نماز پڑھنے سے افضل یہی ہے کہ ان کی جماعت ان کے گھروں ہی میں ہو۔ ہمارے اصحاب شافعیہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی اس روایت کے مطابق کسی عورت کا اپنے گھر ہی میں نماز پڑھنا زیادہ لائق پردہ، باعث فضل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا اپنے کمرے میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ اور اس کا گھر کے ایک گوشے میں نماز پڑھنا گھر کے کھلے حصے میں پڑھنے سے افضل ہے۔

آغاز اسلام میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی۔ شعار اسلام کے اظہار کی ذمہ داریاں عورتوں پر نہ تھی اس کے باوجود کفار ومشرکین کو کثرت تعداد سے مرعوب کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے عورتوں کو بھی عیدگاہ اور مساجد میں حاضری کا حکم صادر فرمایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عورتیں حالت حیض ونفاس میں بھی عیدگاہ میں اور مسجد سے متصل جگہ پر آکر بیٹھ جایا کرتی تھیں۔ ذکر واذکار اور دعاؤں کی محفلوں میں تو شریک ہوجایا کرتی تھیں؛ لیکن نماز نہیں پڑھتی تھیں کیونکہ

حالت حیض ونفاس میں نماز پڑھنا منع ہے۔البتہ ذکر و دعا کی ممانعت نہیں ہے۔ یہ مسئلہ تو ہر کس و ناکس بھی جانتا ہے کہ کوئی بھی عورت حالت حیض ونفاس میں نماز پڑھنے سے شرعا معذور ہوتی ہے، تو اس حال میں بھی عورتوں کا مسجد کی طرف جانا یا عیدگاہ میں حاضر ہونا چہ معنی دارد؟ صحیح بخاری میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے:"یخرج العواتق و ذوات الخدور او العواتق ذوات الخدور و الحیض و لیشهدن الخیر و دعوة المؤمنین و یعتزل الحیض المصلی" (بخاری) کنواری، جوان اور حائضہ عورتیں ذکر واذکار میں اور مسلمانوں کی محفل دعا میں شریک ہو جاتی تھیں البتہ ان میں سے حائضہ عورتیں مسجد سے الگ تھلگ رہتی تھیں۔

"ان أمر الحیض باعتزال المصلی انما هو حال الصلاة لیتسع علی النساء الطاهرات مکان صلاتهن ثم یختلطن بهن فی سماع الخطبة'' (فتح الباری لابن رجب) حائضہ عورتوں کو مساجد سے علیحدہ رہنے کا حکم صرف حالت حیض میں ہی تھا۔تا کہ پاک (غیر حائضہ) عورتوں کو ادائیگی نماز کے لیے کشادہ جگہ ملے۔

ان القصد منه اظهار شعار الاسلام بالمبالغة بالاجتماع ولتعم الجمیع البرکةوالله اعلم (فتح الباری) عورتوں کو عیدگاہ ومساجد میں حاضری کا مقصد مسلمانوں کے جم غفیر کے ذریعہ شعار اسلام کا اظہار تھا نیز یہ بھی کہ مردوں اور خواتین سبھوں کو عام برکت ملے۔واللہ اعلم

عن ابی حنیفة رضی الله تعالی عنه "لا یصلین العید مع الامام لان خروجهن لتکثیر سواد المسلمین لحدیث ام عطیة کن النساء یخرجن مع رسول الله صلی الله تعالی علیه و سلم حتی ذوات الخدور و الحیض و معلوم ان الحائض لا تصلی فعلم ان خروجهن کان لتکثیر السواد المسلمین " (بدائع الصنائع) امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے۔حائضہ عورتیں عیدگاہ میں (حاضر ہونے کے باوجود) نماز عید نہیں پڑھتی تھیں کیونکہ عیدگاہ میں ان کی حاضری کا مقصد جماعت مسلمین کی کثرت کا مظاہرہ کرنا تھا۔جیسا کہ ام عطیہ رضی اللہ تعالی عنہا کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کنواری اور حائضہ عورتیں تاجدار رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ہمراہ عیدگاہ جایا کرتی تھیں۔جبکہ یہ بات بھی متحقق ہے کہ حائضہ عورت نماز نہیں پڑھ سکتی۔تو ان کے عیدگاہ جانے کا مقصد تو یہی سمجھ میں آیا کہ عیدگاہ میں ان کی حاضری کے ذریعہ جماعت مسلمین کی کثرت کا مظاہرہ ہو سکے۔

قـال ابـن دقيـق رحـمـه الـلّـه "المقصود بذلك بيان المبالغة فی الاجتما ع و اظهار الشـعـار فـقـد كان فی ذلك الوقت اهل ا لاسلام فی حيز القلة فاحتيج الی المبالغة بـاخـراج الـعواتق و ذوات الخدور وقد نقله ابن هجر رحمه الله فی فتاويه (الفتاوی الکبری/ احکام الاحکام) آٹھویں صدی ہجری کے مجدد امام محمد بن ابن دقیق القشیر ی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ۔دور رسالت میں مساجد وعید گا ہ میں عورتوں کی حاضری کا مقصد صرف یہ تھا کہ مسلمانوں کی اجتماعی قوت نظر آئے اور شعار اسلام کا اظہار ہو۔ چونکہ اس زمانہ میں مسلمانوں کی تعداد نہایت کم تھی اسی لیے کنواری اور جوان عورتوں کی حاضری کے ذریعہ مسلمانوں کے تعداد کی کثرت دکھانے کے لیے اس کی ضرورت پیش آئی ۔علامہ ابن ہجر ہیتمی شافعی رحمہ اللہ نے بھی اسے اپنے فتاوی میں نقل فرمایا ہے۔

مندرجہ بالا اقتباسات سے بخوبی واضح ہوگیا کہا آغاز اسلام میں دربار رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے عورتوں کومساجد وعیدگاہ میں آنے جانے کی اجازت کیوں تھی؟ مگر کیا یہ حکم دائمی تھا یا عارضی ؟ لاریب ،آیات حجاب کے نزول سے پہلے عورتیں مساجد وعید گا ہ میں آتی جاتی رہیں مگر آیات حجاب کے نزول کے بعد عورتوں کا مساجد وعیدگاہ میں آنا جانا بند ہوگیا۔حکم ناسخ آنے کے بعد حکم اول منسوخ ہوگیا۔

اگر عورتوں کو مسجدوں میں نماز پڑھنا سنت و افضل ہوتا تو آیات حجاب کے نزول کے بعد بھی عورتیں مسجد نبوی میں ضرور حاضر ہوتیں۔ امت مسلمہ میں سب سے بہترین و افضل عورتیں ازواج مطہرات ،تاجدار رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی شہزادیاں اور دیگر صحابیات عظام رضی اللہ تعالی عنہن ہیں۔اسلام کی یہ وہ عظیم مائیں ہیں جن کی طہارت ، پاکیزگی اور شریعت مطہرہ کی پاسداری کا خطبہ قرآن وسنت نے سنایا ہے۔زمانہ ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔اسلام کی یہ عظیم مائیں ، خیر قرون میں ،مسجد نبوی میں جہاں دوگانہ ادا کرنا ہزار رکعت سے افضل ہے۔اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھنے سے اپنے آپ کو کیوں محروم کرتیں؟ جب کہ یہ حقیقت بھی ہر مسلمان پر عیاں ہے کہ حصول خیر وثواب میں اور شریعت مطہرہ کی پاسداری میں امت کی تمام عورتوں میں سب سے زیادہ حریص صحابیات عظام رضی اللہ تعالی عنہن ہیں۔رب تعالی نے ان کے حق میں اپنی رضا کا مژدہ سنایا ہے۔

یہ حقیقت بھی نا قابل انکار ہے کہ جب تاجدار رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے صحابیات عظام کو نماز کے لیے ان کے گھروں کو افضل بتایا تو کیا وہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی نصیحت سے اعراض کرسکتی تھیں؟ کیا ان کے بارے میں یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ وہ محبوب خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے فرمان کو پس پشت ڈال دیتیں؟ اگر مسجد میں جا کر باجماعت نماز پڑھنا افضل ہوتا تو مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اشارۂ ابرو پر جانیں نچھاور کرنے والی اسلام کی مقدس مائیں، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے انوار صحبت سے فیض پانے والی، ہر نیکی میں سبقت کرنے والی اسلام کی شہزادیاں، آیات حجاب کے نزول کے بعد گھروں میں نماز کیونکر پڑھتیں؟

اب آیات حجاب کے نزول کا سبب اور چند احادیث و اثار ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا۔'' یا رسول اللہ یاتیك البر و الفاجر فاحجب نسائك''(فتح الباری) یارسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے دولت کدہ پر نیک و بد ہر قسم کے لوگ حاضر ہوتے ہیں۔ آپ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالی عنہن کو پردہ کا حکم فرمائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی شکایت ومعروضہ آیات حجاب کے نزول کا سبب بنا۔ قرآن مقدس نے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالی عنہن اوران کی تبعیت میں امت مسلمہ کی جملہ عورتوں کو اجنبیوں کے سامنے حجاب کا تدریجا حکم صادر فرمایا ہے۔ انھیں بے پردہ ہونے سے منع فرمایا۔ پہلے تو انھیں یہ حکم دیا گیا کہ وہ اجنبیوں کے سامنے اپنا چہرہ نہ کھولا کریں۔ قرآن مقدس میں ہے:"یا ایھا النبی قل لازواجك و بناتك و نساء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیھن" (سورۃ الاحزاب/۵۹)

پھر دوسرا حکم وارد ہوا:'و اذا سألتموھن متاعا فأسالوھھن من وراء الحجاب'(سورۃ الاحزاب/۵۳) پھر انھیں حکم دیا گیا کہ وہ اب بلا ضرورت شرعیہ گھر سے باہر نہ نکلیں:'وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی و اقمن الصلاۃ و اتین الزکاۃواطعن اللہ و رسولہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا' (الاحزاب/۳۳)

قال الحافظ علاؤالدین رحمہ اللہ من ا لحنفیۃ کن النساء یحضرن الجماعات ثم لما امرن بالقرار فی ا لبیوت ا نتسخ ذلك (۔ بدائع الصناع/عمدۃ القاری/)

ونقل مثل ہذاعن الطحاوی فی عمدہ القاری (بدائع الصنائع/۱) مذہب حنفیہ کے جلیل القدر امام حافظ علاؤالدین کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلے عورتیں نماز باجماعت کے لیے مسجدوں میں آیا کرتی تھیں؛ مگر جب انھیں گھروں میں ٹھہرے رہنے یعنی پردہ کا حکم آیا تو حکم اول منسوخ ہوگیا۔ امام طحاوی رحمہ اللہ سے عمدۃ القاری میں بھی یہی منقول ہے۔

امام فخر الدین رازی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ نماز صبح میں تغلیس اسفار سے افضل ہے۔ یعنی فجر کے اول وقت میں، تاریکی میں نماز پڑھنا صبح کے اجالے میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ شافعیہ کا یہی مذہب اور اسی پر عمل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز فجر کے بعد مسجد سے نکلتے تو اس وقت عورتیں بھی چادروں میں لپیٹی ہوئی مسجد سے نکلا کرتی تھیں مگر تغلیس یعنی تاریکی کی وجہ سے انھیں کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔

تغلیس کی افضلیت کے بارے میں فتاوی ذہبیہ میں امام رازی شافعی رحمہ اللہ کی تحقیق کا لب لباب یہ ہے:'ان التغليس فی صلاة الصبح كان فی ابتداء الاسلام حين كانت النساء يخرجن للجماعات ثم بعد منعهن عن الحضور لم يتغير حكم التغليس فكانوا يصلون الصبح فی اول الوقت حين كن يخرجن كيلا يعرفن ثم لما نهين عن الحضور عن الجماعات لم يترك ذلك التغليس ولم ينسخ' (تفسیر رازی/ بحوالہ فتاوی ذہبیہ) نماز صبح کو تاریکی میں ادا کرنے کا حکم اسلام کے اس ابتدائی دور میں تھا جب عورتیں جماعت میں شریک ہونے مسجد جایا کرتی تھیں۔ پھر جب انھیں مسجد جانے سے روک دیا گیا تو تغلیس کا حکم منسوخ نہیں ہوا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز فجر کو اول وقت ہی میں ادا کیا کرتے تھے اسی وقت جب عورتیں مسجد کی طرف تاریکی میں نکلا کرتی تھیں تا کہ کوئی بھی انھیں پہچان نہ سکے؛ مگر جب عورتوں کو مسجد میں نماز باجماعت سے روک دیا گیا تب بھی حکم تغلیس متروک نہیں ہوا اور نہ ہی منسوخ ہوا۔

عن ام نائلة قالت جاء ابو برزة فلم يجد ام ولده فی البيت فقالوا ذهبت الى مسجد فلما جائت صاح بها فقال ان الله نهى النساء ان يخرجن و امرهن ان يقرن فی بيوتهن ولا يتبعن جنازة ولا ياتين مسجد اولا يشهدن جمعة '(درمنثور) حضرت ام نائلہ رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں باہر سے

تشریف لائے۔ گھر میں اپنی ام ولد (آقا کی وہ باندی جس سے اولاد ہوئی ہو) کو گھر میں نہیں پایا۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ مسجد میں گئی ہیں۔ بالاخر جب وہ مسجد سے لوٹیں تو آپ نے اسے ڈانٹتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالی نے عورتوں کو گھروں سے باہر نکلنے منع فرمایا ہے۔ اور انھیں یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں ہی رہیں۔ نہ کسی جنازہ میں جائیں اور نماز پڑھنے کے لیے نہ ہی کسی مسجد میں جائیں۔ اور نہ ہی نماز جمعہ میں شرکت کریں۔

علامہ ابن سیرین رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے۔ مادر مؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالی عنہا سے کسی نے پوچھا ام المومنین آپ اپنی دیگر بہنوں کی طرح حج وعمرہ کیوں نہیں کرتی ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: "قد حججت و اعتمرت و امرنی الله ان اقر فی بیتی فو الله لا اخرج من بیتی حتی اموت فقال ماخرجت من باب حجرتها حتی اخرجت بجنازتها".
میں تو حج فرض وعمرہ تو ادا کر چکی ہوں۔ رب تعالی تعالی نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں گھر میں ہی ٹھری رہوں۔ بخدا اب تو مرتے دم تک گھر سے باہر نہیں نکلوں گی۔ ابن سیرین فرماتے ہیں۔ بخدا اس کے بعد مادر مومنین نے دروازے کے باہر قدم نہیں رکھا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کا جنازہ ہی گھر سے نکالا گیا۔

روی ابن شیبة عن الوصافی قال کنت عند عمر بن عبد العزیز فکتب الی عبد الحمید انظر من قبلك من النساء فلا یحضرن جماعة ولا جنازه لا حق لهن فی جمعةولا جنازة(مصنف ابن شیبة)

حضرت وصافی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں خلیفہ راشد حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ تعالی عنہ کی بارگاہ میں حاضر تھا۔ انھوں نے حضرت عبد الحمید رحمہ اللہ کو خط لکھا کہ تم اپنی طرف سے اس بات کا خیال رکھنا کہ کوئی بھی عورت جماعت میں شریک نہ ہونے پائے اور نہ ہی کوئی عورت جنازہ میں شرکت کرے، کہ نماز جمعہ اور جنازہ میں شریک ہونے میں شرعا ان کا کوئی حق نہیں ہے۔

عن ام حمید امراة ابی حمید الساعدی رضی الله تعالی عنه انها جائت الی النبی صلی الله تعالی علیه وسلم فقالت یا رسول الله انی احب الصلاة معك قال قد علمت انك تحبین الصلاة معی و صلاتك فی بیتك خیر لك من صلاتك فی

حـجـرتك و صـلاتك فـی حـجـرتك خيـر لك من صلاتك فی دارك و صلاتك فی دارك خيـر لك من صلاتك فی مسجد قومك و صلاتك فی مسجد قومك خير لك مـن صـلاتك فـی مسـجدی قال فامرت فبنی لها مسجد فی اقصی شئی من بيتها و اظلمه فكانت تصلی فيه حتی لقيت عز وجل (اسدالغابۃ/مسنداحمد/سنن البیہقی/)

ایک مرتبہ ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالی عنہ کی زوجہ محترمہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض گذار ہوئی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتی ہوں۔اس عرض پر سرکا دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشادفرمایا۔میں جانتا ہوں کہ تمھیں میرے ساتھ نماز پڑھنا محبوب ہے۔مگر تیرا اپنے ہی گھر میں نماز پڑھنا تیرے اپنے باڑے میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔اور تیرا اپنے باڑے میں نماز پڑھنے سے بہتر یہ ہے کہ تو اپنے گھر کے احاطے میں نماز پڑھے۔تیرا اپنے گھر کے احاطے میں نماز ادا کرنا تیری اپنی قوم کی مسجد میں نماز ادا کرنے سے افضل ہے۔اور تیری اپنی قوم کی مسجد میں نماز ادا کرنا میری مسجد میں آکر نماز ادا کرنے سے بہتر ہے۔ پھر اس صحابیہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اپنے لیے اپنے گھر کے اندرونی اور تاریک کونے میں نماز پڑھنے کے لیے ایک کمرہ بنوایا جس میں تادم حیات وہ نماز پڑھتی رہی (نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے حکم کے بعد اس صحابیہ رضی اللہ تعالی عنہا نے کبھی مسجد کا رخ نہیں کیا۔)

و فـی روایة عـنهـا رضـی الله تعالی عنها قالت قلت یا رسول الله یمنعنا ازواجنا ان نـصـلـی مـعك و نـحـب الـصلاة معك فقال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم صـلاتـكـن فـی بیوتكن افضل من صلاتكن فی حجركن و صلاتكن فی حجركن افـضـل مـن صـلاتـكـن فی دوركن و صلاتكن فی دوركن افضل من صلاتكن فی الجماعة (المعجم الکبیر للطبرانی/مصنف لابن شیبہ)

اور ایک رویت میں ان سے یہ بھی منقول ہے۔فرماتی ہیں کہ میں نے بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں عرض کیا۔یارسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہمیں آپ کے ساتھ باجماعت نماز پڑھنا محبوب ہے،مگر ہمارے شوہر آپ کے ساتھ نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں؟ (اب ہم کیا کریں) رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:تمہارا اپنے گھروں میں نماز پڑھنا کمرے میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔اور کمرے میں نماز پڑھنا برآمدے میں نماز پڑھنے سے افضل ہے،اور تمھارا

اپنے (گھر کے) برآمدہ میں نماز پڑھنا جماعت سے نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

فتاوی ذہبیہ میں ہے:"فما ورد من خروج النساء لها بعد نزول آية الحجاب ايضا من النادر روى الامام البخارى رحمه الله ان زوجة عمر رضى الله تعالى عنهما كانت تخرج لجماعة الصبح و العشاء ولكنها عوتبت بعد ذلك (صحیح البخاری/ بحوالہ فتوی ذہبیۃ)
آیات حجاب کے نزول کے بعد عورتوں کا نماز کے لیے مسجد کی طرف نکلنا شاذ و نادر ہے۔امام بخاری نے اس روایت کو بیان فرمایا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی زوجہ محترمہ نماز فجر و عشا کے لیے مسجد جایا کرتی تھیں مگر انھیں حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے عتاب کا سامنا کرنا پڑا۔

و ذكر ابن حجر رحمه اللّٰه فى فتح البارى ان النادر لا يستدل به (فتح الباری) شیخ الاسلام علامہ ابن حجر شرح بخاری فتح الباری میں فرماتے ہیں،شاذ و نادر سے استدلال درست نہیں ہے۔

و فى البد اية و النهاية كان عمر رضى الله تعالى عنه لا يمنعها من الخروج الى الصلاة و يكره خروجها فجلس لها ذات ليلة فى الطريق فى ظلمة فلما مرت ضرب بيده على عجزها فرجعت الى منزلها ولم تخرج بعد ذلك(البداية و النهاية٦/۔بهجة النفوس/١)

البدایۃ والنہایۃ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ عورتوں کو مطلقا نماز کے لیے مسجدوں میں جانے سے منع نہیں فرماتے تھے۔البتہ عورتوں کے گھروں سے نکلنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ایک تاریک رات میں آپ انھیں روکنے کے لیے راستہ ہی میں بیٹھ گیے۔اس رات جو بھی عورت گذری تو آپ نے اپنے ہاتھوں سے ان کے مونڈھے پر مارا تو وہ گھر لوٹ گئی اور اس کے بعد اس عورت نے کبھی مسجد کا رخ نہیں کیا۔

وعن ابى عمرو الشيبانى رضى الله تعالى عنه قال رايت ابن مسعود رضى الله تعالى عنه كان يحصب النساء يخرجهن من المسجد يوم الجمعة (مصنف عبد الرزاق/ مصنب ابن ابی شیبۃ/ المعجم الکبیر/ مجمع الزوائد) ابوعمرو شیبانی رضی المولی عنہ سے مروی ہے ۔میں نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کو دیکھا کہ وہ جمعہ کے دن عورتوں کو کنکریاں مار مار کر مسجد سے نکال رہے تھے۔

و عنه انه رأى عبد الله يخرج النساء من المسجد يوم الجمعة و يقول اخرجن الى

بیـوتکم خیر لکن (رواہ الطبرانی فی الکبیر)اور انھیں سے یہ بھی منقول ہے کہ انھوں نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ کو دیکھا کہ وہ جمعہ کے دن عورتوں کو مسجد سے نکال رہے تھے اور ارشاد فرمارہے تھے کہ تم مسجد سے نکلو تمھارے لیے تمھارے گھر ہی بہتر ہیں۔

مندرجہ بالا احادیث کو پڑھنے کے بعد اب ناصر السنۃ طوفان العلوم امام شافعی رضی اللہ تعالی عنہ کی تحقیق ورائے کو ملاحظہ فرمائیں۔

امام شافعی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: 'ولـم نـعلم من امهات المؤمنين امرأة خرجت الى جـمعة ولا جـمـاعة فـى مسـجـد و ازواج رسـول الـلـه صـلـى الله تعالى على وسلم بـمـكـانهن برسول الله صلى الله عليه وسلم اولى باداء الفرائض و قد كان مع رسول الـله صلى الله تعالى عليه وسلم نساء من اهل بيته وبناته و ازواجه و مؤلياته و خدمه و خـدم اهـل بيته فماعلمت منهن امرأةخرجت الى شهود جمعة و الجمعة واجبة على الرجال باكثر من وجوب الجماعة فى الصلوات غيرها ولا الى جماعة غيرها فى ليل او نهار ولا الى مسجد قباء فقد كان النبى صلى الله عليه وسلم ياتيه راكبا و ماشيا ولا الـى غيـره من المساجدوما اشك انهن كن على الخير بمكانهن من رسول الله صلى الـلـه تـعـالى عليه وسلم احرص و به اعلم من غيرهن و ان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم لم يكن ليدع ان يأمرهن بما يجب عليهن و ما لهن فيه من الخير و ان لم يجب عليهن كما امرهن بالصدقات و السنن و امر ازواجه بالحجاب و اما علمت احدا من سلف المسلمين امر احدا من نسائه باتيان جمعة ولا جماعة من ليل و نهار و لو كان فـى ذلك لهـن فضل امروهن به و اذن لهن اليه بل قد روى و الله اعلم عن النبى صلى الـلـه تعالى عليه وسلم "صلاة المراة فى بيتها خير من صلاتها فى حجرتها و صلاتها فـى حـجـرتهـا خير من صلاتها فى المسجد او المساجد' (اختلاف الحدیث من کتاب الام۔باب خروج النساء الی المسجد) (آیات حجاب کے نزول کے بعد) امہات المؤمنین رضی اللہ تعالی عنہن میں سے کسی کے بارے میں بھی ہمیں یہ روایت نہیں ملی ہے کہ وہ نماز جمعہ یا جماعت میں شرکت کے لیے مسجد میں جاتی رہی ہوں۔حالانکہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالی عنہن قرابت رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی وجہ سے فرائض کو ادا کرنے میں بنسبت دوسری عورتوں کے زیادہ حقدار ہیں

۔اور یہ بات بھی متحقق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ساتھ اہل بیت میں سے ازواج مطہرات،آپ کی بیٹیاں،آپ کی اورآپ کے اہل بیت کی کئی خادمائیں بھی رہتی تھیں مگران میں سے کسی کے بارے میں بھی ہم تک یہ روایت نہیں پہنچی کہ وہ نماز جمعہ میں شریک ہوئی ہوں ۔حالانکہ نماز جمعہ دیگر فرض نمازوں کی جماعت کے وجوب سے بڑھکر واجب ہے۔نیز اہل بیت کی ان عورتوں میں سے کسی کے بارے میں یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ مسجد میں شب وروز کی کسی فرض نماز کی جماعت میں شریک ہوئی ہوں ۔اور نہ ہی کبھی مسجد قبا جانا ثابت ہے ۔حالانکہ رسول گرامی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کبھی پیدل اور کبھی سواری پر مسجد قبا تشریف لے جایا کرتے تھے۔اسی طرح بشمولیت مسجد قبا کسی دوسری مسجد میں بھی جانا ثابت نہیں ہے ۔اور یہ بات میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ قرابت رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی وجہ سے یہ عورتیں بنسبت دیگرعورتوں کے خیر وثواب کے حاصل کرنے میں زیادہ حریص تھیں ۔خیر وثواب کی زیادہ جاننے والیاں تھیں ۔نیز رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بھی انھیں واجبات کا یا ان بھلائی کے کاموں کا حکم دینے سے کیسے باز رہ سکتے ہیں خواہ وہ ان پر واجب نہ ہوں ۔جس طرح آپ نے ان عورتوں کوراہ خدا میں صدقہ کرنے سنتوں کے بجا لانے اور پردہ کا حکم دیا تھا۔(اسی طرح آپ انھیں مساجد میں نماز با جماعت کا حکم بھی حکم صادر فرماتے ۔مگرآپ نے ایسانہیں کیا)علیہ وعلیہم السلام ۔

نیز اسلاف میں سے بھی کسی کے بارے میں بھی ہم تک یہ روایت نہیں پہنچی ہے کہ ان میں سے کسی نے بھی اپنی بیوی کونماز جمعہ یا دن رات کی کسی فرض نماز کی جماعت میں شریک ہونے کے لیے مسجد میں جانے کا حکم دیا ہو۔اگرعورتوں کومسجد کی جماعت میں شریک ہونا افضل ہوتا تو سلف صالحین یقیناً اپنی عورتوں کواس کا حکم بھی دیتے اوراجازت بھی ۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے تو یہی مروی ہے ۔اوراللہ بھی اپنے رسول کے اس فرمان کوخوب جانتا ہے ۔عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا گھر کے صحن میں نماز پڑھنے سے افضل ہے ۔اور گھر کے صحن میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔(اختلاف الحدیث)

’خذوا شطر دینکم عن الحمیراء‘(الدررالمنتثرہ/البدایۃ والنھایۃ)

حدیث عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی وضاحت: حزب مخالفین کا یہ اعتراض ودعوی کہ اگر مسجد میں عورتوں کا جانا ناجائز وحرام ہے ۔تو رسول گرامی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے عورتوں کومسجد میں آنے

سے کیوں نہیں روکا ؟ تو جواباً یہ عرض ہے کہ مخالفین کا یہ کہنا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے نہیں روکا ان کا یہ دعوی غلط ہے۔ گذشتہ صفحات پر اس امر کو واضح کر دیا گیا ہے کہ عورتوں کو مسجد وعیدگاہ میں آنے کی اجازت وقتی طور پر، کسی عذر کی بنا پر دی گئی تھی، اور وہ عذر تھا مسلمانوں کی قلت تعداد۔ جب وہ عذر ختم ہو گیا تو آیات حجاب کے نزول کے بعد گھروں سے نکلنے پر پابندی عائد کر دی گئی۔ تاجدار رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے انھیں نصیحت فرمائی کہ اب تمھارے لیے بہتر و افضل یہی ہے کہ تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو۔ حالانکہ صحابہ کرام اور صحابیات عظام کی زندگیاں اور ان کی امت مسلمہ کی ماؤں اور بہنوں کے لیے ہر لحاظ سے نمونۂ کمال ہے۔ ان کی سیرتیں پاکیزہ تھیں، ان کے قلوب خشیت الٰہی سے لبریز تھے، ان کی آنکھوں میں حیا کے پردہ تھے۔ صحابہ کرام اور صحابیات عظام کی نگاہیں ہمیشہ جھکی رہتی تھیں۔ اس زمانہ میں صنف نازک کو مکمل تحفظ حاصل تھا۔ عورت فتنوں سے دور تھی۔ للچائی نظروں کا فقدان تھا۔ وہ براہ راست بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تربیت یافتہ اور در رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے فیض کشید کرنے والی تھیں۔ ان کے قول و عمل اور فعل و کردار میں سنت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی بہاریں تھیں۔ ان کے زہد و ورع اور عبادت و تقوی میں عورتوں ہی کے لیے نہیں بلکہ امت کے مردوں کے لیے بھی رہبری کا سامان ہے۔ ہر سو روحانیت کا غلبہ تھا اسی لیے تاجدار رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا دور ظاہری خیر قرون کہلایا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول گرامی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے انھیں مساجد میں آنے سے مطلقاً منع نہیں فرمایا۔ مگر مقید طور پر سرکار دو عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے انھیں منع فرمایا ہے۔ جس کی تائید حدیث عائشہ سے بھی ہوتی ہے۔

مادر مؤمنین فرماتی ہیں: '**بینما رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جالس فی المسجد اذ دخلت أ مراۃ من مزینۃ ترفل فی زینۃ لھا فی المسجد فقال النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یا ایھا الناس انھوا نسائکم عن لبس الزینۃ و التبختر فی المسجد فان بنی اسرائیل لم یلعن حتی لبس نسائھم الزینۃ و تبخترن فی المساجد**' (ابن ماجۃ) رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مسجد میں جلوہ بار تھے کہ اچانک ایک عورت سج سنور کر دامن گھسیٹتے ہوئے نازوں سے اتراتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئی نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا۔ اے صحابۃ، تم اپنی عورتوں کو فیشن سے

اور مسجد میں اترا کر چلنے سے منع کرو۔ کیونکہ بنی اسرائیل کی عورتیں فیشن پرستی اور مساجد میں اترا کر چلنے کی وجہ سے ہی ملعون ہوئیں۔

حدیث مذکورہ میں ممانعت پر مشتمل جملہ سالبہ، سالبہ جزئیہ ہے سالبہ کلیہ نہیں ہے۔ دور رسالت میں چونکہ فساد عام نہیں تھا اسی لیے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مقید طور پر اس بعض کی اصلاح فرمائی ہاں اگر فتنہ وسبب فساد، عمومیت کی شکل اختیار کر جاتا تو یقیناً انہیں مطلق طور پر منع فرما دیتے۔ البتہ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے مقید طور پر تو ممانعت ثابت ہو رہی ہے۔ لہذا مخالفین کا یہ کہنا کہ رسول گرامی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے عورتوں کو مساجد میں آنے سے نہیں روکا یہ ان کا ذہنی فتور وخلجان ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے وصال ظاہری کے بعد حالات میں تبدیلی رونما ہو چکی تھی۔ عورتیں زیب وزینت کا مظاہرہ کرنے لگ چکی تھیں۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے ان حالات کا مشاہدہ ومعائنہ اپنی آنکھوں سے فرمایا تو نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اسی فرمان عالیشان کی ترجمانی اور شرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اس طرح فرمائی۔ بخاری ومسلم میں باختلاف الفاظ مادر مؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے یہ الفاظ ہیں۔:

’قالت لو ادرك رسول الله صلى الله تعالى عليه و سلم مااحدث النساء لمنعهن كما منعهن كما منعت نساء بنى اسرائيل ‘ (بخاری/ا۔مسلم/ا) عورتوں نے مساجد میں جاتے وقت جس طرح زیب وزینت کا مظاہرہ شروع کر دیا ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اسے ملاحظہ فرماتے تو یقیناً انھیں مساجد میں آنے سے منع کر دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کا منع کیا گیا۔ ع: چھ سمجھ کر ہی ہوا ہوں موج دریا کا حریف

آمدم برسر مطلب :ارباب اہل سنت کی رہبری ورہنمائی کے لیے چند دلائل قلمبند کرنے کی سعی کی ہے۔ جس کا قلب روشن ہوگا اسے اعتراف حق میں کوئی تامل نہیں ہوگا۔ رہی بات غیر مقلدین کی تو وہ اسلاف کے طرز عمل سے انحراف کر بیٹھے ہیں۔ پھر بھی اپنے آپ کو سلفی کہتے ہیں۔ غیر مقلدین احکام شریعت سے بے خبر اور مقاصد شریعت سے ناآشنا ہیں۔ انھیں اپنا مؤاخذہ ومحاسبہ کرنے کی ضرورت ہے۔ انھوں نے حقوق نسواں، عبادت، جماعت، تراویح، فضیلت اور ثواب کے نام پر مسجدوں میں عورتوں کا میلہ لگانے کا جو بیڑہ اٹھایا ہے وہ سراسر غیر مشروع اور اختراعی ہے۔ یاد رکھیں، عورتوں کے لیے مسجد میں باجماعت نماز پڑھنا افضل ہے۔ اس موضوع پر صبح قیامت تک کوئی

ایک حدیث بھی نہیں پیش کر سکتے۔رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:'المراۃ عورۃ و انھا اذا خرجت استشرفھا الشیطان و انھا اقرب ما تکون الی اللہ و ھی فی قعر بیتھا'۔ (صحیح ابن خزیمۃ/المعجم الکبیر)اس میں کوئی شک نہیں کہ جب عورت گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اسے تا نکتے رہتا ہے۔ہاں وہ اللہ تعالی سے اسی وقت قریب ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے نہاں خانہ میں ہو۔

اخیر میں ان مسلمان بھائیوں سے گذارش ہے۔جو بے علمی میں عورتوں کو مسجدوں میں جانے کی ترغیب دے رہے ہیں۔وہ ان دلائل کو پڑھیں اور زمانہ کی پرفتن چال کو بھی تو دیکھیں۔آزادی نسواں کے دلفریب نعرہ نے عورت کو شمع محفل بنا دیا ہے۔جسے زینت خانہ ہونا چاہیے اسے بازاروں کی رونق بنا دیا گیا۔عورت کا حقیقی حسن تو اس کی حیا ہے اور اس حیا کا فطری تقاضا بھی یہی ہے کہ اسے اور مساجد کو فتنوں کی آماجگاہ بنانے سے بچایا جائے۔اگر کوئی بے دین و کافر عورت کی پردہ دری یا اس کی بے حرمتی کرے تو کیا تعجب؟ ہاں اگر دین آشنا قوم جن کی رہبری کے لیے آسمانی کتاب اور سنت رسول ہو وہ قوم اس جرم کا ارتکاب کر بیٹھے تو یہ انتہائی ظلم ہے۔غور تو کرو، خوف فتنہ ہو تو مذہب اسلام نے عورت کی آواز کو بھی عورت قرار دیا ہے۔برمحل ام رفقہ کی انقلابی فکر اور فکر انگیز جملوں کو ایک بار نہیں سو بار پڑھیں۔حالات حاضرہ کا جائزہ لیں اور اپنے نفس کا محاسبہ کریں۔

'آج دو پیسے کی چیز بھی عورت کے بغیر فروخت نہیں ہوتی۔اس سے زیادہ اور نسوانیت کی ہتک اور کیا ہو سکتی ہے۔کیا اسلام نے عورت کو یہی مقام بخشا تھا۔کیا جدید تہذیب نے عورت پر یہی احسان کیا؟ کیا یہی آزادی نسواں ہے جس کے لیے گلے پھاڑ پھاڑ کر نعرے لگائے جا رہے ہیں؟ اسلام کی نظر میں عورت ایک ایسا پھول ہے جو غیر محرم نظر کی گرم ہوا سے فورا مرجھا جاتا ہے۔اسے پردہ سے باہر لانا درحقیقت اس کی فطرت کی توہین ہے۔ادھر عورتیں پردے سے باہر آئیں ادھر انھیں زندگی کی گاڑی میں جوت دیا گیا۔تجارت کریں تو عورتیں، وکالت کریں تو عورتیں، صحافت کے شعبہ میں جائیں تو عورتیں، عدالت کی کرسی پر متمکن ہو تو عورتیں، اسمبلی میں جائیں تو عورتیں، الغرض کاروبار زندگی کا وہ کونسا بوجھ تھا جو مظلوم عورت کے کاندھے پر نہیں ڈال دیا گیا'' (خواتین کے انقلابی بیانات، (از: اُم رفقہ جویریہ قادری چریا کوٹی) میری ان نگارشات پر آٹھویں صدی کے ایک جلیل القدر مفتی فقیہ شافعی امام تقی الدین ابوبکر بن محمد دمشقی شافعی رحمہ اللہ کا فتوی ملاحظہ فرمائیں۔

"قلت ينبغی القطع فی زمننا بتحريم خروج الشابات و ذوات الهيأت لكثرة الفساد و حديث ام عطية وان دل علی الخروج الا ان المعنی الذی كان فی خير القرون قد زال و المعنی انه كان فی المسلمين قلة فاذن رسول الله صلی الله تعالی عليه وسلم لهن فی الخروج ليحصل بهن الكثرة ولهذا اذن لحيض مع ان الصلاة مفقودة فی حقهن و تعليله بشهود هن الخير و دعوة المسلمين لا ينافی ما قلنا و ايضا فكان الزمان زمان امن فكن لا يبدين زينتهن يغضضن ابصارهن و كذالرجال يغضون من ابصارهم و اما زماننا فخروجهن لاجل ابداء زينتهن ولا يغضضن ابصارهن ولا يغض الرجال من ابصارهم و مفاسد خروجهن محققة و قد صح عن عائشة رضٰ الله تعالی عنها انها قالت لو رای رسول الله صلی الله تعالی عليه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المساجد كما منعت نساء بنی اسرائيل فهذه فتوی ام المؤمنين فی خير القرون فكيف فی زماننا هذالفاسد وقد قال بمنع النساء من الخروج الی المساجد خلق غير عائشة منهم عروة بن زبير و القاسم و يحی الانصاری و و مالك رضی الله تعالی عنهم و هذا فی ذلك الزمان و اما فی زمننا هذافلا يتوقف احد من المسلمين فی منعهن الا غبی قليل البضاعة فی معرفة اسرار الشريعة قد تمسك بظاهر دليل حمل علی ظاهره دون فهم معناه مع اهماله فهم عائشه رضی الله تعالی عنها و من نحا نحوها مع اهمال الايات الدالة علی تحريم اظهار الزينة و علی وجوب غض البصر فالصواب الجزم بالتحريم و الفتوی به ولله اعلم "(كفاية الاخيار)

یعنی ہمارے زمانہ میں یقینی طور پر یہی مناسب ہے کہ کثرت فتنہ وفساد کی وجہ سے جوان اور رغبت والی عورتوں کے بارے میں نماز کے لیے گھروں سے نکلنے پرحرمت کا فتوی دیا جائے۔گرچہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی حدیث عورتوں کومسجد میں جانے کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔مگر خیر قرون میں نماز کے لیےعورتوں کے گھروں سے نکلنے کی جوحکمت تھی وہ حکمت اب ختم ہوچکی نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے عورتوں کومسجد و جماعت کے لیے گھر سے نکلنے کی اجازت دی تھی تا کہ ان کے ذریعہ کثرت تعداد کا مظاہرہ ہو سکے۔یہی وجہ ہے کہ حائضہ عورتوں کو بھی اجازت دی گئی تھی حالانکہ ان پرنماز فرض نہیں ہے۔اورکسی کا یہ علت بیان کرنا کہ عورتیں مجلس ذکراورمسلمانوں کی محفل دعا میں شریک ہونے کے لیےگھروں سے نکلتی تھیں۔ہماری اس تحقیق کے خلاف نہیں ہے۔نیز یہ بھی جاننا چاہیے کہ وہ زمانہ امن کا زمانہ تھا۔عام طور پرعورتیں فیشن نہیں کرتی

تھیں اور نگاہیں بھی نیچی رکھتی تھیں ۔اسی طرح مرد بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھتے تھے ۔دور حاضر میں عورتیں گھروں سے عام طور پر اظہار زینت کے لیے نکلتی ہیں ۔اور عام طور پر عورتیں اپنی نگاہیں نیچی نہیں رکھتیں ہیں ۔اسی طرح مرد بھی اپنی نگاہیں نیچی نہیں رکھتے ہیں ۔اسی لیے اب عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے کے مفاسد تو یقینی اور متحقق ہیں ۔(اسی زینت کے بابت) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے ۔اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عورتوں کو مسجدوں میں آتے وقت زیب وزینت کرتے ہوئے دیکھ لیتے تو نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بھی انھیں مسجدوں میں آنے سے روک دیتے جس طرح بنی اسرئیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے یہ فتوی تو ایسے زمانہ میں دیا ہے جو تمام زمانوں سے بہتر ہے ۔تو اس فتنہ وفساد کے زمانہ میں حکم شریعت کیا ہوگا ؟ حضرت عائشہ کے علاوہ ایک اور جماعت نے عورتوں کے مساجد میں جانے کے بارے میں حرمت کا فتوی دیا ہے ۔جن میں حضرت عروہ بن زبیر، حضرت قاسم، حضرت یحی انصاری، اور امام مالک رضی اللہ تعالی عنہم ہیں ۔یہ حال تو اس زمانہ کا ہے ۔اور رہی بات ہمارے زمانہ کی (یعنی نویں صدی ہجری میں) تو کوئی بھی مسلمان عورتوں کو منع کیے بغیر نہیں رہے گا ۔البتہ وہ نادان جسے اسرار شریعت کی معرفت ہی نہ ہو اور جس نے دلیل شرعی کا معنی ومفہوم سمجھے بغیر اسے اس کے ظاہر پر محمول کیا اور اس سے استدلال کیا ۔اس نے حضرت عائشہ اور اس جماعت کے قول کو بھی پس پشت ڈال دیا ہے جنھوں نے حضرت عائشہ کی طرح حرمت پر فتوی دیا ہے ۔اور ان قرآنی آیتوں کو بھی نظر انداز کر دیا ہے جو عورتوں کے اظہار زینت کی حرمت پر اور نگاہوں کے جھکائے رکھنے کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں ۔لہذا عورتوں کا مسجد میں جا کر باجماعت نماز پڑھنا یقیناً حرام اور ہے اور اسی پر فتوی ہے واللہ تعالی اعلم ۔

عورتوں کے مساجد وعیدگاہ میں جانے کی حرمت پر خاتمۃ المحققین علامۃ ابن حجر ہیتمی شافعی رحمہ اللہ کے لکھے ہوئے تفصیلی فتوی کے اس اقتباس پر اپنی گفتگو کو ختم کرتا ہوں ۔

’و ھذا حاصل مذھبنا واحذر من انکار شیٔ مما مر قبل التثبت فیه و لا تغتر بمن تموہ بلسانه و تفوہ بما لا خبرۃ له به فان العلم امانة و الله سبحانه و تعالی و لی التوفیق و الاعانة ‘ (فتاوی الکبری) عورتوں کے مسجد میں جانے کے بارے میں ہمارے شافعی مذہب کا خلاصہ یہی ہے ۔(جو بیان کیا گیا)اور اس آدمی سے دھوکہ نہ کھا جس نے کذب بیانی کا م لیا اور ایسی بات کہی جس کی اسے خبر بھی نہ تھی ۔یقیناً علم تو امانت خداوندی ہے ۔ہاں توفیق واعانت کا والی تو اللہ ہی ہے ۔

بـاب شـروط الصلوٰۃ: ھي خـمسة مـنهـا ستر العورة و عورة الـرجـل و غيـرالحرة ما بين السرة و الركبة و من الحرة جميع بدنها الا الـوجـه و الـكفين و شرط الساتر ان يمنع ادراک لون البشرة فلو تطين عورته او وقف فی ماء كدر و صلى جاز ويجب التطين عند فقد الثـوب و يشتـرط احـاطة السـاتـر بـأعـلاه و جـوانبـه دون أسفله فلو روئيـت عـورته من جيبه أو كمه الواسع فی ركوعه لم تصح صلاته و عليه ذر مثل هذا القميص أو شد خيط فی وسطه .

شرائط نماز کا بیان:(۱) نماز کے شرائط پانچ ہیں ۔نماز کی پہلی شرط سترعورت ہے۔ آزادمرداور باندی کی شرمگاہ ناف سے گھٹنے کے درمیان ہے ۔اورآزادعورت کا پورا بدن اس کے چہرے اور ہتھیلیوں کے سوا سترعورت ہے ۔ساتر کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ جلد کی رنگت کوظاہر نہ ہونے دے ۔اگرکوئی مٹی سے سترکرے یا مٹیالے پانی میں نماز (جنازہ وغیرہ)پڑھے تو یہ جائز ہے ۔لباس نہ ہونے کی صورت میں مٹی سے سترعورت کرنا واجب ہے ۔ساتر کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ وہ مقام ستر کا اوپر اوراطراف سے مکمل احاطہ کرے ستر کا نیچے سے احاطہ کرنا ضروری نہیں ہے ۔اگر حالت رکوع میں کسی نمازی کی شرمگاہ گریبان یا پائنچے سے (خوداسے نظرآئے یا کسی اورکو) نظر آجائے تو اس نمازی کی نماز صحیح نہیں ہوگی ۔ اوراس صورت حال میں نمازی پر واجب ہے کہ وہ اس طرح کی قمیص میں بٹن لگائے یا اس کے کمر بند باندھ لے۔

(۱) شروط شرط کی جمع ہےلغت میں اس کا اطلاق علامت پر ہوتا ہے ۔کسی شے کولازم یا واجب کرلینا شرط کہلاتا ہے ۔یا بالفاظ دیگر جس کے عدم سے عدم لازم ہواور جس کے وجود سے وجود سے یا عدم لذاتہ لازم نہ ہو۔ابواب نماز میں اس کا مفہوم کچھ اس طرح ہوگا جس پر نماز کی صحت موقوف ہو؛ مگراصل نماز کا جزنہ ہو۔(الباجوری/النورالشافی)

ولو ستر بعض عورته بيده جاز ولو وجد ما يكفى سواتيه تعين لهما وما يكفى احداهما قدم بها القبل .

ومنها طهارة الحدث فتبطل الصلوة به و ان سبقه و كذا بكل مناقض ان حصل بغير تقصير و تعذر دفعه فى الحال و ان أمكن كما لو كشفت الريح عورته فستر فى الحال لم تبطل و ان حصل بتقصير منه كما اذا انقضت مدة المسح وهو فى الصلوة بطلت .

ومنها طهارة الخبث فيجب الاحترا زعنه فى الثوب و البدن حتى لو صلى ولم يعلم بنجاسة او علی او نسی ثم يذكر اعاد...

اگر کوئی نمازی اپنی شرمگاہ کے بعض کھلے حصہ کا اپنے ہاتھ سے ستر کرے تو یہ جائز ہے۔ (بشرطیکہ وضو نہ ٹوٹے) اگر کوئی نمازی اس قدر ہی کپڑا پائے جو اگلی اور پچھلی شرمگاہوں کو چھپا سکے تو وہ (پورے بدن میں سے) ان ہی کا ستر کرے۔ البتہ ساتر اس قدر ہی ہو جو دونوں میں سے کسی ایک شرمگاہ کو چھپا سکے تو ستر کے لیے اگلی شرمگاہ کو مقدم کیا جائے گا۔

نماز کی پانچ شرطوں میں سے دوسری شرط، نمازی کا حدث اصغر و اکبر سے پاک ہونا ہے۔ حدث واقع ہونے کی وجہ سے نماز باطل ہو جائے گی خواہ حدث پہلے واقع ہوا ہو۔ اسی طرح نماز توڑنے والے ہر اس امر سے نماز باطل ہو جائے گی جو نمازی کی تقصیر کے بغیر سرزد ہو جائے اور فوراً اس کا دفع کرنا مشکل ہو اور اگر اس کا دفع کرنا فوراً ممکن ہو جیسے ہوا کسی نمازی کی ستر کو کھول دے اور نمازی فوراً اسے ڈھک دے تو نماز باطل نہیں ہوگی۔ اور اگر وہ امر نمازی کی تقصیر سے ہی سرزد ہوا ہو جیسے کہ نمازی کے موزوں پر مسح کرنے کی مدت حالت نماز میں ہی ختم ہو جائے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ (چونکہ اسے پاؤں دھونے پڑیں گے)

شرائط نماز میں سے پانچویں شرط (غیر معفو عنہا) نجاست سے پاک ہونا ہے۔ چنانچہ نمازی کا لباس و بدن کو نجاست سے بچانا واجب ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے اس حال میں نماز پڑھی اور اسے نجاست کا علم نہ ہو سکا یا نجاست کا علم ہو گیا یا بھول گیا، پھر اسے یاد آیا تو وہ اس نماز کا اعادہ کرلے۔

ولـو اشبـه عـليـه ثـوب طاهر بمتنجس فله الاجتهادولو تنجس بعض بـدنه او ثوبه واشتبه غسل الكل ولو ظن النجاسة فی طرف فغسله لم يـكف و غسـل الـنـصف مـن متنجس ثم الباقی مع مجاوره من الاول طهـر والا بـقـی الـمـنتـصف نـجسـا و لـو لاقی بعض بدنه او ملبوسه نـجـاسة لـم تـصـح صـلـوته وان لم يتحرک بحركته و كذا لو قبض طرف حبل و بعضه علی النجاسة لا ان جعله تحت رجله او تنجس ما يـحـاذی صـدره فـی الـسـجـود و الركوع ولم تلاقه ولو وصل عظمه بـعظم نجس عند عدم الطاهر او حيث لا يقوم غيره مقامه فهو معذور والا فيلزمه نزعه ان لم يخف ضررا ظاهرا فان مات لم ينزع بحال .

اوراگرکسی نمازی کو پاک اورناپاک کپڑے میں شک وشبہ ہوجائےتو (پاک وناپاک کپڑوں میں امتیاز کرنے کے لیے) وہ اجتہاد کرے۔اگرکسی نمازی کا بعض بدن یا بعض کپڑانجس ہوجائے اور اس کے تعین میں شک وشبہہ ہوجائے تو پورے بدن یا پورے کپڑے کودھویا جائے گا۔اگرکسی کو (لباس کے) کسی خاص کنارے کے نجس ہونے کا گمان ہوااوراس نے صرف اس کنارے ہی کو دھویا تو یہ کافی نہیں ہے۔اگرکوئی شخص پہلے ناپاک (لباس وغیرہ) کے آدھے حصہ کودھوئے پھراس سے ملے ہوے حصہ کے ساتھ نصف اول کوبھی دھوئے تو پورا (لباس) پاک ہوجائے گا؛ورنہ آدھا (لباس) ناپاک ہی رہے گا۔اگرکسی نمازی کے بعض حصہ بدن پرنجاست لگی ہو یالباس کے بعض حصہ پرتو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی خواہ (لباس کا وہ بعض حصہ) نمازی کے حرکت کرنے پر نہ ہلتا ہو۔نہ ہی اس شخص کی نماز ہوگی جوکسی ایسے رسی کے کنارہ کوتھامے ہوئے ہوجس کا دوسرا کنارہ نجاست پر ہو۔ہاں اگررسی کے کنارے کو پیروں تلے دبا کرکسی نے نماز پڑھ لی تو اس کی نماز صحیح ہوگی۔اسی طرح اس شخص کی نماز بھی صحیح ہوگی جس کے رکوع اورسجدوں کی حالت میں زمین کا وہ حصہ جو سینے کے مقابل ہوتا ہے نجس ہوجائے اوروہ نمازی (کےجسم) سے مس نہ ہو۔اگرکسی نے ٹوٹی ہوئی پاک ہڈی کو جوڑنے کے لیے پاک ہڈی کے دستیاب نہ ہونے پرناپاک ہڈی (کے جوڑ) کا استعمال کیایا کوئی پاک ہڈی اس کے قائم مقام نہ ہوتو ایسا شخص معذور ہے (بوجہ مجبوری اس کی نماز صحیح ہوگی) ورنہ اس شخص پراس ہڈی کا نکالنا واجب ہے بشرطیکہ اسے کسی ظاہری نقصان کا خوف نہ ہو۔ہاں اگراسی حال میں مرجائےتو اس ہڈی کونہیں نکالا جائے گا۔

فصل: يعفى عن محل بنحو المستجمر فی حق نفسه دون غيره حتى لو حمل مستجمرا لم تصح صلوته و عن القليل من طين الشوارع و ان تيقنت نجاسته وهو ما يتعذر الاحتراز عنه غالباو يختلف بالوقت و موضعه من الثوب و البدن و عن القليل من دم البراغيث و نيم الذباب دون كثيره و اذا انتشر بعرق فهو كالكثيرو يعرف الكثير بالعادة و دم البثرات وان عصر كدم البراغيث و دم الدماميل و القروح و موضع الفصد و الحجامة ان دام مثله غالبا فهو كدم الاستحاضة و الا كدم الاجنبی و الصدید و ماء القروح النفاطة و ان لم تكن له رائحة له حكم الدم .

فصل، معفوعنہا اور غیر معفوعنہا نجاست کا بیان: ڈھیلے سے استنجا کے بعد شرمگاہ پر اثر نجاست رہ جائے تو وہ معاف ہے۔ خود استنجا کرنے والے کے لیے نہ کہ دوسرے کے لیے اگر کسی نمازی نے ڈھیلے سے استنجا کیے ہوئے شخص کو اٹھا کر نماز پڑھی تو نماز باطل ہوجائے گی عام شاہراہ کا تھوڑا سا کیچڑ جس کی نجاست کا یقین ہو، اور اس سے بچنا مشکل ہو تو وہ معاف ہے۔ مگر اس کا معاف ہونا وقت، لباس، اور بدن میں سے اس کے لگنے کی جگہ کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتا ہے۔ پسو اور مکھی کا تھوڑا سا خون معاف ہے۔ زیادہ خون معاف نہیں ہے۔ اگر وہ پسینہ کی طرح بہہ جائے تو وہ کثیر کے حکم میں ہے۔ اور دم کثیر کی معرفت عادت پر موقوف ہے۔ چھوٹی پھنسیوں کا خون پسوؤں کے خون کی طرح ہے۔ پھوڑوں، زخموں اور پچھنے اور حجامت کا خون، پھنسیوں کا خون غالبا یکساں نکلتا ہو تو وہ دم استحاضہ کی طرح ہے۔ ورنہ کسی اجنبی کے خون کے حکم میں ہے۔ پیپ اور زخموں اور چھالوں کا پانی خون کے حکم میں ہے خواہ اس میں بد بو نہ ہو۔

فصل : ومنها ترک الکلام البشر حرفین او حرف مفهم و بالمد مع الحرف و بالتنحنح و الضحک و البکاء و الاینن و النفخ ان ظهر منها حرفان و یعذر فی یسیر الکلام اذا سبق لسانه الیه او نسی الصلوة او بالجهل بالتحریم لمن قرب عهده بالاسلام .

فصل: نماز کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ نماز میں عمداً گفتگو نہ کی جائے خواہ وہ دوحرفوں پر مشتمل ہو یا بامعنی ایک حرف پر (۱) یا کسی ایک حرف کو مد کے ساتھ ادا کرنا (کہ اس سے نماز باطل ہوجائے گی)، ہنسنے ،کھنکھارنے ،اور رونے سے بھی نماز باطل ہوجاتی ہے۔ اسی طرح منہ یا ناک سے پھوکنے اور کھانسنے سے نماز باطل ہوجائے گی بشرطیکہ پھونکنے اور کھانسنے کی وجہ سے دوحرف ظاہر ہوجائیں۔سبقت لسانی کی وجہ سے یا کوئی حالت نماز میں ہونا بھول جائے یا کوئی نومسلم حالت نماز میں گفتگو کی حرمت کا علم نہ ہونے کی وجہ سے تھوڑی سی بات چیت کرلے تو معاف ہے(۲)۔

(۱) جیسے کلام عرب میں وقایۃ سے فعل امر'ق' بمعنی تو حفاظت کر اور وعی سے 'ع' بمعنی تو جمع کر کے معنی میں آتا ہے۔اور اردو میں فعل امر'جا' جوجانا سے مشتق ہے۔

(۲) جاہلوں کو شرعاً معذور ہونے کی وجہ سے ایک طرح کی رعایت و رخصت ہے؛ مگر یہ رخصت، بر بنائے جہالت نہیں ہے بلکہ دشواری کی وجہ سے ہے۔ورنہ جہل کا علم سے افضل ہونا لازم آئے گا۔ عرف عام میں کلام قلیل یعنی تھوڑی سی بات چیت کا اطلاق چھ یا اس سے کم کلمات پر ہوتا ہے۔ فقہائے کرام نے چھ کلمات کی رخصت کا استدلال حدیث ذوالیدین سے کیا ہے۔صحابی رسول حضرت خرباق ابن عمر و رضی اللہ تعالی عنہ جن کے دونوں ہاتھ لمبے تھے یا سخاوت میں ممتاز ہونے کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پیار سے انھیں ذوالیدین کہا کرتے تھے۔ ذوالیدین کی مناسبت سے جماعت محدثین میں یہ حدیث ،حدیث ذوالیدین سے مشہور ہے۔ایک مرتبہ سرکار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے نماز ظہر میں دو رکعت پر ہی سلام پھیر دیا۔اور چند قدم مسجد سے چل دیے، پوچھا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کیا آپ نے نماز کو قصر کیا ہے یا آپ سے سہو واقع ہوا ہے؟ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:'کل ذلك لم یکن 'ایسا کچھ بھی نہ تھا۔نہ

بقیہ: میں بھولا ہوں اور نہ ہی مجھ پر نسیان طاری ہوا ہے (کہ یہ شانِ نبوت کے منافی ہے) اور نہ ہی نماز کو قصر کرنے کا حکم ہوا ہے۔ حضرت ذوالیدین نے پھر عرض کیا۔ دونوں میں سے کچھ نہ کچھ ضرور ہوا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حضرت ذوالیدین کے قول کی تائید چاہی۔ صحابہ کرام نے حضرت ذوالیدین کی تصدیق کی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فوراً قبلہ رخ کھڑے ہوئے اور بقیہ دو رکعتیں پڑھائیں اور سجود سہو کر کے سلام پھیر دیا۔

حدیث ذوالیدین کا دوسرا اہم ترین پہلو جسے علماے ربانیین نے موضوع سخن بنایا ہے وہ ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حالت نماز میں سہو ونسیان کا واقع ہونا۔ کیا شرعاً کسی نبی سے سہو ونسیان کا وقوع ممکن ہے یا نہیں؟ وہ بھی حالت نماز میں۔ اوّلاً ہمیں یہ جاننا چاہیے کہ سہو اور نسیان کسے کہتے ہیں؟ کسی چیز کی صورت کا قوت مدرکہ سے غائب ہو کر قوت حافظہ میں باقی رہنا سہو کہلاتا ہے۔ اور کسی چیز کی صورت کا قوت مدرکہ اور قوت حافظہ سے ہی زائل ہو جانا نسیان کہلاتا ہے۔ ویسے عام طور پر سہو کا اطلاق فراموشی اور غفلت برتنے پر ہوتا ہے (حاشیۃ الباجوری علی جوہرۃ التوحید) مگر اصطلاح شریعت میں اس کا اطلاق نماز میں کسی چیز کو بھلا دینے پر ہوتا ہے۔ کیا انبیائے کرام کے حق میں سہو کا وقوع ممکن ہے؟ علماے متکلمین فرماتے ہیں۔ غیر تبلیغی امور یعنی عام دنیاوی امور میں انبیاے کرام سے سہو کا وقوع ناممکن ہے کہ اس سے کذب لازم آتا ہے۔ اور یہ شان نبوت کے منافی ہے۔ البتہ تبلیغی اور غیر تبلیغی افعال میں سہو ممکن الوقوع ہے۔ اور نسیان تبلیغی امور یا غیر تبلیغی امور میں خواہ وہ قولی ہوں یا فعلی دونوں میں قبل تبلیغ ناممکن و ممتنع ہے۔ ہاں بعد تبلیغ بغیر کسی نقص و عیب کے ممکن ہے۔ بعد تبلیغ انبیا کے ظواہر پر سہو ونسیان کے اثر انداز ہونے کی وجہ جلوۂ حق میں مشغول ہو جانا ہے۔ شیطان کا انبیا کے بواطن پر اثر انداز ہونا مستحیل ہے۔ انبیاے کرام سے عمل مکروہ یا خلاف اولیٰ فعل کا صدور بھی ناممکن ہے۔ حتیٰ کہ فعل مباح بھی محض اس لیے کہ وہ مباح ہے صادر نہیں ہو سکتا۔ سنت رسول میں اس قسم کے جو واقعات نظر آتے ہیں وہ جلوہ حق میں مشغول ہونے کی وجہ سے محض عمل تشریع کے لیے ہی ہوتے ہیں؛ تاکہ تشریعی اعمال میں امت کو سہولت میسر ہو سکے۔ جیسا کہ علامہ ابرہیم باجوری علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں: 'و اما السھو فممتنع فی الاخبار البلاغیۃ و غیر البلاغیۃ و جائز علیھم فی الافعال البلاغیۃ و غیرھا

للتشریع کالسھو فی...... لکن سھوھم لم یکن ناشئا عن اشتغالھم بغیر ربھم و فی ذلك قال بعضھم ''(تہذیب الباجوری شرح جوہرۃ التوحید)

اور تاجدار رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے اس کا وقوع بھی ہوا ہے۔مگر عام انسانوں کے سہو اور انبیا کے سہو میں فرق ہوتا ہے۔عام انسانوں کے قلوب کسی امر میں مشغول ہوکر نماز سے غافل ہوجاتے ہیں۔مگر انبیائے کرام کے قلوب بعض اوقات ماسوا اللہ سے غائب ہوکر عظمت الٰہی میں مشغول ہوجاتے ہیں۔خصوصاً رسول گرامی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بعض اوقات جلوۂ حق میں اس قدر گم ہوجاتے ،قرب الٰہی کی تجلیات میں حضوری کا یہ عالم ہوتا کہ آپ کسی کو بھی نہ پہچانتے۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے ایک مرتبہ دروازہ پر دستک دی تو سرکار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے دریافت فرمایا:'من انت' 'عرض کیا:'انا عائشہ ' میں عائشہ ہوں۔فرمایا:' من عائشہ' ،پوچھا کون عائشہ۔عرض کیا:''بنت ابی بکر '' ابوبکر کی بیٹی۔فرمایا:'من ابو بکر' کون ابوبکر؟ عرض کیا: '' ابن ابی قحافۃ' ،سرکار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے پوچھا:' من ابو قحافۃ'حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ اتنا سننے کے بعد مجھ پر ہیبت طاری ہوگئی،اور میں چپکے سے واپس چلی گئی۔جب سرکار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اس حالت سے افاقہ ہوا تو حضرت عائشہ نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملك مقرب و لا نبی مرسل''(المقاصد الحسنہ/کشف الخفاء) اے عائشہ،مجھ پر اللہ کے قرب میں کبھی ایسا خاص وقت گذرتا ہے کہ اس وقت مجھ تک نہ کسی نبی مرسل کی رسائی ممکن ہے اور نہ ہی کسی مقرب فرشتہ کی۔کسی عاشق صادق نے اسی مفہوم کو کچھ اسی طرح سے ادا کیا ہے۔

'یا سائلی عن رسول اللّٰہ کیف سھا　　و السھو من کل قلب غافل لا ھی

قد غاب عن کل شئ سرہ فسھا　　عما سوی اللہ فی التعظیم للّٰہ '

(حاشیۃ الباجوری علی جوہرۃ التوحید)

یعنی اے سائل تو یہی تو پوچھ رہا ہے نا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے سہو کیسے واقع ہوا حالانکہ سہو کا وقوع ایسے قلب سے ہوتا ہے جو غافل اور لہو میں ہوتا ہے۔تو سن لے کہ بعض اوقات تاجدار رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا قلب اللہ کے سوا ہر چیز سے غائب ہوکر صرف اللہ ہی میں مشغول ہوجاتا تھا اور اس وقت سرکار نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے سہو واقع ہوجاتا تھا۔(حواشی تحفہ/شرح المہذب)

و فـی التـنـحـنـح و نحوه بالغلبة ولتعذرالقراء ة دون الجهر ولوتكلم مـكـرهـا بـطـلـت صـلـوتـه و كذالو اتى بشئ من نظم القران لمجرد الـتـفهيـم لا ان قـصـد معه القرأة و الذكر و الدعا ء كالقرأة لا ان وقع على وجه الخطاب كقوله للعاطس يرحمک الله و لا يضر السكوت الطويل بلا غرض .

فـصل : يستحب لمن نابه شيئ فى الصلوٰة كتنبيه الإمام و الاذن للداخل أو انذار أعمى أن يسبح .

کھنکھارنا اوراس کے مثل جن چیزوں کا بیان ہوا ان میں سے کوئی چیز نمازی پر طبیعت کا غلبہ ہونے کہ وجہ سے نکلے تو وہ اس میں معذور ہے۔اسی طرح کھنکارنے وغیرہ سے تین حرف ظاہر ہوجائیں تو بھی نماز باطل ہوجائے گی۔فرض قراءت کی تلاوت سے معذور ہونے کی وجہ سے نہ کہ قراءت آواز سے پڑھنے کے لیے اگراس پر زبردستی کی جائے تو اس کی نماز باطل ہوجائے گی۔اگراسی طرح کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت محض کسی کو کوئی بات سمجھانے کی نیت سے کرے تو نماز باطل ہوجائے گی ہاں ،اگر سمجھانے کے ساتھ قرأت، ذکراور دعا کا بھی قصد کرے تو نماز باطل نہیں ہوگی۔اگرکوئی خطاب کے صیغہ کے ساتھ،قراءت یا کوئی دعا یا ذکرکرے جیسے کسی چھینکنے والے کے جواب میں 'یــرحـمك الــلّٰــه' کہہ دینا تو اس سے نماز باطل نہیں ہوگی۔بغیر کسی سبب کے کسی رکن میں دیر تک خاموش رہنے سے نماز باطل نہیں ہوگی۔

فصل، امام کولقمہ دینے کا بیان: جس شخص کو حالت نماز میں کسی کو تنبیہ کرنے کی ضرورت پیش آئے جیسے امام کو(اس کی بھول چوک پر) آگاہ کرنے کے لیے یا گھر میں داخل ہونے والے کی اجازت چاہنے والے کے لیے یا اندھے کو(بچانے کے لیے جو کنویں میں گرنے کے قریب ہو) مقتدی کو'سبحان اللہ' کہنا سنت ہے،مرد(ذکر کی نیت سے)تسبیح کہے۔

و تصفق المرأة بأن تضرب بطن كفها اليمين على ظهرها اليسرى .

فصـل: إذا زاد فـی الـصـلـوٰة فعلا من جنسها بطلت بعمده دون سهوه ومن غير جنسها بطلت بكثيره عمدا و سهوا دون قليله

اورعورت تصفیق کرے۔یعنی اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر مارے۔(۱)

فصل،مبطلاتِ نماز کا بیان: نماز میں جان بوجھ کر کسی فعلی رکن کوزیادہ کرنا نماز کو باطل کردیتا ہے۔البتہ یہی کام بھول کر زیادہ کرلے تو نماز باطل نہیں ہوگی (۲)۔اوراگر کوئی شخص ایسا کام عمدا یا سہوا کرلے جوجنس نماز سے نہ ہو(جیسے چلنا، پھرنا)اگر وہ کثیر ہے تو نماز باطل ہوگی۔اور قلیل ہے تو نماز باطل نہیں ہوگی۔

(۱) امام کونماز میں سہو سے آگاہ کرنے کے لیے مردوں کوتسبیح پڑھنا یعنی سبحان اللہ کہنا مندوب ہے۔کام کی نوعیت کے اعتبار سے تسبیح کے احکامات بدلتے ہیں۔اندھے کو یا کسی فرد کوخطرۂ ہلاکت سے آگاہ کرنے کے لیے تسبیح پڑھنا واجب ہے۔جب کہ گھر میں داخلہ کی اجازت چاہنے والے کے لیے مباح ہے۔امر مکروہ کے لیے عمل تصفیق مکروہ ہے اور فعل حرام کے لیے حرام ہے۔علامہ بجیرمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں عورتیں امام کو آگاہ کرنے کے لیے تسبیح کے عوض تصفیق کا عمل ہی کریں یعنی تالی بجا کر اشارہ دیں۔عمل تصفیق کی مندرجہ ذیل چھ مشروع صورتیں فقہائے کرام نے بیان فرمائیں ہیں:(۱) دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر(۲) بائیں ہاتھ کی پشت دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر(۳) دائیں ہاتھ کی پشت بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر(۴) بائیں ہاتھ کی پشت دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر(۵) دائیں ہاتھ کی پشت بائیں ہتھ کی پشت پر(۶) بائیں ہاتھ کی پشت دائیں ہاتھ کی پشت پر۔(باجوری/۱)

(۲) جیسے ایک رکوع یا ایک سجدہ زیادہ کرنا۔فقہاے کرام نے فرائض نماز کی تین قسمیں بیان فرمائیں ہیں: (اول) رکن قلبی۔یعنی وہ فرض جس کا تعلق قلب سے ہے۔یہ فرض نیت ہی کو شامل ہے۔(دوم) رکن قولی۔نماز کے وہ ارکان جن کا زبان سے ادا کرنا واجب ہے۔یہ کل پانچ ارکان ہیں۔تکبیر تحریمہ،سورۂ فاتحہ،تشہد،تشہد کے بعد نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر درود وسلام، پہلا سلام پھیرنا،(سوم) رکن فعلی یا عملی جس میں ارادہ بھی شامل ہے۔،وہ ارکان جن کی ادائیگی کا تعلق اعضائے جسم سے ہے۔وہ کل سات ہیں: قیام، رکوع ،اعتدال،سجود،سجدوں کے درمیان بیٹھک،تشہد آخر میں جلوس،ترتیب(اعانۃ/ غایۃ)

و یعرف الکثیر بالعرف فالخطوتان و ضربتان قلیل و الثلث کثیران توالت و الفعل الفاحش کالوثبة مبطل لا الخفیف و ان توالت کتحریک الأصابع لسبحة او حکة و تبطل بقلیل الأکل عمدا و لو مع ذوب سکرة و ابتلاع شئ منها لا ساھیا او جاھلا بتحریمه .

فصل: یسن للمصلی إذا استقبل جدارا أو ساریة او عصی مغروزة او بسط مصلی او خط خطا بین یدیه علی ثلثة اذرع دفع المار

عمل کثیر کی معرفت کا اعتبار عرف (یعنی عادت پر موقوف) ہوگا۔ دو قدم چلنا یا دو ضربیں مارنا عمل قلیل ہے؛ مگر مسلسل تین قدم یا تین ضربیں عمل کثیر ہے۔ اور اسی طرح فعل فاحش جیسے نماز میں کودنے سے بھی نماز باطل ہوگی۔ خفیف حرکت کے صادر ہونے سے نماز باطل نہیں ہوگی۔ خواہ وہ کثیر ہوں جیسے تسبیح پڑھنے کے لیے یا کھجلانے کے لیے (ہتھیلیوں کو برقرار رکھتے ہوئے) انگلیوں کو ہلاتے رہنا۔ تھوڑی سی چیز کھا لینے سے بھی نماز باطل ہو جائے گی۔ اگر کسی کے منہ میں شکر کا دانہ ہو اگر وہ پگھل جائے اور اس میں سے کچھ نگل لے تو نماز باطل ہو جائے گی۔ اگر بھول کر کچھ کھا لے یا حالت نماز میں کھانے کی حرمت کا علم نہ ہو تو نماز باطل نہیں ہوگی۔

فصل، نمازی کے لیے سترہ کا بیان: نمازی کے لیے مسنون ہے کہ وہ جب کسی دیوار یا کھمبے یا یا گڑھی ہوئی لکڑی کو ساتر بنا کو نماز پڑھے یا مصلیٰ بچھا کر یا اپنے سامنے تین ہاتھ کے فاصلہ پر لکیر کھینچ کر نماز ادا کر رہا ہو تو اپنے سامنے سے گذرنے والے کو روکے۔(۱)

(۱) ساتر کی بلندی کم از کم دو تہائی ہاتھ یعنی تقریبا ایک، فٹ، ۳۱ سینٹی میٹر ہونی چاہیے۔ چوڑائی میں کوئی شرط نہیں ہے۔ ساتر نمازی کے قدموں سے تقریبا، ۱۳۸ سینٹی میٹر یعنی ایک میٹر اور ۳۸ سینٹی میٹر کے فاصلہ پر ہونا چاہیے۔ اس سے زیادہ فاصلہ پر ہو تو وہ ساتر معتبر نہیں ہوگا۔ کہ دو صفوں کے درمیان یہی فاصلہ معتبر، مطلوب و مسنون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ نمازی کے سامنے سے گذرنے والے کو اگر اس عمل کے گناہ کی شدت کا علم ہو جائے تو وہ چالیس سال تک یوں ہی کھڑا رہنا گوارا کرے گا مگر نمازی کے سامنے سے نہیں گذرے گا (شافعی بہشتی زیور/ النور الشافی)

و یحرم حینئذ المرور لا ان وجد فرجة فی الصف السابق و یکره الالتفات و رفع بصره الی السماء و کف شعره او ثوبه و وضع یده علی فمه بلاحاجة و القیام علی رجل واحدة و ان یصلی حاقنا او حاقباا و بحضرة الطعام و نفسه تتوق الیه و ان یبصق قبل وجهه او عن یمینه و ان یضع یده علی خاصرته و ان یبالغ فی خفض الرأس فی رکوعه و الصلوة فی الحمام و الطریق و الوادی و المزابلة و المجزرة و الکنیسة و اعطان الابل و المقبرة الظاهرة .

باب سجود السهو : هي سنة عند ترک مأمور أو فعل منهي

اورگذرنے والے کواس صورت میں گذرنا حرام ہے۔ہاں اگرکوئی اگلی صف میں خالی جگہ پر کرنے کے لیےنمازیوں کے سامنے سے گذرتے ہوئے آگے بڑھےتو حرام نہیں ہے۔نماز میں دائیں بائیں التفات کرنا،آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا،بالوں میں ہاتھ گھمانا یا کپڑے کوموڑنا یا بلاضرورت اپنے منہ پر ہاتھ رکھنا یاایک قدم پر کھڑے ہوکرنماز ادا کرنا یاپیشاب پاخانہ کوروک کرنماز پڑھنا،کھانا موجود ہونے کی صورت میں نماز پڑھناجب کہ اسےاس کھانے کی خواہش ہو۔یادائیں بائیں تھوکنا ،یا نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنا،رکوع میں سر کوزیادہ جھکانا،حمام میں ،راستہ میں،جنگل میں،کوڑے پر،باڑے میں،گرجا گھر میں،اونٹوں کے باڑے میں،اورعام قبرستان میں نماز پڑھنامکروہ ہے۔

سجدۂ سہو کا بیان: (۱) مامور بہ (مطلوبہ عمل) کے ترک ہونے یا منھی عنہ (۲) (ممنوعہ عمل) کےارتکاب پرسجدۂ سہوکرنا سنت ہے۔

(۱) شیخ اکبرعارف باللہ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے نماز میں پانچ مرتبہ سہوواقع ہواہےاورآپ نے پانچوں مرتبہ سجود سہو کیے ہیں۔ایک مرتبہ رکعتوں کی تعداد میں شک ہوا۔دوسری مرتبہ دو رکعتوں کے بعد بغیر تشہد کے کھڑے ہوئے۔تیسری مرتبہ دو رکعتیں پڑھنے کے بعد آپ نے سلام پھیر دیا اور پھر عود کیا۔چوتھی مرتبہ آپ نے تین رکعتیں ادا کرنے کے بعد سلام پھیر دیااور پانچویں مرتبہ،سہواپانچویں رکعت کے لیے کھڑے ہوئے۔(تحفۃ الحبیب علی شرح الخطیب)

(۲) نماز میں جس امر کے بجالانے کا حکم ہے اسے مامور بہ سے تعبیر کیا جاتا ہےاور جس امر سے منع کیا گیاہےاسے منھی عنہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

فـالأوَّل إن كـان ركـنـا وجـب تـداركـه وقـد يشرع السجود لزيادة تـحـدث كـمـا سبـق فـي فـصـل الـتـرتيب وإن كان من الأبعاض وهو الـقـنـوت و الـقـيـام له و تشهد الأول و القعود له و الصلوٰة على النبي ﷺ فيه وعلى الآل في الثاني

اگر ترک مامور بہ کا تعلق رکن سے ہو تو اس رکن کا اُدا کرنا واجب ہے۔ ترتیب کے بیان میں گذر چکا ہے کہ سجود سہو، نماز میں ہونے والی زیادتی کی تلافی کے لیے مشروع کیے گئے ہیں۔ خواہ زیادتی سنن ابعاض میں ہوئی ہو۔ سنن ابعاض یہ ہیں: دعائے قنوت اور اس کے لیے قیام، تشہد اوّل اور اس کے لیے جلوس، تشہد اول میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنا اور تشہد ثانی میں آل محمد پر درود بھیجنا، (۱)

(۱) محض سجدہ سہو سے اس کا تدارک نہیں کیا جا سکتا۔ **فائدہ:** امام غزالی شافعی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ التحیات میں جب تم نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر سلام بھیجو تو یہ قصد کرو کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تمھارے درود وسلام کو بنفس نفیس سن رہے ہیں اور جب تم تشہد میں صالحین پر سلام بھیجو یعنی 'السلام علینا و علی عباد اللّٰہ الصالحین' پڑھو یا راہ میں کسی مسلمان کو سلام کرو تو اپنے دل میں آسمان و زمین میں بسنے والی صالحین مخلوق پر سلام بھیجنے کی نیت بھی شامل کر لیا کرو خواہ صالحین میں سے کوئی بقید حیات ہوں یا وصال حق پا چکے ہوں۔ کیونکہ ہر مقرب فرشتہ اور ہر پاکیزہ روح اللہ کی عطا سے آپ کے سلام کا جواب دے گی۔ صالحین کا جواب دینا تمہارے لیے دین و دنیا میں کامیابی کا سبب بنے گا۔ اور اگر کوئی عبد صالح جلوۂ حق عزوجل میں مشغول ہونے کی وجہ سے جواب نہ دے سکے تو ان کی طرف سے اللہ ہی جواب عطا فرمائے گا جو تمہارے لیے نہایت ہی شرف کا باعث ہے۔ (شرح المناوی الکبیر علی الجامع الصغیر/ حاشیۃ الجمل علی المنہج / ۔شرح المہذب/) مذکورہ بالا اقتباس سے ملائکہ مقربین و اولیائے امت پر حالت نماز میں سلام بھیجنے، بعد وصال بھی ان کی فیض رسانی اور قوت سماعت کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ رب تعالی نے اپنے محبوبوں کو کس قدر با اختیار اور فیض رساں بنایا ہے۔ (ابو العاص)

فيسـجـد لتـركـه ولـو عـمـداً دون غيرها من السنن، الثاني الفعل الـمـنهـي إن لـم يبـطل عمده كالالتفات والخطوة والخطوتين لم يسـجـد لـه وإن لـم يـكـن سهـوه مبـطلا كالكلام الكثير و تطويل الـركـن الـقصير عمدا مبطل فيسجد لسهوه والقيصر الاعتدال و الـجـلوس بين السجدتين ولو نقل ركنا ذكريا كما لو قرأ الفاتحة فـي الـركـوع أو التشهـد لـم تبطل صلوته و يسجد لسهوه و هذه الـصـورـة مستثناة عن قولنا ما لايبطل عمده لا يسجد لسهوه ولو قـام عن التشهد الأوَّل ناسيا لم يعد إليه بعد انتصابه فإن عاد عالما بتحريمه بطلت صلوته لا ناسيا أوجاهلا .

سنن ابعاض کے ترک ہونے پر سجدہ سہو کیا جائے گا خواہ کوئی عمداً ہی ترک کرے۔سنن ابعاض کے علاوہ سنن (ہیات) کے چھوٹنے پر سجدہ سہونہیں کیا جائے گا۔فعل منھی عنہ اگر مبطل نماز نہ ہو جیسے (نماز میں) ادھر ادھر دیکھنا یا ایک دوقدم چلنا تو اس کے لیے سجدہ نہیں کیا جائیگا اور اگر اس کا سہوا کرنا مبطل نماز نہ ہو جیسے کلام کثیر یا عمدا رکن قصیر کوطویل کرنا تو اس کے لیے سجدۂ سہو کیا جائے گا۔اعتدال اور دو سجدوں کے درمیان جلوس، رکن قصیر کہلاتا ہے۔اگر کسی نے رکن قولی کو (غیر محل میں) منتقل کیا جیسے کسی نے سورہ فاتحہ کو رکوع یا تشہد میں پڑھ لیا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی مگر اس کے لیے سجدۂ سہو کیا جائے گا اور یہ صورت ہمارے قول 'ما لا يبطل عمده لا يسجد لسهوه' (یعنی جس چیز کا عمدا کرنا نماز کو باطل نہیں کرتا اس کے سہوا واقع ہونے پر سجدہ سہونہیں کیا جائے گا) سے مستثنیٰ ہے۔اگر کوئی شخص تشہد اوّل سے بھول کر کھڑا ہو جائے تو کھڑے ہونے کے بعد اس کی طرف عود نہ کرے (کہ یہ حرام ہے) ہاں اگر اس کی حرمت کو جانتے ہوئے بھی جان بوجھ کر عود کرے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔محض بھول کر یا بے علمی کی وجہ سے لوٹے تو نماز باطل نہیں ہوگی۔

و يـجـب على المأموم العود لمتابعة الإمام وإن تذكر قبل انتصابه فله العود إلى التشهد و يسجد إن صار أقرب إلى القيام وإن نهض عمدا ثم عاد بعد أن صار إلى القيام بطلت ولو نسي القنوت لم يعد إليه بعد التلبس بالسجود وقبله يعود ويسجد إن بلغ حد الراكع و لو شك في ترک شيئ من الأبعاض على التفصيل سجد و في فعل منهي لم يسجد و لو سهى و شک هل سجد فيسجد، و لو شک هل صلى ثلثا أو أربعا فيأتي بركعة و يسجد وإن زال الشک قبل السلام وكذا حكم ما يصليه على التردد إذا احتمل كونه زائدا

البتہ مقتدی پر امام کی اقتدا کے لیے عود کرنا واجب ہے اور اگر اسے مکمل کھڑے ہونے سے پہلے (تشہد اوّل میں بیٹھنا) یاد آ جائے تو اسے تشہد اوّل کی طرف عود کرنا چاہیے، اگر وہ حالت قیام سے قریب تر تھا تو وہ سجدۂ سہو کرے۔ اگر مقتدی عمداً قیام کرے پھر بیٹھ جائے اس حال میں کہ وہ قیام سے قریب تر تھا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اگر کوئی دعاے قنوت پڑھنا بھول جائے تو سجدوں میں مشغول ہونے کے بعد اس کی طرف عود نہ کرے۔ البتہ سجدوں میں جانے سے پہلے عود کرے اور آخر میں سجودِ سہو کر لے خواہ وہ حد رکوع تک پہنچ چکا ہو۔

اگر کسی کو سنن ابعاض میں سے کسی سنت کے ترک ہونے کا شک ہو جن کا تفصیلی بیان گذر چکا ہے تو وہ سجود سہو کر لے۔ امر منہی عنہ کے لیے سجدہ نہ کرے، اگر کوئی سہو کے سجدے کرنا بھول جائے یا شک کرے کہ سجدہ کیا یا نہیں تو سجدۂ سہو کر لے۔ اگر کسی کو شک ہو جائے کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار رکعتیں تو ایک رکعت مزید پڑھے اور سجود سہو کر لے خواہ سلام پھیرنے سے پہلے شک دور ہو گیا ہو اور یہی حکم اس نماز (کی تعداد رکعت) کا بھی ہے جو حالت تردّد میں پڑھی جائے جب کہ (اس میں تعداد رکعت) کی زیادتی کا بھی احتمال ہو۔

و لا یسجد لما لابد منه مثاله شک في الثالث انها ثالثة أو رابعة فإن زال الشک قبل الفراغ منها لم یسجد و بعد اشتغاله بالتي بعدها یسجد والشک بعد السلام لا یؤثر کالوضوء وسهو المأموم حال اقتدائه یحمله الإمام فلو ظن سلام الإمام فسلم ثم بان خلافه سلم معه ولا سجود علیه ولو تذکر في التشهد ترک رکن غیر النیة و تکبیرة الإحرام قام بعد سلام الإمام إلی رکعة ولاسجود علیه وسهوه بعد سلام الإمام غیر محمول .

جس امر کی ادائیگی فرض ہے (اس کے متروک ہونے پر) اس کے لیے سجود سہو نہیں کیے جائیں گے ۔ جس کی مثال یہ ہے کہ کسی کو تیسری رکعت میں شک ہوا کہ وہ تیسری رکعت ہے یا چوتھی اگر نماز مکمل کرنے سے پہلے یہ شک دور ہو جائے، تو سجود سہو نہ کرے ۔ اور اس رکعت میں مشغول ہونے کے بعد جو اس کے بعد والی (مشکوک رکعت) ہے، اس کے لیے سجود سہو کیے جائیں ۔

اور اگر (رکعت کی تعداد کے بارے میں) سلام کے بعد شک واقع ہو تو وہ شک موثر نہ ہوگا ۔ وہ شک وضو (کے بعد واقع ہونے والے) شک کی طرح ہے ۔ (۱) اقتدا کی حالت میں امام مقتدی کے سہو کو سنبھال لے گا ۔ اگر کسی مقتدی کو امام کے سلام پھیرنے کا گمان ہوا ۔ اور اس نے سلام پھیر دیا مگر بعد میں امام کا سلام نہ پھیرنا ظاہر ہوا تو وہ امام کے ساتھ پھر سے سلام پھیرے ۔ اس صورت میں اسے سجود سہو کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔

اگر کسی کو حالت تشہد میں، نیت اور تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی رکن کا ترک ہونا یاد آ جائے تو وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد مزید ایک رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے ۔ اس صورت میں اس پر سجودِ سہو نہیں ہے ۔ مقتدی کا سہو امام کے سلام پھیرنے کے بعد معتبر نہیں ہے ۔

فلو سهى المسبوق فسلم مع الإمام ثم تذكر بنى على صلوته و سجد و سهو الإمام يلحق المأموم ولو قبل اقتدائه فإن سجد لزمه متابعته ويعيده في آخر صلوته وإن لم يسجد الإمام سجد هو في آخر صلوته و سجود السهو وإن كثر سجدتان كسجود الصلوٰة ومحله بعد التشهد وقبل السلام فإن سلم عمدا أو سهوا وطال الفصل لم يسجد وإن لم يطل يسجد وصار عايدا إلى الصلوٰة و قد يتعدد السجود كما في المسبوق وكذا لو سهى إمام الجمعة وسجدوا للسهو فبان خروج الوقت أتموها ظهرا ولو ظن سهوا فسجد ثم بان عدمه سجد. (واللّٰه أعلم)

اگر کسی مسبوق مقتدی کو سہو واقع ہوجائے اور وہ امام کے ساتھ ہی سلام پھیر دے پھر اسے فوراً یاد آجائے تو وہ اپنی نماز پر بنا کرے(۱) اور اخیر میں سجدۂ سہو کرلے۔امام کا سہو مقتدی کو لاحق ہوگا خواہ وہ سہو امام کی اقتدا میں آنے سے پہلے واقع ہوا ہو۔اگر امام سجدہ کرے تو مقتدی کو اس کی اتباع میں سجدہ کرنا لازم ہوگا۔اور مسبوق ہونے کی صورت میں وہ اپنی نماز کے آخر میں اس سجدے کا اِعادہ کرے اور اگر امام سجدۂ سہو نہ کرے تو وہ اپنی نماز کے آخر میں سجدہ کرے۔نماز کے سجدوں کی طرح سہو کے دو سجدے کیے جائیں گے خواہ کسی کو نماز میں متعدد سہو واقع ہوئے ہوں۔سہو کے سجدوں کا محل تشہد کے بعد اور سلام سے پہلے ہے۔اگر کوئی جان بوجھ کر یا بھول کر سلام پھیر دے اور فصل طویل ہوجائے تو اب سجود سہو نہ کرے اور اگر فصل طویل نہ ہو تو کرلے۔اور اسی طرح جمعہ کے امام کو سہو واقع ہوا اور مقتدیوں نے سجدۂ سہو کیا اور (دوران نماز ہی) ان پر یہ واضح ہوا کہ نماز جمعہ کا وقت ختم ہوچکا ہے تو وہ نماز جمعہ کے بدلے ظہر کی تکمیل کرے اور سجود سہو کرلیں اور اگر (امام) کو سہو کا گمان ہوا اور اس نے سجدۂ سہو کرلیا پھر (سلام سے پہلے) ظاہر ہوا کہ سہو واقع نہ ہوا تھا تو پھر سجود سہو کرلے۔(واللہ اعلم)

(۱) نماز فجر میں اگر کوئی شافعی، حنفی کی اقتدا میں نماز ادا کرے تو وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد سجود سہو کرلے خواہ شافعی مقتدی نے دعائے قنوت پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو۔(تحفہ/۱۔اعانۃ/۱) اور اسی طرح اگر حنفی، شافعی کی اقتدا میں فجر ادا کرے تو محل قنوت پر ہاتھوں کو چھوڑ کر خاموش کھڑا رہے۔اور اپنی نماز کے اخیر میں سجود سہو نہ کرے۔(بہار شریعت)

باب سجود التلاوة : هـو أربـع عشرة سجدة منها سجدتان في الـحـج وسـجدة من القرآن سجدة شكر يستحب خارج الصلوٰة ولا يجوز فيها و يسن السجود للقاري و المستمع والسامع أيضا ويتأكد لـلـمستـمـع أن سجد القاري و يسجد الإمام و المنفرد لقراء ة نفسه دون غيـره والـمـأموم لا يسجد إلا لقراء ة إمامه و يلزمه موافقته فعلا وتـركـا والسـاجـد خـارج الصلوٰة ينوي ويكبر للإحرام رافعايديه ثم يـكبر للهوي بلا رفع و يسجد كما في الصلوٰة و يرفع مكبرا ثم يسلم وشروط الصلوٰة فيها شرط .

تلاوت اورشکر کے سجدوں کا بیان: تلاوت کے سجدے چودہ ہیں جن میں سے دو سورۂ حج میں ہیں۔سجود (قرآن) میں سے ایک سجدہ سجدۂ شکر بھی ہے جسے بیرونِ نماز اَدا کرنا مستحب ہے اندرونِ نماز جائز نہیں۔قاری، مستمع اور سامع (۱) تینوں کوسجودِ تلاوت کرنا سنت ہے۔جب قاری (اپنی تلاوت پر) سجدہ کرے تو مستمع کوبھی سجدہ کرنا تاکیدی سنت ہے۔امام اورتنہا نمازی اپنی ہی تلاوت پرسجدہ کرے نہ کہ کسی غیر کی تلاوت پر اور مقتدی اپنے امام کی تلاوت کے سوا (کسی دوسرے کی تلاوت پر) سجدہ نہ کرے۔مقتدی کوسجدہ کرنے یا نہ کرنے میں امام کی موافقت واجب ہے۔(گرچہ اس نے امام کی قراءت نہ سنی ہو) بیرون نماز سجدہ کرنے والا (دل میں سجدۂ تلاوت کی) نیت کرے۔اور ہاتھوں کو اٹھاتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہے اور (سجدہ میں) جھکتے وقت رفع یدین کیے بغیر تکبیر کہے اوراسی طرح سجدہ کرے جس طرح نماز میں کیا جاتا ہے۔پھر تکبیر کہتے ہوئے (اپنے سر کو) اٹھائے اور سلام پھیردے۔سجدۂ تلاوت کے لیے نماز کی شرطیں شرط ہیں۔

---

(۱) قرآن کریم کو بالارادہ سننے والا مستمع اور بلاارادہ سننے والا سامع کہلاتا ہے۔

وكذا تكبيرة الإحرام و السلام والساجد في الصلوٰة يكبر للهوي والرفع بلا رفع اليد ولا يجلس للاستراحة و يستحب فيها سجد وجهي للذي خلقه و صوره وشق سمعه و بصره بحوله و قوته ولو كرر آية ولو في مجلس أو ركعة سجد لكل مرة ولو لم يسجد حتى طال الفصل لم يسجد و سجدة الشكر لامدخل لها في الصلوٰة وإنما تسن عند هجوم نعمة أو اندفاع بلية أو روية مبتلى أو عاص و يظهر للمعصية و يسر للبلية وهي كسجدة التلاوة كيفية و شرطا و يجوز للمسافر فعلهما على الراحلة .

اوراسی طرح تکبیرتحریمہ اورسلام بھی۔نماز میں سجدۂ تلاوت کرنے والاسجدہ میں جھکتے اورسر کو اٹھاتے وقت رفع یدین کیے بغیرتکبیر کہے، جلسہ استراحت نہ کرے۔سجدہ میں اس دعا کا پڑھنا سنت ہے: سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَ بَصَرَهُ تَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ . اگرکوئی شخص آیت سجدہ کی تکرار کرےخواہ تکرار ایک ہی مجلس میں ہو یا ایک ہی رکعت میں تو وہ ہرمرتبہ سجدہ کرے۔اگرکسی نے لمبے وقفہ تک سجدۂ تلاوت نہیں کیا تو اب وہ سجدہ نہ کرے۔نماز میں سجدۂ شکر کرنا جائزنہیں ہے۔(۱) نعمتوں کے حصول یا مصیبت کے دور ہونے پر یا کسی بلا میں مبتلاشخص کو یا کسی گناہ میں گرفتارشخص کو دیکھ کر سجدۂ شکر بجالانا سنت ہے۔گناہ کو دیکھ کرسجدۂ شکر اعلانیہ کرے اور بلاؤں کے لیے چھپ کر۔ سجدۂ شکر کی کیفیت اور شرائط سجدۂ تلاوت کی طرح ہیں۔مسافر کوسجدۂ شکر وسجدۂ تلاوت سواری پر اَدا کرنا جائز ہے۔

(۱) شافعیہ میں سورۂ ص کا سجدہ ،سجدۂ شکر ہے۔جو بیرون نماز ادا کرنا سنت ہے۔اندرون نماز حرام ہے۔ نماز میں سجدۂ شکرادا کرنے سے نماز باطل ہوجائے گی۔البتہ احناف کے نزدیک اندرون نماز واجب ہے۔حنفی امام کی اقتدا میں بھی شافعی مقتدی یہ سجدہ نہ کرے بلکہ قیام کی حالت میں امام حنفی کا انتظار کرے یا مفارقت کرے۔انتظار کرنا مفارقت سے اولی ہے(التبیان/قلیوبی/عمیرہ/)۔حنفی ائمہ کرام کو چاہیے کہ رمضان المبارک میں شافعی مقتدیوں کوسجدۂ شکر پرآ گاہ کردیا کریں۔(ابوالعاص)

باب صلوٰة التطوع : النفل قسمان قسم لا تسن فيه الجماعة و منه الرواتب مع الفرائض وهي ركعتان قبل الصبح وركعتان قبل الظهر و ركعتان بعدها وركعتان بعد المغرب و ركعتان بعد العشاء ندب زيادة ركعتين بعد العشاء ندب زيادة ركعتين قبل الظهر و ركعتين بعدها وأربع قبل العصر و ركعتين قبل المغرب ومنه الوتر وأقله ركعة وأكثره إحدى عشرة ركعة وإذا زاد على ركعة واحد كثلاث فالفصل أفضل وله الوصل بتشهد أو تشهدين في الأخيرتين و وقته بين فرض العشاء و طلوع الفجر و يسن جعله آخر صلوٰته في الليل فلو أوتر ثم تنفل لم يعده

نفل نماز کا بیان: نفل نماز کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے جس کے لیے جماعت سنت نہیں ہے، ان نفل نمازوں میں سے سنن راتبہ ہیں جو فرض نمازوں کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ وہ (مؤکدہ) نمازیں یہ ہیں: دو رکعتیں فجر سے پہلے، دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو رکعتیں ظہر کے بعد، دو رکعتیں مغرب کے بعد اور دو رکعتیں عشا کے بعد۔ عشا کے بعد مزید دو رکعتیں پڑھنا سنت ہے۔ اور (اسی طرح) ظہر سے پہلے دو رکعتیں اور دو رکعتیں ظہر کے بعد، چار رکعتیں عصر سے پہلے اور دو رکعتیں مغرب سے پہلے زیادہ پڑھنا سنت (غیر مؤکدہ) ہے۔ ان ہی نفل نمازوں میں سے جن کے لیے جماعت مسنون نہیں ہے نمازِ وتر بھی ہے۔ نماز وتر کی کم سے کم ایک رکعت اور زیادہ سے زیادہ گیارہ رکعتیں ہیں۔ اگر کوئی شخص وتر کی ایک رکعت سے زیادہ مثلاً تین رکعتیں پڑھنا چاہے تو ان رکعتوں کے درمیان فصل کرنا افضل ہے۔ اور اس کے لیے ایک تشہد یا آخری دو رکعتوں میں دو تشہد کے ذریعہ وصل (بھی جائز) ہے۔ نماز وتر کا وقت عشا اور طلوعِ فجر کے درمیان ہے۔

و يستحب القنوت في الوتر في نصف الثاني من رمضان و هو كقنوت الصبح محلا وجهرا و يقول قبله: اللّٰهم إنا نستعينک و نستغفرک و نؤمن بک و نتوکل علیک و نثني علیک الخیر کله نشکرک ولا نکفرک و نخلع و نترک من یفجرک اللّٰهم إیاک نعبد ولک نصلي و نسجد وإلیک نسعی ونحفد ونرجوا رحمتک و نخشی عذابک إن عذابک بالکفار ملحق ، اللّٰهم عذب کفرت أهل الکتاب الذین یصدون عن سبیلک و یکذبون رسلک و یقاتلون اولیائک، اللّٰهم اغفرللمؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات

نیز یہ بھی سنت ہے کہ رات میں پڑھی جانے والی نمازوں میں وتر کو سب سے آخر میں اَدا کیا جائے۔ تاہم اگر کسی نے پہلے وتر ادا کی اور پھر نفل (تہجد) تو اسے نماز وتر کا اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ رمضان کے آخری نصف (حصہ) میں وتر (کی آخری رکعت کے اعتدال) میں دعائے قنوت پڑھنا مستحب ہے۔ وتر میں پڑھی جانے والی دعائے قنوت محل و جہر کے اعتبار سے نماز فجر میں پڑھی جانے والی دعائے قنوت کی طرح ہے۔ رمضان میں قنوت صبح سے پہلے یہ دعا پڑھے :

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُکَ وَ نَسْتَغْفِرُکَ وَ نُؤمِنُ بِکَ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَيْکَ وَ نُثْنِيْ عَلَيْکَ الْخَيْرُ کُلّه نَشْکُرُکَ وَلاَ نَکْفُرُکَ وَ نَخْلَعُ وَ نَتْرُکَ مَنْ يَّفْجُرُکَ اللّٰهُمَّ إِيَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّي وَ نَسْجُدُ وَإِلَيْکَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَکَ وَ نَخْشٰى عَذَابَکَ إِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ ، اللّٰهُمَّ عَذِّبْ کَفَرَة أَهْلِ الْکِتَابِ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِکَ وَ يُکَذِّبُوْنَ رُسُلَکَ وَ يُقَاتِلُوْنَ اَوْلِيَائِکَ، اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤمِنِيْنَ وَالْمُؤمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ

وأصلح ذات بينهم وألف بين قلوبهم و اجعل في قلوبهم الايمان والحكمة و ثبتهم على ملة رسلک وأوزعهم أن يوفوا بعهدک الذي عاهدتهم عليه وانصرهم على عدوک و عدوهم إله الحق و اجعلنا منهم .

ويستحب فيه الجماعة إن صلي مع التراويح جماعة، و منه الضحى و أقلها ركعتان و أكثرها اثني عشرة ركعة و وقتهابين ارتفاع الشمس والاستواء، و تحية المسجد ركعتان و تحصل بالفرض و النفل وإن لم ينوها لا بركعة و صلوٰة الجنازة و سجدة الشكر والتلاوة و تتكرر بتكرر الدخول ولو عن قرب لتجدد السبب

وَأَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِهِمْ وَأَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ اجْعَلْ فِي قُلُوْبِهِمُ الاِيْمَانَ وَالْحِكْمَةَ وَ ثَبِّتْهُم عَلٰى مِلَّةِ رُسُلِکَ وَأَوْزِعْهُمْ أَنْ يُّوْفُوْا بِعَهْدِکَ الَّذِيْ عَاهَدتَّهُمْ عَلَيْهِ وَانْصُرْهُمْ عَلٰى عَدُوِّکَ وَ عَدُوِّهِمْ إِلٰهُ الْحَقِّ وَ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ .

نماز تراویح جماعت کے ساتھ ادا کرنے والے کے لیے،نماز وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت ہے۔اوران ہی نفل نمازوں میں سے جن کے لیے جماعت مسنون نہیں ہے، چاشت کی نماز بھی ہے۔نماز چاشت کی کم سے کم دو رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔نماز چاشت کا وقت سورج کے بلند ہونے سے زوال کے درمیان تک ہے۔ تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں ہیں جوفرض اور نفل سے بھی ادا ہو جاتی ہیں خواہ کسی نے اس کی نیت نہ کی ہو۔محض ایک رکعت یا نماز جنازہ،سجدۂ شکر یا سجدۂ تلاوت کر لینے سے تحیۃ المسجد ادا نہیں ہوگی۔کسی شخص کے مسجد میں بار بار داخل ہونے کی وجہ سے تحیۃ المسجد بھی ہر بار ادا کی جائے گی،سبب (یعنی دخول مسجد) کے بار بار پائے جانے کی وجہ سے؛

و يـدخل وقت الراتبة المقدمة بدخول وقت الفرض والمؤخرة بفعله و يـخـرج وقـت الـنـوعين بخروج وقت الفرض و يندب قضاء النفل الـمـؤقـت، و قسـم تسـن فيــه الـجـمــاعة كــالعيدين و الكسوفين والاستسقـاء و هـو أفـضـل مـن الـقسم الأول لكن الراتبة أفضل من التـراويـح وإن كانت الجماعة فيها سنة ولا حصر للنفل المطلق وإذا زاد عـلـى واحـدة فله التشهد في كل ركعتين أو كل ركعة وإذا نوى عـد داخله ان يزيد و ينقص بعد تغير النية فلو نوى ركعتين ثم قام إلى ثلثة بلانية عمدا بطلت و سهوا يقعد ثم ينوي و يقوم .

خواہ داخل ہونے والا قریب کے راستہ سے ہی داخل ہوا ہو(۱)۔کسی بھی فرض نماز کا وقت داخل ہوتے ہی اس کی اگلی سنتوں کا وقت شروع ہوجاتا ہے اوراس کی پچھلی سنتوں کا وقت فرض اَدا کرنے کے بعد۔فرض نماز کا وقت ختم ہوتے ہی اس کی اگلی اور پچھلی سنت نمازوں کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔نفل موقت کی قضا مندوب ہے۔نفل نماز کی دوسری قسم وہ ہے جس میں جماعت مسنون ہے۔جیسے عیدالفطر وعیدالاضحیٰ، چاند گہن،سورج گہن،اوراستسقا کی نمازیں۔نفل نمازوں کی یہ قسم، قسم اول سے افضل ہے،لیکن سنن راتبہ نماز تراویح سے افضل ہے۔گرچہ نماز تراویح کے لیے جماعت سنت ہے۔مطلق نفل نماز کی تعداد متعین نہیں ہے۔اگرکوئی شخص ایک رکعت سے زیادہ اَدا کرنا چاہے تو اس کے لیے ہر دو رکعت میں ایک تشہد افضل ہے۔اوراگرکوئی شخص دو رکعتوں کی نیت کرے پھر تیسری کے لیے عمداً، بلانیت کھڑا ہوجائے تو اس کی نماز باطل ہوجائے گی اوراگر سہوا کھڑا ہوجائے تو بیٹھ جائے پھر (دل میں) نیت کرے اور پھر کھڑے ہوجائے۔

(۱) بعض نمازیوں کو دیکھا گیا ہے کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد پہلے بیٹھتے ہیں پھر کھڑے ہوکر تحیۃ المسجد ادا کرتے ہیں، یہ طریقہ خلافِ سنت اور خود ساختہ ہے بلکہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد بیٹھنے کی وجہ سے تحیۃ المسجد فوت ہوجاتی ہے؛ اسی لیے کوئی دوران اقامت مسجد میں داخل ہو جائے تو اسے بھی بیٹھنا نہیں چاہیے۔کھڑے ہوکر ہی اقامت سنتے رہے کہ شافعیہ میں یہی طریقہ مسنون ہے۔اسی طرح فاصلہ طویل ہونے کی وجہ سے بھی نماز فوت ہوتی ہے۔(مجموع)

فـصـل: نـوافـل الـلـيـل أفضل من نوافل النهار وأوسطه افضل من آخـره و الأفضل أن يسلم من كل ركعتين ويسن التهجد و يكره قيام الليل كله دائما و تخصيص ليلة الجمعة بقيام و ترك تهجد اعتاد .

فصل، رات کی مطلق نفل نمازیں دن کی مطلق نفل نمازوں سے افضل ہیں، اور رات کا درمیانی حصہ اس کے آخری حصہ سے افضل ہے۔ نفل نماز پڑھنے والے کے لیے افضل ہے کہ وہ ہر دو رکعت پر سلام پھیرے۔ نمازِ تہجد پڑھنا مسنون ہے۔ مسلسل پوری رات نمازوں میں گذار دینا مکروہ ہے۔ اسی طرح نفل نمازوں کے لیے شب جمعہ کو خاص کر دینا اور نماز تہجد کے عادی شخص کا تہجد کو ترک کر دینا بھی مکروہ ہے۔ (واللہ اعلم)۔(۱)

(۱) **فائدہ:** حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی عادت کریمہ تھی کہ آپ سونے سے پہلے نماز وتر پڑھا کرتے تھے۔ پھر بیدار ہو کر تہجد ادا کرتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا معمول اس کے خلاف تھا۔ آپ پہلے سو جاتے تھے پھر بیدار ہو کر تہجد و وتر ایک ساتھ پڑھتے تھے۔ جب دونوں اصحاب کو ایک دوسرے کے اس طریقہ عبادت پر آگہی ہوئی تو دونوں صحابہ کرام اپنا قضیہ لے کر نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں تشریف لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے دونوں اصحاب کا طریقہ بندگی سننے کے بعد یہ فیصلہ فرمایا۔ ابوبکر تم نے احتیاط اور یقین پر عمل کیا ہے۔ اور حضرت عمر سے فرمایا: تم نے یقین اور بھروسہ پر عمل کیا ہے۔ تم دونوں کا طریقہ بندگی محمود و حسن ہے۔

حضرت عثمان غنی حضرت عمر کی تقلید کرتے تھے اور حضرت علی حضرت عمر کی تقلید کیا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت امام شافعی نے حضرت ابوبکر کی سنت کو اپنایا (الوسیط) ائمہ اربعہ کے فروعی اختلافات کو سمجھنے کے لیے یہ بہترین مثال ہے۔ رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین۔

بـاب صلوة الجماعة : الـجـماعة سنة مؤ كدة فی المكتوبة غير الجمعة للرجال ...

جماعت کا بیان: (۱) مردوں کے لیے جمعہ کے علاوہ جملہ فرض نمازوں کو با جماعت ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ (اور نمازِ جمعہ میں جماعت فرضِ عین ہے)

(۱) جماعت کے لغوی معنی: فرقہ یعنی لوگوں کا گروہ اور ٹکڑی کے آتے ہیں 'صلاۃ الجماعۃ' میں اضافت مقلوبی ہے، تقدیری عبارت یہ ہے: 'جماعۃ الصلوۃ' صحت مفہوم کے لیے اس ترکیب کا ماننا ضروری ہے ورنہ نفس نماز تو فرض ہے۔ یا پھر اضافت فی مقدرہ کے ذریعہ ہے۔ اب اس صورت میں عبارت اس طرح بنے گی۔ ''صلوۃ فی الجماعۃ'۔ اصطلاح فقہ میں نماز میں امام و ماموم کے باہمی ربط کو جماعت سے موسوم کیا جاتا ہے۔

جماعت کی مشروعیت کی حکمت: احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے مذہب اسلام کے جملہ ستون، مسلمانوں کے باہمی تعارف، تعاون اور جذبہ اخوت پر قائم ہیں۔ جماعت کے ذریعہ اسی نظام محبت والفت کی غایت درجہ تکمیل مسجد ہی سے ممکن ہے۔ پوری دنیا کے مسلمان بلا امتیاز حسب ونسب، بارگاہ خداوندی میں سربسجود ہوکر اسی تعارف وتعاون اور جذبۂ اخوت واتحاد ملت کا خوب مظاہرہ کرتے ہیں۔ بسا اوقات بعض مسلمان دنیا کے جھمیلوں میں گم ہوکر ایک دوسرے سے نہ صرف حسد و کینہ اور بغض وعداوت رکھتے ہیں بلکہ رسم عداوت نبھانے پر فخر جتاتے ہیں۔ جماعت ہی ہے جو فاصلوں اور عداوتوں کو مٹا کر رشتوں کو شیر وشکر بنا دیتی ہے۔ نیز جماعت کی مشروعیت میں یہ راز بھی پنہاں ہے کہ ایک جاہل ایک عالم دین سے ملاقات کر سکے اور اپنے مذہبی وملی مسائل کی الجھنوں کو سلجھا سکے۔ اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ عبادتوں میں سبھوں کے مراتب یکساں نہیں ہوتے ہیں۔ جماعت میں ارباب عشق ومحبت کی کچھ برکتیں ناقصین پر بھی برستی ہیں اس طرح کاملین کے سجدوں کے ساتھ ناقصوں کی عبادت درجۂ کمال کو پہنچ کر حصول شرف کا سبب بنتی ہے۔

بقیہ: ان تمام مقاصد کو اپنے جلو رحمت میں لیے ہوئے جماعت، شعار اسلام کے اظہار کا بنیادی سبب بنتی ہے۔ (واللہ اعلم)

جماعت کب مشروع ہوئی: عالم اسلام کی عظیم محققہ مفتیہ حاجۃ دریۃ خرقان اپنی کتاب 'النور الشافی' میں قمطراز ہیں: ابن سراقہ برماوی سے منقول ہے کہ جماعت امت محمدیہ کی خصوصیات سے ہے۔ امم سابقہ میں تنہا نماز پڑھی جاتی تھی۔ اور ابن درید فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے نماز باجماعت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ادا کی۔ جماعت کی مشروعیت ہجرت سے قبل مکۃ المکرّمۃ میں، شب معراج نماز کے ساتھ ہی ہوئی۔ جس کی تائید حدیث جبرئیل سے ہوتی ہے۔ جسے امام ترمذی اور امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں بیان فرمایا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معراج سے واپسی کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی معیت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی اقتدا میں نماز ظہر وعصر ادا فرمائی۔ نیز احادیث میں یہ بھی مروی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ شریف میں کسی سفر کے موقع پر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ باجماعت نماز ادا فرمائی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ مکی دور رسالت میں اسلام و مسلمانوں کے حالات سازگار نہ ہونے کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مقہور تھے۔ اسی لیے مسلسل ۱۳/ سالوں تک اپنے گھروں میں بلا جماعت نماز پڑھتے رہے۔ اس پر باقاعدہ مواظبت بعد ہجرت مدینہ طیبہ میں برتی گئی۔ اسی وجہ سے یہ کہا گیا کہ جماعت مدینہ طیبہ میں مشروع ہوئی۔ بایں ہمہ امام نووی اور اکثر فقہائے شوافع رحمہم اللہ فرماتے ہیں۔ مکۃ المکرّمہ میں جماعت کی مشروعیت کا قول ضعیف ہے۔ جماعت کی مشروعیت مدینہ طیبہ ہی میں ہوئی اسی مقدس مقام پر جماعت کی مشروعیت پر اجماع امت ہے۔ ابن حجر نے اسی قول کو تحفہ میں صحیح اور مفتی بہ قرار دیا ہے۔ اور احادیث مذکورہ میں فقہائے کرام نے یہ تطبیق دی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی اقتدا میں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نماز باجماعت اور اسی طرح سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نماز پڑھنا بطور تعلیم تھا نہ کہ بطور وجوب۔ واللہ ورسولہ اعلم (حاشیۃ الباجوری/ اعانۃ/ ترشیح/ بجیرمی/ منہاج/)

غیر مؤ کــدة للنساء و فی المسجد للرجا ل المسجد الکثیر الجمع افـضـل لا ان کـان امـامـه مبتـدعا أو حنفیا أو تعطل مسجد قرب عن الجماعة .

لیکن عورتوں کے حق میں جماعت سنت مؤکدہ نہیں ہے۔مرد مسجد ہی میں نماز ادا کریں مگر کثیر جماعت والی جامع مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ہاں اگر کثیر جماعت والی مسجد کا امام حنفی یا بدعتی ہو(۱) یا قریب کی مسجد (کثیر جماعت والی دور کی بڑی مسجد میں نماز پڑھنے کی وجہ سے) جماعت سے معطل ہوجائے تو (اس صورت میں) کثیر جماعت والی مسجد میں نماز ادا کرنا افضل نہیں ہے۔

(۱) ہمارے ملک میں مذاہب اربعہ میں سے، امام اعظم و امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مقلدین ہی پائے جاتے ہیں۔اکثر ائمہ مساجد کو دیکھا گیا کہ ایک دوسرے کے مذہب کے بنیادی مذہبی مسائل کی معلومات نہ ہونے کی وجہ سے صحت نماز کے بارے میں شش و پنج میں مبتلا رہتے ہیں۔بعض ائمہ تو بصیرت و علم کے بغیر ہی بے وجہ بحث و مباحثہ کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔شافعیوں کے پیچھے حنفیوں کی، حنفی امام کے پیچھے شافعیوں کی نماز نہیں ہوگی، یاللعجب! اولا تو سوچنا چاہیے کہ جب چاروں مسلک برحق ہیں تو کیا صرف زبانی برحق ہیں؟ زبانی طور پر ایک دوسرے کی حقانیت کے ڈنکے بجانا اور عملی طور پر مخالفت کرنا کیا یہ تضاد بیانی نہیں ہے؟!۔

امام شعرانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس قسم کا اختلاف فساد باطن یا فقہی اصولوں کے اختلاف کو نہ جاننے کی وجہ سے ہوتا ہے؛ ورنہ چاروں مذاہب حق اور قرآن و سنت ہی کے چشمہ صافی سے سیراب ہورہے ہیں۔تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو امت سے اتحاد مقصود ہے۔اختلاف و انتشار نہیں۔نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ائمہ مجتہدین کے اختلاف کو امت مسلمہ کے لیے رحمت الٰہی سے تعبیر کیا ہے۔حضرت جنید بغدادی اور سلطان سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما شافعی ہیں، کیا کوئی حنفی ان کی اقتدا سے محروم ہونا چاہے گا؟ ہرگز نہیں۔اسی طرح غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقول حنبلی المذہب ہیں، کیا کوئی حنفی یا شافعی ان کی اقتدا میں نماز پڑھنے سے گریز

بقیہ: کرے گا؟ ہر گز نہیں۔ اگر امام اعظم، غوث اعظم یا امام شافعی، امام مالک یا امام حنبل رضی اللہ تعالی عنہم ہمارے مابین جلوہ بار ہو جائیں تو کیا مسالک اربعہ کے مقلدین میں سے کوئی کیا یہ تحقیق کرتا پھرے گا کہ انھوں مسائل طہارت وارکان نماز میں ہمارے مذہب کی رعایت کی ہے یا نہیں؟، چہرہ دھوتے وقت وضو کی نیت کی ہے یا نہیں؟ یا چوتھائی سر کا مسح کیا ہے یا نہیں؟ کیا کوئی مقلد یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ آپ کی تابعیت، قطبیت اور غوثیت مسلم مگر ہم تو شافعی ہیں، ہم تو حنفی ہیں؛ اس لیے بلا تحقیق آپ کے پیچھے نماز کیسے پڑھیں؟ یقیناً چاروں اماموں کے مقلدین ان عظیم اماموں کی اقتدا میں نماز کی ادائیگی کو زندگی کی معراج تصور کریں گے۔ آخر بعض حنفیوں اور شافعیوں کے مابین آج اور کل میں ایسے کونسے فاصلے یا ایسی کونسی وجوہات پیدا ہو چکی ہیں کہ سنی صحیح العقیدہ ہونے کے باوجود ایک دوسرے کی اقتدا میں نماز ادا کرنے سے کتراتے ہیں؟ ہم میں سے ہر صاحب علم امام کو منصفانہ انداز میں اس بات کا شرعی محاسبہ کرنے کی ضرورت ہے۔ بالخصوص دور حاضر میں اس محاسبہ کی ذمہ داری کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ ان صاحبان علم پر حیرت ہوتی ہے جب ان سے سوال کیا جاتا ہے کہ شافعی کے پیچھے حنفی کی نماز ہوگی یا نہیں یا حنفی کے پیچھے شافعی کی نماز ہوگی یا نہیں؟ تو جواب میں کہتے ہیں کہ اگر اس نے ہمارے مذہب کی رعایت کی ہے تو نماز صحیح ہے، ورنہ نہیں، یاللعجب! جب سائل کا سوال مطلق تو جواب مقید کیوں؟!۔

یہی سوال اگر کسی شافعی، حنبلی یا مالکی سے کیا جائے تو جواباً وہ بھی یہی کہہ سکتے ہیں؛ کیونکہ نماز میں طہارت وارکان نماز کی رعایت کا حکم تو چاروں مذاہب کے لیے ہے۔ کسی ایک مذہب کے لیے خاص نہیں ہے۔ میرا خیال ہے درس نظامی کے کسی بھی فارغ التحصیل پر یہ مسئلہ مخفی نہیں ہے۔ نیز ہر مقلد کو چاہیے کہ فروعی مسائل میں ائمہ مجتہدین کی تضلیل وتفسیق اور تغلیط، یا قولاً وعملاً کسی کو باطل قرار دینے سے پرہیز کرے کہ یہ گمراہیت اور عصبیت ہے۔ قطب ربانی، عارف باللہ امام شعرانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: 'سارے مسالک برحق ہیں۔ کسی بھی امام کی تضلیل وتفسیق روا نہیں ہے۔ اور نہ ہی کسی مسلک کو کسی مسلک پر ترجیح دینا صحیح ہے کیوں کہ کتاب وسنت سے اس پر کوئی دلیل وارد نہیں ہے۔ جو لوگ ترجیح مسلک کا کام کرتے ہیں درحقیقت وہ محجوب ہیں'۔ (الاحسان/طبقات شعرانی)

بقیہ: یہ دراصل اختلافی فضا کو ہموار کرنا، آپسی اتحاد کو ختم کرنا اور اپنی قوت واجتماعیت کا جنازہ اُٹھانے کے مترادف ہے۔ جب کہ دورِ حاضر میں دیکھا جا رہا ہے کہ عوام تو عوام بعض خواص کے نفس بھی اس قدر موٹے ہو چکے ہیں کہ معمولی مسائل پر ایک دوسرے کی تذلیل وتضلیل پر اتر آتے ہیں۔ یہی تذلیل وتضلیل باہمی انتشار کے پھیلانے میں پٹرول کا کام کرتی ہے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ ہر شافعی اور حنفی راہِ اعتدال اور میانہ روی کو اپنا قبلہ بنائے۔

اگر علما عوام الناس کو عبادات و معاملات میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دیں اور بے جا اختلافات اور بحث ومباحثہ سے بھی انھیں بچانے کا اخلاقی اور مومنانہ فریضہ سرانجام دیں۔ مثلا وضو میں امام شافعی کے نزدیک بعض سر کا مسح فرض ہے اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مذہب میں ربع رأس مگر استیعاب رأس کے سنت ہونے میں دونوں ائمہ کا اتفاق ہے۔

ائمہ اربعہ کے مقلدین عبادات میں بیشتر مقامات پر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا شعار بنالیں تو عبادتوں کی افضل صورت کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔ علم فقہ کا ایک ادنی طالب علم بھی جانتا ہے کہ ائمہ اربعہ کی فقہ میں اس طرح کی صدہا نظیریں ملتی ہیں۔ اس عمل کا منطقی فائدہ یہ ہوگا کہ مساجد میں شافعیت اور حنفیت کے نام پر بحث کے دروازے بند ہو جائیں گے، اور بد مذہبوں کے بیڑے غرق ہو جائیں گے جو ہمیں حنفیت اور شافعیت کے نام پر لڑانا چاہتے ہیں۔ اللہ ہی توفیق خیر دینے والا ہے۔

اگر فرائض وطہارت کی رعایت کا علم نہ ہو تو سب کی نماز ایک دوسرے کے پیچھے صحیح ہے۔ اور مذکورہ رعایت کا علم ہو جائے تب تو کوئی کراہت ہی نہیں۔ اور اگر امام کی عدم رعایت کا یقینی علم ہو جائے تب امام خواہ حنفی ہو یا شافعی، مالکی ہو یا حنبلی نماز نہیں ہوگی۔ البتہ ائمہ ثلاثہ کی طرح امام شافعی کے نزدیک بھی یہی مسئلہ ہے کہ شافعی مقتدی کے لیے افضل یہی ہے کہ وہ اپنے ہم مذہب امام کے پیچھے نماز پڑھے۔ ظاہر سی بات ہے کہ ہم مذہب امام شرائط وفرائض اور سنن کی مکمل رعایت کرے گا۔ بایں ہمہ تمام حنفی اور شافعی حضرات ہمیں یہ بتائیں کیا ترک نماز کسی بھی امام کا مسلک ہے؟ (فتوی رضویہ/ حواشی تحفہ/ بغیۃ/ شرح بافضل/ طبقات شعرانی/ وبل الغمام)

و تنـال فضيلة التحرم بشهود تكبيرة الامام و الاشتغال عقيبها و فضيلة الجماعة بادراک جزء فی الصلوةوليخفف الامام آتيا بالابعاض و الهيأت الا أن يرضى القوم الجميع بتطويله وهم محصورون اللحوق آخرون ولو احس فی المسجد او التشهد الأخيريستحب انتظاره بلا تطويل وتميز ولو صلى جماعة ثم ادرک جماعة يستحب اعادتها وينوى بها الفريضة و الفريضة الأولى .

تکبیرتحریمہ کی فضیلت امام کی تکبیرتحریمہ کے ساتھ شریک ہوکر نماز میں مشغول ہوجانے سے حاصل ہوگی۔اور جماعت کی فضیلت جزو جماعت کو پالینے سے حاصل ہوگی۔امام کو چاہیے کہ نماز کی سنن ہیات اور سنن ابعاض کو ادا کرتے ہوئے نماز میں تخفیف کرے،(۱) ہاں! اگر جملہ مقتدی نماز کو طویل کرنے میں راضی ہو تو پھر طول دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، ایسے مقتدیوں کو محصورین سے موسوم کیا جاتا ہے۔اور محصورین کی جماعت میں غیر محصورین کو شریک ہونا مکروہ ہے۔اگر امام کو رکوع یا تشہد اخیر میں کسی مقتدی کے (مسجد یا جماعت میں) شریک ہونے کا احساس ہوجائے تو طویل انتظار اور مقتدیوں میں امتیاز کیے بغیر شریک ہونے والے مقتدی کا رکوع یا تشہد میں انتظار کرنا مستحب ہے۔اگر کسی نے (تنہا یا باجماعت) نماز ادا کرلی ہو پھر وہ (دوسری مرتبہ) اس نماز کی جماعت کو پائے تو اسے اس نماز کا اعادہ کرنا سنت ہے۔مگر اس نماز کے لیے نیت فرض ہی کی کی جائے گی۔پہلی نماز فرض ہوگی (اور دوسری نماز سنت ہوگی)

---

(۱) امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امام کو چاہیے کہ نماز میں سنن ابعاض اور سنن ہیات کو ان کی افضلیت کے ساتھ مکمل طور پر ادا کرتے ہوئے نماز میں تخفیف کرے۔(الام/شرح المہذب)

ولا رخصة فی ترک الجماعة الا لعذراما عام کالمطر او الریح العاصفة فی اللیل و الوحل الشدید و اما خاص کالمرض و الحر والبرد الشدیدین و الجوع والعطش الظاهرین و مدافعة الحدث و خوف الظالم علی نفس او مال و ملازمة الغریم وهو معسر و رجا العقوبة لو تغیب ایاما و العری الترحل الرفقة و أکل ماله رائحة کریحة ...تمریض من لا متعهد له او یأ نس به و اشراف القریب و الحبیب و الزوجة و المملوک .

فصل: لا یجوز أن یقتدی بمن یعلم بطلان صلاته او یعتقده کالمجتهدین اذا اختلفا فی القبلة او فی انائین

کسی مسلمان کو ترک جماعت کی رخصت نہیں ہے۔ہاں اگر شرعی عذر ہو تو اسے ترک جماعت کی اجازت ہے۔خواہ وہ عذر عام ہو جیسے بارش،تیز وتند آندھی یا کیچڑ یا کوئی خاص عذر ہو جیسے بیماری یا کڑاکے کی سردی اور گرمی یا ظاہری طور پر بھوک اور پیاس کا شدید غلبہ ہو یا رفع حاجت کی ضرورت ہو یا کسی ظالم سے جان و مال کا خوف ہو یا کسی قرض خواہ کے گلے پڑ جانے کا ڈر ہو،اور وہ قرضدار فی الحال تنگدست ہو،یا کوئی چند ایام غائب رہے تو اس کی سزا کے معاف ہونے کی توقع ہو،یا لائق ستر لباس موجود نہ ہو،یا سفر مباح میں دوستوں کے بچھڑ جانے کا خوف ہو،یا کسی ایسی بدبودار چیز کو کھالیا ہو(کہ بروقت بدبو کا ازالہ ناممکن ہو) یا کسی ایسے مریض کی تیمارداری میں لگا رہا جس کا کوئی پرسان حال نہ ہو یا اسی تیماردار سے مریض کو انس حاصل ہوتا ہو یا کسی قرابتدار یا دوست یا بیوی یا غلام کی تیمارداری کے لیے موجود رہا ہو۔

فصل،امام کی صفتوں کا بیان: کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی ایسے امام کی اقتدا میں نماز پڑھے جس کی نماز باطل ہونے کا اسے علم ہو چکا ہو۔یا اس امام کی نماز کے باطل ہونے کا عقیدہ رکھتا ہو۔جیسے دو تحری کرنے والے سمت قبلہ کے بارے میں اختلاف کر بیٹھے یا،یا دو برتنوں (کے پانی کے پاک و ناپاک ہونے) میں اختلاف کریں۔

فـان تـعـدد الطاهر فله الاقتداء به مالم يتعين اناء الامام للنجاسة و اذا ظـن طهـــــارة اناء غيره فله الاقتداء به ولو اشتبه خمس اوان احدها نـجـس عـلـى خـمسة فتـوضأ كل واحد من اناء ظن طهارته و ام كل واحـد مـفهـم اصـحـابـه فـى صلاة من الخمس مبتدين لصلاةالصبح فكلهم يعيدون العشاء الا امام العشاء يعيد المغرب و الضابط ان كل مـنهـم يعيد ما كان مأموما فيه آخر، ولو اقتدى شافعى بحنفى علم أنه مس فرجه اعادلا ان اقتدى به وقد افتصد .

(اگر نجس برتنوں کے ساتھ) پاک پانی کے برتن متعدد ہوں تو اس مقتدی کو اس امام کی اقتدا کرنا صحیح ہے جس امام کے برتن کے (پانی کا نجس ہونا) متعین نہ ہوسکا۔ اور جسے اپنے علاوہ کسی اور کے برتن کے پاک ہونے کا قطعی گمان ہو تو اسے اس امام کی اقتدا کرنا جائز ہے۔ اگر پانچ لوگوں کو پانچ برتنوں (کے پانی پر) شبہہ ہو جن میں سے ایک نجس تھا اور ان پانچوں میں سے ہر ایک نے اس برتن سے وضو کیا جس کی طہارت کا انہیں یقین تھا پھر ان میں سے ہر ایک نے پانچوں نمازوں میں اپنے احباب کی نماز فجر سے امامت کا آغاز کرتے ہوئے امامت کی تھی تو وہ سب نماز عشا کا اعادہ کرلیں، سوائے عشا کے امام کے کہ وہ صرف نماز مغرب کا اعادہ کرے۔

اس کا ضابطہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک ہر اس نماز کا اعادہ کرے جس میں آخر میں وہ مقتدی ہوا تھا۔ اگر کسی شافعی نے کسی ایسے حنفی کی اقتدا کی جس کی نسبت اسے علم تھا کہ اس نے اپنی شرمگاہ کو بغیر کسی حائل کے چھولیا تھا۔ تو شافعی مقتدی اس نماز کا اعادہ کرلے۔ اگر شافعی نے کسی ایسے حنفی کی اقتدا کی ہو جس نے پچھنا لگوایا تھا تو اسے اس نماز کا اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ولا يصح الاقتداء بالمأموم و بمن لا تغنيه صلاته عن القضاء كالمتيمم المقيم ولا اقتداء القارى بالامى وهو من يخل بحرف او تشديدة من الفاتحةو منه الارت وهو الذى يدغم فى غير موضعه والالثغ وهو الذى يبدل حرفا بحرف او يقتدى الامى بمثله و يكره الاقتداء بالتمتام و الفا فاء واللحان فان غير المعنى كقوله انعمت بضم التاء او كسرها لم تصح الاقتداء به ولا صلاته ان امكنه التعلم وان لم يطاوعه لسانه اولم يمض امكان التعلم فهو فى الواجب كالامى و فى غيره تصح صلاته والاقتداء به .

مقتدی کوکسی مقتدی کی اقتدا کرنا جائز نہیں ہے۔اور نہ ہی اس امام کی اقتدا جائز ہے۔جس کی نماز اعادہ سے بے نیاز نہیں ہے۔جیسے (پانی کی عدم موجودگی میں) تیمّم کرنے والے مقیم کی نماز۔قاری کو امی کی اقتدا کرنا جائز نہیں ہے۔اُمی وہ شخص ہے جس کی سورۂ فاتحہ میں کسی حرف یا تشدید میں خلل واقع ہو،ارت کا بھی یہی حکم ہے۔ارت وہ شخص ہے جو غیر ادغام کی جگہ پر ادغام کرے اور الثغ بھی اسی حکم میں ہے۔الثغ وہ شخص ہے جو ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل دے۔امی،امی کی اقتدا کرسکتا ہے،تمتام(۱) فا فا کی اور لاحن کی اقتدا کرنا مکروہ ہے۔اگر لاحن کی تلاوت سے معنی تبدیل ہوجائے جیسے لاحن کا انعمت،تا کے ضمہ کے ساتھ یا اس کے کسرہ کے ساتھ پڑھ دینا۔تو اس کی اقتدا کرنا صحیح نہیں ہے اور نہ ہی اس کی نماز صحیح ہوگی۔بشرطیکہ اسے علم حاصل کرنا ممکن ہو(اور اس نے علم حاصل نہ کیا ہو)۔اگر کسی کی زبان اس کا ساتھ نہ دے یا اس قدر وقت نہیں گذرا ہے جس میں علم حاصل کرنا ممکن ہو تو وہ واجب (جیسے سورۂ فاتحہ کی تلاوت) اور غیر واجب (جیسے ضم سورہ) میں امی کے حکم میں ہوگا۔اس کی نماز بھی صحیح ہوگی اور اس کی اقتدا بھی صحیح ہوگی۔

(۱) جو شخص تا کی تکرار کرے اصطلاح فقہ میں تمتام کہلاتا ہے۔جو فا کی تکرار کرے وہ فا فا اور جو اعراب میں غلطی کرے وہ لاحن کہلاتا ہے۔(شرح سلم التوفیق)

فصـل : لایصـح اقتـداء رجـل بأمرأة ولاخنثی ویقتدی المتوضئ بـالـمتیـمـم و مـاسـح الـخف و الـقائم بالقاعد و المضطجع و الکامل بـالـصبـی والـعبـد والسلیم بسلسل البول و الطاهرة بالمستحاضةغیر الـمتحیرة ولو بان بعد الفراغ کون الأمام امرأةاو امیا او خنثی او کافرا مـعـلـنـا وجـب الاعـادة ،لا ان بان محدثا أو جنبا أو زندیقا أوذا نجاسة خـفیـفة ولـو اقتـدا ء بخنثی فبان رجلا وجب الاعادة و العدل اولی من الـفـاسـق و الافـقه اولی من الاقراء و الاورع وکل من الافقه و الأ قراء اولـی مـن الاسـن وهـو اولـی مـن الـنسب و عند التساوی یقدم بنظافة الثـوب و البـدن و طیـب الـصنعة و الرائحة و حسن الصوت والأعمی والبـصیـر سـواء ومستحق البقعة بملک او غیره اولی من غیره فان لم یکن اهلا لتقدم فهو اولی بالتقدم والسید اولی من عبده لا من مکاتبه .

فصل، اقتدا کے بعض احکامات کا بیان: نماز میں کسی مرد کو عورت کی اور اسی طرح کسی مخنث (زنخہ) کی اقتدا کرنا جائز نہیں ہے۔ باوضو کو، تیمّم والے کی، موزہ پر مسح کرنے والے اور کھڑے ہوکر نماز پڑھنے والے کو بیٹھ کر اور لیٹ کر نماز ادا کرنے والے کی، اور بالغ کو، ممیّز بچہ اور غلام کی اور تندرست کو، سلسل بول والے مریض کی اور طاہرۃ کو مستحاضہ غیر متحیرہ کی، اقتدا کرنا جائز ہے۔ اگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام کا عورت یا امی یا زنخہ یا کافر معلن ہونا ظاہر ہوجائے تو اس نماز کا اعادہ کرنا واجب ہے۔ امامت کے لیے نابینا اور انکھیارہ دونوں مساوی ہیں۔ مالکانہ یا غیر مالکانہ طور پر (زمین وغیرہ سے) نفع حاصل کرنے والا اپنے غیر سے اولی ہے۔ اگر منفعت کا حقدار مقدم کیے جانے کے لائق نہ ہو تو غیر مستحق ہی امامت کے لیے اولی ہے۔ آقا اپنے غلام سے اولی ہے۔ البتہ اپنے مکاتب غلام (۱) سے اولی نہیں ہے۔ کرایہ پر دینے والا کرایہ پر لینے والے سے اولی ہے، والی اپنی حدود ولایت میں اپنے غیر سے اولی ہے۔ اور مالک مکان اپنے مکان میں اولی ہے۔

(۱) جس غلام سے معاوضہ لے کر آزاد کرنے کی بات طے ہوا سے غلام مکاتب کہا جاتا ہے۔ (باجوری)

فصـل : لا يتـقـدم عـلـى امـامـه فـى الـموقف فـان تقدم بطلت ولايستـحـب بـخـلـفـه قـليـلا و الاعتبار فى التقدم بالعقب و ندبا ان يستدير المصلون حول الكعبة ولا بأس بكون المأموم أقرب اليها فى غير جهة الامام و كذا لو وقفوا فى الكعبة و اختلف الجهة .

فصل : و يقف الذكر عن يمين الامام و ان جاء آخر احرم عن يساره ثـم يتـقدم الامام أو يتاخر المأمومان وهو اولى وان حضر رجلان او رجل او صبـى اصـطـفـا خـلـفـه وكذا ان حضرت أمرأة او نسوة وتقف خلف الرجال ثم الصبيان ثم الخناثى ثم النساء و امامة النساء تقف وسطهن .

فصل، اقتدا کے آداب کا بیان: مقتدی مصلے پر اپنے امام سے آگے نہ بڑھے۔ اگر امام کے آگے کھڑا ہوگا تو اس کی نماز باطل ہوگی۔ امام کے برابر کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے، مگر مقتدی کو امام سے قدرے پیچھے کھڑے ہونا مستحب ہے۔ امام سے آگے کھڑے ہونے میں اعتبار ایڑھی سے کیا جائے گا۔ نمازیوں کا کعبہ کے اردگرد حلقہ بنا کر کھڑا ہونا مندوب ہے۔ ایسے مقتدیوں کا امام کی جہت کو چھوڑ کر کعبہ سے قریب کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اسی طرح اگر وہ اندرون کعبہ کھڑے ہوں اور جملہ مقتدیوں کی جہت مختلف ہو جائے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

فصل، امام کے پیچھے کھڑے ہونے کا بیان: تنہا مقتدی امام کے دائیں جانب کھڑا رہے۔ اگر دوسرا مقتدی آ جائے تو وہ امام کے بائیں جانب کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہے۔ پھر یا تو امام آگے بڑھ جائے یا دونوں مقتدی پیچھے آ جائیں اور یہی صورت اولی ہے۔ اگر دو آدمی یا ایک آدمی اور ایک ممیّز بچہ آ جائے تو وہ امام کے پیچھے صف بندی کرے۔ اگر اسی طرح ایک یا چند عورتیں آ جائیں تو وہ بھی امام کے پیچھے صف بنائیں۔ امام کے پیچھے پہلے مرد کھڑے ہو جائیں پھر بچے پھر زنخہ اور پھر عورتیں۔ عورتوں کی امامت کرنے والی ان کی اگلی صف کے بیچ میں کھڑی رہے۔

و يكره أن يقف الماموم منفردا بل يدخل الصف ان وجد الفرجة و الا فيحرم ثم يجر واحدا و يساعده المجرور و يشترط علم الماموم بانتقالات الامام بان يراه او بعض الصفوف او يسمع صوتهاو صوت المترجم و اذا جمع الامام و الماموم مسجدا صح الاقتداء وان بعدت المسافة او حال بينهما حائل اذا حصل العلم بصلوة الامام او ان كانا في فضاء مملوك او غيره فالشرط ان لايزيد بينهما على ثلثمائة ذراع تقريبا وان تلاحق صفان او شخصان فاكثر اعتبرت المسا فة بين كل صف وما قبله ولا يضر حيلولة الشارع و نهر يسبح

مقتدی کا تنہا کھڑا ہونا مکروہ ہے، اگر اسے خالی جگہ مل جائے تو صف میں ہی کھڑا ہونا چاہیے۔ ورنہ پھر تکبیر تحریمہ کہے پھر کسی ایک مقتدی کو پیچھے کھینچ لے۔ جس مقتدی کو کھینچا جائے وہ اس کی پیچھے آنے میں مدد کرے۔ مقتدی کو امام کی تکبیر انتقالات (۱) کا علم ہونا شرط ہے۔ خواہ علم اسے دیکھ کر حاصل ہوا ہو یا بعض صفوں میں سے کسی صف کو دیکھ کر حاصل ہوا ہو۔ یا مکبر کی آواز سن کر۔ جب امام اور مقتدی مسجد میں ہوں تو بعد مسافت اور ان کے درمیان کسی حائل کے موجود ہونے کے باوجود اقتدا صحیح ہے۔ بشرطیکہ مقتدی کو امام کی نماز کا علم حاصل ہو رہا ہو۔ اور اگر وہ دونوں مملوک یا غیر مملوک فضا (یعنی مسجد کے علاوی خالی جگہ میدان وغیرہ) میں ہوں تو صحت اقتدا کے لیے یہ شرط ہے کہ ان دونوں کے درمیانی مسافت تقریبا تین سو ذراع سے زیادہ نہ ہو۔ (پھر اگر اسی جماعت سے) دو صفیں یا دو یا چند لوگ آ ملے تو ہر پچھلی اور اگلی صف کے درمیان اسی مسافت کا اعتبار ہوگا۔ امام و مقتدی کے درمیان اقتدا کے لیے شاہراہ پر ایسی نہر جسے تیر کر پار کیا جاتا ہو ضرر رساں نہیں ہے۔

(۱) یعنی امام کے ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانے والی حالتوں کا علم ہونا ضروری ہے۔

وإن کـانـا فـی بـنـائیـن کـصـحـن و صفة فان کان عن یمین الامام أو بیسـاره وجب اتصال الصف من احد البنائین بالصف الاخر بحیث لا یبقـی بیـنهـما فرجة و ان کان خلفه فا لشرط ان لا یزید بین الصفین عـلـی ثـلثة اذرع وتـصح صلاته من بعده بصلوته وان حال بینه و بین الامـام جدار و الطریق الثانی حکم البنائین کحکم الفضاء ان لم یکن حـائـل وان حال بین الامام و الماموم ما یمنع الاستطراق والمشاهدة او احـدهـمـا کالشباک و الباب المردود لم یصح الاقتداء ولو وقف احـدهـمـا فی علو والاخر فی اسفل فشرطه محاذات الاسفل الاعلی یجزء ولو وقف المأموم فی فضاء والامام فی المسجد ولم یکن حائل اعتبرت المسافة بین المصلی و آخر المسجد .

اوراگر وہ دونوں دوعمارتوں میں ہوں جیسے صحن ودالان میں پس اگر وہ مقتدی کے قیام کی جگہ امام کے دائیں یا بائیں جانب ہوتو دونوں عمارتوں میں سے ہرایک عمارت دوسری عمارت کی صف سے اتصال واجب ہے اس طرح کہ ان دونوں کے درمیان خلا باقی نہ رہے۔اوراگر وہ قیام کرنے والا شخص امام کی عمارت کے پیچھے ہوتو صحت اقتدا کے لیے یہ شرط ہے کہ دونوں صفوں کے مابین تین ہاتھ سے زیادہ فاصلہ نہ ہو۔اس کی نماز امام سے دور ہونے کے باوجود صحیح ہوگی۔خواہ امام اوراس کے درمیان کوئی دیوار یا راستہ حائل ہو۔دونوں دیواروں کا حکم فضا کی مانند ہے بشرطیکہ کوئی حائل موجود نہ ہو۔اوراگرامام و ماموم کے درمیان کوئی ایسا حائل ہو جوآمدورفت سے روکتا ہو یا ان دونوں میں سے کوئی ایک جیسے کھڑکی یا بند دروازہ ہو تو اقتدا صحیح نہیں ہوگی۔اوراگران دونوں میں سے کوئی ایک اونچی جگہ اور دوسرا نیچے کھڑا ہوتو صحت اقتدا کے لیے یہ شرط ہے کہ۔اوپروالا نیچے والے کے مقابل کھڑا ہو۔اوراگرمقتدی فضا میں (یعنی خارج مسجد غیرمملوک جگہ) میں کھڑا ہواورامام مسجد میں اوران کے درمیان کوئی حائل بھی نہ ہوتو نمازی کے درمیان اس مسجد کے آخر سے اسی مسافت کا اعتبار کیا گیا ہے۔

و الـدار مـع الـمسـجـد كـالبـنـائين ويكره ان يقوم المأموم فى علو و الامـام فى سفل او بالعكس الا لحاجة تعليم فيستحب و يستحب ان لا يـقـوم الامـام الى الصلوة حتى يفرغ المؤذن عن الاقامة ولا يبتدئ الـمـصلى بنفل بعد الشروع فى الاقامة وان كان اشتغل به اتمه ان لم يخش فوت الجماعة .

مسجد کے دروازہ کا حکم دو عمارتوں کی طرح ہے۔مقتدی کو اپنے امام سے بلند جگہ کھڑا ہونا مکروہ ہے۔اوراس کے برعکس بھی مکروہ ہے البتہ بغرض تعلیم ہوتو مستحب ہے۔اور یہ بھی سنت ہے کہ امام نماز کے لیے اس وقت تک کھڑے نہ رہے جب تک موذن اقامت سے فارغ نہ ہو جائے۔(۱) کوئی بھی نمازی آغاز اقامت کے بعد نفلی نماز شروع نہ کرے اور اگر شروع کر ہی لیا تھا تو اب اسے مکمل کر لے اگر جماعت کے فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

(۱) **فائدہ:** نمازیوں کو قبل اقامت کھڑا ہونا چاہیے یا بعد اقامت؟ آج کل مسجدوں میں اس مسئلہ پر تنازع عام ہو چکا ہے۔کچھ لوگ بضد ہوتے ہیں کہ نماز کے لیے اقامت سے پہلے ہی کھڑا رہنا چاہیے۔اگر کوئی ان کی ہاں میں ہاں نہ ملائے یا ان جاہلوں کی اندھی تقلید سے انکار کرے تو نوبت جھگڑے تک پہنچ جاتی ہے۔نعوذ باللہ،اگر منصفانہ مزاج کے ساتھ سنت رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں اس مسئلہ کا حل ڈھونڈا جائے تو اختلاف کی صورت ہی باقی نہیں رہتی ہے۔اس بابت نبی کریم اور صحابہ کرام علیہ وعلیہم السلام کا مبارک معمول کیا تھا؟۔اقامت کے وقت قیام کب کیا جائے ؟اس مسئلہ کی سنیت پر فقہائے شوافع کا مسلک ان کی معتبر کتابوں سے نقل کیا جا رہا ہے۔اللہ تعالی ہر مسلمان کو احیائے سنت کا جذبہ بخشے۔آمین۔رسول اللہ اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں میری مردہ سنت کو زندہ کرنے والے کو سو شہیدوں کا ثواب عطا کیا جائے گا۔(مشکوۃ المصابیح)
امام شافعی قدس سرہ العزیز کے نزدیک نماز کے لیے اقامت کے بعد کھڑا ہونا سنت ہے۔خصوصا اہلیان کوکن توجہ دیں کہ قطب کوکن فقیہ مہائمی شافعی قدس سرہ العزیز نے صدیوں پہلے اس مسئلہ کو بیان فرما کر ہماری رہبری فرما دی ہے۔آج اہل سنت و جماعت ہی وہ جماعت ہے جو اس سنت کے عامل وداعی ہیں۔تاجدار رسالت اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں"اذا اقیـمـت الـصـلاة فلاتقوموا حتى ترونى قد خرجت"جب جماعت کھڑی ہو جائے تو تم نماز کے لیے اس

بقیہ: وقت تک قیام نہ کرو جب تک تم مجھے نہ دیکھ لو کہ میں اپنے حجرہ سے نکل چکا ہوں (بخاری/مسلم)
مہذب میں ہے:" اذا ارد ان یصلی فی جماعة لم یقم حتی یفرغ المؤذن من الاقامة "جب کوئی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو جائے اس وقت تک وہ نماز کے لیے قیام نہ کرے۔اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک یہی تھا:"اذا فرغ المؤذن قام" جب مؤذن اقامت سے فارغ ہوجاتا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو جاتے تھے۔جمہور علمائے سلف وخلف کا اور عامہ المؤمنین کا اسی پر عمل رہا ہے۔علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فتح الباری میں فرماتے ہیں:"ذهب الاكثرون الى انه اذا كان الامام معهم فى المسجد لم يقوموا حتى يفرغ المؤذن من الاقامة و ان لم يكن فى المسجد فذهب الجمهور الى انهم لا يقومون حتى يروه' اقامت کے وقت کھڑے ہونے کے بارے میں اکثر علما کا مذہب یہی ہے کہ اگر امام مسجد میں (مصلی پر) ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نماز کے لیے اس وقت تک کھڑے نہیں ہوتے تھے جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہیں ہو جاتا تھا۔اور اگر امام مسجد میں نہ ہوتا تو جمہور علما کی تحقیق یہی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم جب تک امام کو نہ دیکھ لیتے بیٹھے رہتے پھر اس کے آنے کے بعد قیام کرتے۔'و قد نقل الشيخ ابو حامد عن مذهبنا انهم يقومون عند فراغه من الاقامة" (وبل الغمام) امام غزالی علیہ الرحمۃ اس مسئلہ میں ہمارے مذہب شافعیہ کی ترجمانی اس طرح فرماتے ہیں۔امام شافعی علیہ الرحمۃ کے پیروکار مؤذن کے اقامت سے فارغ ہونے کے بعد ہی کھڑے ہوں۔اور وبل الغمام میں ہے:"و يستحب ان لا يقوم المصلى الى الصلاة الا بعد فراغ المقيم من الاقامة"۔اور مصلی کے لیے یہی سنت ہے کہ وہ نماز کے لیے اس وقت تک قیام نہ کرے جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہوجائے۔اور فتاوی حناطی میں ہے:"انه يجلس فاذا فرغ المقيم قام " یعنی نمازی (جماعت کے انتظار میں) بیٹھا رہے۔جب اقامت کہنے والا اقامت سے فارغ ہوجائے تو کھڑا ہوجائے۔
امام نووی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: "يستحب للمأموم و الامام ان لا يقوما حتى يفرغ المؤذن من الاقامة " (المجموع/الحاوی الکبیر/فیض الالہ/فیض الالہ) امام اور مقتدی دونوں کے لیے سنت یہی ہے کہ وہ مؤذن کے اقامت سے فارغ ہونے کے بعد کھڑے ہوں۔
ہاں اگر مقتدی عمر دراز ہے جسے فورا قیام کرنے میں مشقت ہوتو وہ"قد قامت الصلوة" پر کھڑا ہونا شروع کرے۔مگر جو عمر دراز بعد اقامت قیام کرنے میں مشقت محسوس نہ کرے وہ اقامت کے بعد ہی قیام کرے۔نیز اگر کوئی مسجد میں ایسے وقت داخل ہوا جب مؤذن اقامت میں مشغول تھا تو اسے بیٹھنا نہیں چاہیے اور نہ ہی تحیۃ المسجد پڑھنا چاہیے کہ یہ دونوں امور خلاف سنت ہیں۔
(حواشی تحفہ) واللہ اعلم۔

فـصـل : شـرط الـقـدوة أن ينوى المأموم الاقتداء او الجماعة مع التحرم و الجمعة كغيرها فلو تابع الامام فى الافعال من غير نية بطلت ولا يـجب تعين الامام فان عين و اخطاء بطلت و لا يشترط نية الامامة لـكـن تستحب و فى الجمعة تجب فلو عين المقتدى و أخطا لم يضر و يـصح اقتداء المؤدى بالقاضى و المفترض بالتنفل و بالعكس و اذا اقتـدأا لـمـصـلـى الـظهـر بـالـصبـح أوالـمـغرب قام بعد سلام الامام كـالـمسبو ق ولا بأس بمتابعة الامام فى القنوت و التشهد الاخير فى المغرب .

فصل، اقتدا کی شرطوں کا بیان: امام کی اقتدا کے لیے یہ شرط ہے کہ مقتدی تکبیر تحریمہ کے ساتھ ہی جماعت یا اقتدا کی نیت کرلے۔(ورنہ اسے جماعت کا ثواب نہیں ملے گا)البتہ نماز جمعہ کے لیے جماعت یا نیت اقتدا (کا حکم)اس کے سوا ہے۔(یعنی نماز جمعہ کے لیے اقتدا یا جماعت کی نیت واجب ہے۔)اگر کوئی شخص بلانیت، افعال امام کی اتباع کرے تو نماز ہی باطل ہوجائے گی۔(نیت اقتدا میں)امام کا تعین کرنا ضروری نہیں ہے۔اگر کسی نے امام کو معین کرلیا (اور تعین کرنے میں) خطا ہوگئی تو نماز باطل ہوجائے گی۔امام کے لیے امامت کی نیت کرنا مشروط نہیں ہے لیکن مستحب ضرور ہے۔ ہاں نماز جمعہ میں امامت کی نیت کرنا واجب ہے۔اگر کسی امام نے (نیت امامت میں) کسی مقتدی کو متعین کرنے میں خطا کی تو یہ خطا ضرررساں نہ ہوگی۔ادا نماز پڑھنے والے کی اقتدا، قضا پڑھنے والے کے پیچھے صحیح ہے۔اوراس کے برعکس بھی صحیح ہے۔نماز فجر ومغرب کی اقتدا میں نماز ظہر ادا کرنے والا، امام کے سلام کے بعد مسبوق کی طرح کھڑا ہوجائے (اور بقیہ رکعتیں مکمل کرلے) اور اس صورت میں اسے امام کی متابعت میں دعائے قنوت پڑھنے میں اور مغرب میں تشہد اول کے لیے (بیٹھنے میں) کوئی حرج نہیں ہے۔

ولـه أن ينوى مفارقته اذا اشتغل بهما و فی اقتداء الصبح بالظهر فارقه عـنـد قيـام الثـالثة و سلم انتظاره ليسلم معه اولی وان أمكنه قنت و له مـفـارقتـه لاجـلـه ولا يـصـح الاقتداء مع اختلاف الافعال كالمكتوبة خلف الكسوف و الجنازة .

فصل: يجب متابعة الامام فی الافعال بأن يتأخر ابتدأه بالفعل عن ابتـداء الامـام بـه و يـقـصـد فـراغ الامـام علی فراغه منه فلو قارنه لم يـضـر الا فـی تـكبيـرة الاحرام فلو تخلف بركن بان فرغ الامام منه و المأموم فيما قبله ...

نیز اسے یہ بھی اختیار ہے کہ وہ امام سے مفارقت کی نیت کر لے، اس وقت جب امام قنوت و تشہد میں مشغول ہو جائے۔ نماز صبح کی اقتدا میں ظہر پڑھنے والا تیسری رکعت کے قیام کے وقت اس سے مفارقت اختیار کر لے اور سلام پھیر دے۔ مگر امام کا انتظار کرنا تا کہ اس کے ساتھ ہی سلام پھیرے بہتر ہے۔ اگر مقتدی کو قنوت پڑھنا ممکن ہو تو قنوت پڑھ لے نیز اس مقتدی کو دعائے قنوت کے لیے امام سے مفارقت کا بھی اختیار ہے۔ افعال ظاہرہ میں اختلاف کرتے ہوئے، امام کی اقتدا کرنا صحیح نہیں ہے۔ جیسے فرض نماز، نماز کسوف اور نماز جنازہ پڑھنے والے کے پیچھے ادا کرنا۔

فصل، اقتدا کے بعض احکامات کا بیان : مقتدی کو افعال نماز میں امام کی پیروی لازم ہے۔ وہ اپنے فعل کی شروعات اپنے امام کے آغاز فعل سے قدرے مؤخر کرے اور امام کے فارغ ہونے کا قصد کرے اپنے فعل سے فراغت کے بعد اگر مقتدی تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی اور فعل نماز کو امام کے فعل سے ملائے (یعنی ساتھ ساتھ ادا کرے) تو یہ صحت نماز کے لیے نقصان دہ نہیں ہے۔ (مکروہ ہے) اگر مقتدی امام سے ایک رکن پیچھے رہ جائے اس طرح کہ امام اس رکن سے فارغ ہو جائے۔ اور امام اس سے ماقبل کے رکن کی ادائیگی میں مشغول ہو تو یہ صحت نماز کے لیے مانع نہیں ہے۔

و بـر كـنيـن بـان فـر غ الامام منهما و المأموم فيما قبلهما فان لم يكن عـذر بطلت و ان كان هناک عذر بأن كان سريع القرأة فركع قبل أن يتـم الـمـأموم الفاتحة فيتمها و يسعى خلفه مالم يسبقه باكثر من ثلثة اركان مقصودة وهى الاركان الطويلة فان زاد السبق ثلثة فيوافق فيما هـو فيـه ثم يتدارک بعد سلام الامام فان خالف واشتغل بترتيب صلا تـه عـامدا بطلت و جاهلا لم يعتد بفعله كالساهى ولو لم يتم الفاتحة لاشتغاله بدعاء الاستفتاح فهو معذور هذا فى الموافق

اور اگر اسی طرح امام سے دو رکن پیچھے رہ جائے اس طرح کہ امام ان دو ارکان کی ادائیگی سے فارغ ہو جائے اور مقتدی ہنوز ان دو ارکان سے پہلے والے رکن کی ادائیگی میں مصروف ہو۔ (امام سے یہ تخلُّف) اگر بلا عذر ہو تو نماز باطل ہوگی۔ اگر کسی عذر کی وجہ سے ہو جیسے کہ امام تیزی سے قراءت کرنے والا تھا اس نے مقتدی کی سورۂ فاتحہ کی تلاوت سے پہلے رکوع کر لیا تو مقتدی سورۂ فاتحہ مکمل کرتے ہوئے امام سے جا ملے بشرطیکہ امام اس سے تین ارکان مقصودہ سے آگے نہ بڑھا ہو۔ ارکان مقصودہ طویل ارکان کو کہتے ہیں۔ (اس میں ارکان قصیرہ مثلاً اعتدال اور جلوس بین السجدتین وغیرہ کا شمار نہ ہوگا) اگر امام تین ارکان سے زیادہ سبقت کر جائے تو بہر کیف مقتدی اس کی موافقت کرے پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد (فوت شدہ ارکان کے تدارک کے لیے مزید ایک رکعت بڑھائے۔ (ایسا نہ کرتے ہوئے) اگر وہ امام کی مخالفت کرے اور دیدہ و دانستہ اپنے نماز ہی کی ترتیب میں مشغول رہے تو نماز باطل ہوگی۔ اور اگر بے علمی میں مخالفت کر بیٹھا ہو تو بھولنے والے کی طرح اسی کا فعل نماز شمار نہ ہوگا۔ اگر کوئی مقتدی دعاء افتتاح میں مشغول ہونے کی وجہ سے سورۂ فاتحہ نہ پڑھ سکا تو وہ مقتدی معذور متصور ہوگا۔ یہ حکم موافق مقتدی کے بارے میں ہے۔

و امـا الـمسبـوق فينقطع الفاتحة و يركع معه و يحصل له الركعة فان خـالف و اشتـغـل بـاتمامها لم يدرك الركعة و يتخلف بغير عذر و لا يشتغل بعد التحرم بغير الفاتحة الا ان يعلم ادراكها فان اشتغل بدعاء الاستـفتـاح و التعـوذ قـرأ بقدره من الفاتحة وهو معذور بتخلفه ولو علم المأموم فی ركوعه انه ترک الفاتحة أو شک فيه لم يعد اليه بل يـوافـق الامـام و يتـدارک ركـعة بعد سلامه و ان حصل الشک بعد ركـوع الامـام و قبـل ركـوعـه قـرائها وهو معذور بالتخلف ولو سبق الامام بالتحرم لم تصح صلاته و ان سبقه بالفاتحة او التشهد لم يضر ولايلزم الاعادة والتقدم على الامام فی الافعال كالتخلف .

اور رہا مسبوق مقتدی تو وہ سورۂ فاتحہ کی تلاوت منقطع کرے اور امام کے ساتھ رکوع کر لے، تو اسے (حکما) وہ رکعت مل جائے گی۔ اور اگر وہ امام کی مخالفت کرے اور سورۂ فاتحہ کی تکمیل ہی میں مشغول رہے۔ تو اسے وہ رکعت حاصل نہ ہوگی۔ جو مقتدی اپنے امام سے بلا عذر پیچھے رہ جائے وہ تکبیر تحریمہ کے بعد سورۂ فاتحہ کے علاوہ (دعائے افتتاح وتعوذ) کے پڑھنے میں مشغول نہ ہو جائے۔ سوائے اس کے کہ اسے سورہ فاتحہ کے مل جانے کا یقین ہو۔ اگر وہ دعائے افتتاح اور تعوذ میں مشغول رہا وہ بقدر دعائے افتتاح سورۂ فاتحہ پڑھ لے تو وہ امام سے تخلّف کرنے میں معذور ہوگا۔ اگر کسی مقتدی کو اپنے رکوع میں علم ہوا کہ امام نے سورۂ فاتحہ کو ترک کیا ہے یا اس کی تلاوت میں شک ہوا تو وہ سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے لیے رکوع کی طرف عود نہ کرے ۔ بلکہ امام کی موافقت کرے وراس کے سلام پھیرنے کے بعد (اس فوت شدہ رکعت کے بدلے) مزید ایک رکعت پڑھے۔ اور اگر امام کے رکوع کے بعد اپنے رکوع سے پہلے شک ہو تو سورۂ فاتحہ پڑھ لے اور وہ مقتدی امام سے تخلف کرنے میں معذور ہوگا اگر مقتدی تکبیر تحریمہ میں امام سے سبقت کو جائے تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔ اور اگر وہ امام سے سورۂ فاتحہ یا تشہد میں سبقت کر جائے تو یہ (صحت نماز کے لیے) نقصان دہ نہیں ہے۔ اور اسے اس کا اعادہ بھی لازم نہیں ہوگا۔ امام سے افعال نماز میں آگے بڑھ جانا تخلّف ہی کی طرح ہے۔

فصل: و اذا خرج الامام من الصلوۃبعذر أو غیرہ انقطعت القدوۃ وللمأموم ان یخرج عن المتابعۃ و ان لم یکن عذرولا بأس بہ لعذر وھوکل مرخص فی ترک الجماعۃومنہ تطویل الامام أو ترکہ سنۃ مقصودۃ کالتشھد الاول ولو اقتدی المنفرد فی خلال صلاتہ جاز و یوافقہ قائما او قاعدافان فرغ الامام اولا فھی کالمسبوق و ان فرغ قبل الامام نوی المفارقۃ وسلم و انتظارہ لیسلم معہ اولی و ما یدرکہ المسبوق اول صلاتہ فیقرأ فیہ السورۃ وما یا تی بہ بعد سلام آخر صلاتہ فیعید فیہ القنوت ولو ادرک رکعۃ من المغرب تشھد مع الامام ثم اعادہ فی الثانیۃ ...

فصل، انقطاعِ اقتدا کا بیان: جب امام عذر کی وجہ سے یا بلا عذر نماز سے نکل جائے تو اس کی اقتدا منقطع ہوجائے گی ۔مقتدی کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ وہ امام کی متابعت سے نکل جائے ۔خواہ مقتدی کو کوئی عذر نہ ہو ۔نیز اسے کسی عذر کی بنا پر بھی متابعت سے خارج ہونے میں حرج نہیں ہے ۔(بلا عذر اقتدا سے نکلنے کی نیت کرنا نماز کو باطل کر دے گا)معذور ہر وہ شخص ہے جسے ترک جماعت کی اجازت ہو ۔امام کا قرات کو طویل کرنا یا امام کا کسی سنت مقصودہ کو ترک کرنا جیسے تشہد اول ترک جماعت کے اعذار میں سے ہے ۔اگر تنہا نمازی اپنی نماز کے دوران ہی کسی امام کی اقتدا کرے تو یہ جائز ہے ۔ایسا مقتدی قیام وقعود میں اس کی موافقت کرے اگر امام پہلے فارغ ہوجائے تو وہ مسبوق کی طرح ہے ۔اور اگر وہ امام سے پہلے فارغ ہوجائے تو وہ مفارقت کی نیت کرلے اور سلام پھیر دے ۔مگر امام کا انتظار اس لیے کرنا تا کہ مقتدی امام کے ساتھ ہی سلام پھیرے بہتر ہے ۔مسبوق مقتدی امام کے ساتھ جو حصہ پائے وہ اس کے لیے اول نماز ہے ۔لہذا وہ ضم سورہ کرے ،اور جو حصہ سلام کے بعد ادا کرے وہ اس کا حکم اس کی نماز کے آخر کا ہے ۔پس وہ دعائے قنوت کا اعادہ کرے اور اگر اس نے مغرب کی آخری رکعت پائی تو امام کے ساتھ تشہد پڑھے پھر اس کا دوسری رکعت میں اعادہ کرے ۔

وان ادرک الامام راکعا ادرک الرکعة ا ن اطمئن قبل ارتفاع الامام عن حد الاقل فان شک فیه لم یدرک الرکعة و یکبر المسبوق واحدة للاحرام و اخر للرکوع فان کبر واحدة و قصد بها التحرم فقط اعتد بها و ان قصد هما اوالرکوع لم یقصد شیئالم تنعقد صلاته ولو ادرک الامام فی الاعتدال فما بعده کبر للانتقال معه و یوافقه فی التشهد و التسبیحات و اذا سلم الامام قام مکبرا ان کان موضع جلوسه کجواز مکثه .

اگر مقتدی نے امام کو حالت رکوع میں پالیا تو اس نے رکعت کو پالیا بشرطیکہ امام کے رکوع سے اٹھنے سے پہلے اسے رکوع کی اقل حد میں طمانینت حاصل ہوئی ہو۔اگر کسی مسبوق کو اس میں شک ہوتو اسے وہ رکعت نہ ملے گی۔مسبوق تکبیر تحریمہ کے لیے ایک تکبیر کہے اور دوسری رکوع میں جانے کے لیے۔پس اگر وہ ایک ہی تکبر کہے اور اس سے صرف تکبیر تحریمہ کا ہی قصد کرے تو اس سے تکبیر تحریمہ کا ہی شمار ہوگا۔اور اگر اس سے دونوں کا یا صرف رکوع کا قصد کرے یا کسی چیز کا قصد ہی نہ کرے تو اس کی نماز منعقد نہ ہوگی۔اور اگر کسی مسبوق نے امام کو اعتدال یا اعتدال کے بعد والی حالت میں پایا تو وہ امام کے ساتھ انتقالی (۱) تکبیر کہے۔اور تشہد اور جملہ تسبیحات میں اس کی موافقت کرے۔پھر جب امام سلام پھیر دے تو تکبیر کہتے ہوئے کھڑا ہو جائے بشرطیکہ اس نے امام کے موضع جلوس ہی میں جلوس کیا ہو(یہ حکم امام کے سلام پھیرنے کے بعد مسبوق کے تشہد اول میں) بیٹھے رہنے کے جواز کے مثل ہے۔

(۱) یعنی ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانے کے لیے پکاری جانے والی تکبیر،انتقالی تکبیر کہلاتی ہے۔ (اعانۃ الطالبین)

بـاب صلوة المسافر: يـجـوز قصر الرباعية المودات في السفر الـطـويـل الـمبـاح لا فـائتة الـحـضر ولـه قصر فـائتة السفر فيـه دون الـحضر ومن سافر من بلدة أو قرية فابتداء ه بمجاوزة السور و العمران ورائه وان لم يكن سور فمجاوزةالعمران دون الخراب و البساتين ...

فصل، مسافر کی نماز کا بیان: (۱) مسافر کو سفر مباح میں چار رکعت والی نماز میں قصر کرنا جائز ہے۔ حالت سفر میں (حضر کی) قضا شدہ نماز میں قصر کرنا جائز نہیں ہے۔ سفر میں قضا شدہ نماز کو سفر ہی میں قصر کرنا جائز ہے، حضر میں جائز نہیں ہے۔ جو شخص اپنے شہر یا گاؤں سے سفر پر نکلے اس کے سفر کا آغاز شہر اور آبادی سے باہر نکلنے پر شروع ہوگا۔ اگر اس شہر کے لیے شہر پناہ (یعنی چہار دیواری) نہ ہو تو بستی اور باغوں کو تجاوز کرنے سے سفر کا آغاز ہوگا۔

(۱) لغت میں قصر کا معنی کسی چیز کو چھوٹا کرنا یا کم کرنا ہے۔ اور اصطلاح شریعت میں چار رکعت والی فرض نماز کو دو رکعت پڑھنا قصر کہلاتا ہے۔ نماز قصر کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ رب تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ جب تم سفر کرو تو تمھیں نمازوں میں قصر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (نساء/۱۰۱) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ اور حضرت ابوبکر وحضرت عمر علیہ وعلیہما السلام کے ساتھ سفر کیا تو دیکھا کہ سبھوں نے ظہر وعصر کو قصر ادا کیا۔ نیز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قصر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی طرف سے بندوں کے لیے انعام ہے چاہیے کہ تم اسے قبول کرو (رواہ الخمسۃ الا البخاری) حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت ابن عباس چار برد کی مسافت پر قصر کرتے تھے۔ چار برد کے سولہ فرسخ ہوتے ہیں۔ (رواہ البخاری) چار برد کے سولہ فرسخ یعنی دو منزلیں ہوتی ہیں۔ جو ہاشمی میل کے حساب سے اڑتالیس میل کے مساوی ہے۔ اور ہمارے ملک کے اعتبار سے تقریبا ۔۱۳۲/ کلومیٹر ہے۔ نماز قصر کے سن مشروعیت کے بارے میں ابن اثیر کہتے ہیں کہ ہجرت کے چوتھے سال قصر کا حکم دیا گیا۔ اور دولابی کی رائے کے مطابق ہجرت کے دوسرے سال ماہ ربیع الثانی میں اور بعض کا خیال ہے کہ ہجرت کے چالیس دنوں کے بعد شریعت نے قصر کا حکم دیا ہے۔ البتہ ۹/ ہجری، میں غزوہ تبوک کے موقع پر دو نمازوں کو جمع کیا گیا۔ جو تاریخ اسلامی میں آخری غزوہ کہلاتا ہے۔ (بجیرمی/عمیرہ/قلیوبی)

و ابتداء ه الـمـرتـحل من الخيام بـمـجـاوزة الحلة و اذا رجع انتهى سـفـره ببلوغ ماشرط مجاوزته ولو نوى أن يقيم فى موضع اربعة ايام صحاح غير يوم الدخول و الخروج انتهى سفره بوصوله اليه ولوأ قام عـلى نية الترحل متى تنجزت حاجته فله القصر الى ثمانية عشر يوما ولو علم انها لا تتنجزبدون أربعة ايام لم يقصر .

فـصـل : طـويـل السـفـر ثـمـانية و اربـعـون ميلا بالهاشمى وهو مـرحـلتـان بسيـر الاثـقـال ولا فرق فيه بين البر والبحر حتى لو قطع المسافة المعتبرة فى ساعة له القصر ...

خیموں میں رہنے والے کے سفر کا آغاز حلۃ (یعنی ایک دوسرے سے متصل یا متفرق مکان جہاں کے باشندے ایک مقام پر جمع ہوکر بیٹھتے ہوں) کو تجاوز کرنے سے ہوگا۔جب وہ مسافر سفر سے واپس لوٹے گا تو اس مقام پر پہنچنے سے اس کا سفر ختم ہو جائے گا جہاں سے اس کے سفر کا آغاز ہوا تھا۔اگر مسافر کسی جگہ چار دن ٹھہرنے کی نیت کرلے تو اس جگہ پہنچنے پر اس کا سفر ختم ہو جائے گا۔اس مقام پر داخل ہونے اور نکلنے کے دو دن (اور دو راتیں) ان چار دنوں میں شمار نہیں کیے جائیں گے۔(۱)

فصل،مسافر کے لیے بعض احکامات کا بیان : سفر طویل ہاشمی اڑتالیس میل ہے۔اور وہ بوجھ ڈھونے والے جانور کی چال کے اعتبار سے دو منزل کا سفر ہے۔(سفر طویل کے لیے اڑتالیس میل ہونے میں) بحری اور خشکی کے راستہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔اگر کسی نے اس معتبر مسافت کو ایک گھڑی میں طے کرلیا تو بھی اسے قصر کرنا جائز ہے۔

---

(۱) فائدہ: اگر کوئی مسافر کسی شہر میں اس نیت سے عارضی قیام کرے کہ کام بنتے ہی وہ وطن اصلی کی طرف لوٹے گا؛ مگر کام کی تکمیل کا وقت متعین و معلوم نہ تو اس کے لیے اٹھارہ دنوں تک قصر کرنے کی اجازت ہے۔اور اگر اسے مکمل یقین ہو کہ چار دنوں سے کم میں اس کا کام پورا نہ ہوگا تو وہ قصر نہ کرے۔(فقہ العبادات)

و يشترط ان يقصد موضعا من حين السفر فليس للهائم القصر و ان طال سفره ولا لطالب الغريم أو آبق يرجع متى وجده ولا يعلم موضعه ولو كان لمقصده طريقان طويل و قصير فسلک الطويل کسهولة او امن فله القصر والا فلا ولو تبع العبد او الزوجة او الجندى مالک امره ولا يعرف مقصده فلا قصر و ان نووا مسافة القصر قصر الجندى دونهما ومن قصد سفرا طويلا ثم عن له الرجوع انقطع سفره و ابتدائه منه سفر جديد ولا قصر للعاصی بسفره کالابق و الناشزة ولو انشاء سفرا مباحاثم نقله الی معصية فلا قصر .

مسافر کے لیےضروری ہے کہ وہ آغاز سفر کے وقت ہی سے منزل کاتعین کرے۔ہائم جوبغیر کسی غرض کے بے راہ گھومتا ہےاس کے لیےقصر کرنا جائزنہیں ہے۔خواہ اس کا سفرطویل ہو۔اور نہ ہی کسی قرضدار یا کسی بھاگے ہوئے غلام کوڈھونڈنے والے کے لیے(جواس نیت سے سفرکر رہا ہے کہ)جب غلام ملے گاتبھی لوٹے گا۔اوراسے اپنے سفر کی منزل کاعلم نہ ہو۔اگرکسی کواس کی منزل تک جانے کے دوراستے ہوں ایک طویل اور دوسرا مختصراور وہ کسی وجہ سے مثلا راستہ کی سہولت یا پرامن راستہ کی وجہ سے لمباراستہ اختیار کرے تو اسے قصر کرنے کی اجازت ہے؛ ورنہ نہیں۔اگرکوئی غلام اپنے آقا، یا بیوی اپنے شوہر، یاسپاہی اپنے سپہ سالار کے تابع سفرکرے اورکوئی بھی منزل مقصود سے واقف نہ ہوتوانھیں قصر کرنا جائزنہیں ہے۔اگر یہ لوگ مسافت قصر کی نیت سے سفرکرے تو صرف سپاہی قصر کرے گا غلام اور بیوی قصرنہیں کریں گے۔اگرکوئی شخص لمبےسفر کی نیت سے نکلےاور راستہ ہی سے سفر سےلوٹ آئے تو اس کا سفرمنقطع ہوجائے گا۔پھر وہی سے (اپنی منزل مقصود یا کسی اور سمت سفرکرے) تو وہی سے اس کے نئے سفر کا آغاز ہوگا۔سفرگناہ کرنے والے جیسےاپنے آقا سے بھاگے ہوئے غلام یا شوہر کی اجازت کے بغیرگھر سےنکلی ہوئی نافرمان بیوی (کا سفر) میں قصرکرنا جائزنہیں ہے۔اگرکسی نے سفرمباح کا آغاز کیا پھراسے سفرمعصیت بنادیا تو اسے بھی قصرکرنا جائزنہیں ہے۔

ولو انشاء سفرا عاصیا ثم تاب فابتداء السفر من حین التوبة ولو اقتدا بـمتـمم و لو لحظة لزمه الاتمام و ان فسدت صلوته او صلوة امامه و لو رعف الامام فاستخلف متمافعلی المقتدین الامام و علی الامام ان اقتـدی بـه و ان اقتدی بمن ظنه مسافرا فبان مقیما او بمجهول السفر لـزمـه الاتـمـام ولـو علم سفر الامام او شک فی نیته او علق نیته فله الـقصر ان قصر و شرط القصر النیة من حین الاحرام و العلم بجوازه و التحرز عما ینافیها فی الدوام ...

اور اگر کسی نے بارادۂ گناہ سفر کیا پھر اس نے گناہ کے ارادہ سے توبہ کرلی تو توبہ کے وقت سے ہی اس کے سفر کا آغاز ہوگا۔ اگر کوئی مسافر کسی مقیم کی ایک لحظہ بھی اقتدا کرے تو اسے پوری نماز پڑھنا لازم ہے۔ اگر کسی مسافر امام کی نکسیر پھوٹ جائے یا امام (کے محدث ہونے کی وجہ سے اس) کی نماز فاسد ہوجائے تو وہ کسی مکمل نماز ادا کرنے والے کو اپنا خلیفہ بنائے تو مسافر مقتدی پوری نماز پڑھیں۔ اسی طرح وہ مسافر امام بھی پوری نماز پڑھے جو (طہارت کر لینے کے بعد لوٹ کر آئے) اور اس خلیفہ کی اقتدا کرے جو پوری نماز پڑھنے والا ہے۔ اگر کسی مسافر نے کسی کو مسافر گمان کرتے ہوئے بنیت قصر اس کی اقتدا کی یا اس امام کا مسافر ہونا معلوم نہ تھا مگر پھر اس امام کا مقیم ہونا ظاہر ہوجائے تو وہ پوری نماز پڑھے۔ اور اگر کسی مسافر کو امام کے مسافر ہونے کا علم تو ہوجائے مگر اس کی نیت کے بارے میں شک ہو یا اپنی نیت کو امام کی نیت پر معلق کرے (یعنی اس طرح نیت کرے کہ اگر امام نے پوری نماز کی نیت کی ہے تو میں بھی پوری نماز ادا کروں گا اور اگر اس نے قصر کی نیت کی ہو تو میں بھی قصر کروں گا) تو مقتدی مسافر کو قصر کرنا جائز ہے اگر امام نے قصر کیا۔ نماز قصر کے لیے نیت قصر کرنا ضروری ہے۔ تکبیر تحریمہ کے وقت ہی نماز قصر کی نیت کرنا اور اس کے جائز ہونے کا علم ہونا اور نماز مکمل ہونے تک نیت قصر کے خلاف ہر امر سے باز رہنا نماز قصر کی صحت کے لیے شرط ہے۔

فـلـو احـرم بنية القصر ثم تردد فی انه يقصراو يتم او شک فی نية الـقـصـر او اقام الامام الی ثلثة فشک هل امامه متم او ساه لـزمـه الاتـمام ولو قام القاصر الی ثلثة عمدا من غير نية الاتـمام بـطلت صلوته و ساهيا يعود و يسجد للسهوو ان عن له الاتـمام فيـقـعد ثم ينوی و يقوم و يشترط دوام السفر فی جميع صلوته فلو نوی الاقامة فی اثنائهااو وصلت به السفينة دار الاقامة لزمه الاتـمـام و الـقصر فی ثلث مراحل افضل و الصوم احب ان لم يخش ضررا .

اگر کسی مسافر نے بنیت قصر تکبیر تحریمہ کہی پھر اسے تردد ہوا کہ وہ قصر پڑھے یا پوری نماز ادا کرے یا اسے نیت قصر ہی میں شک ہو جائے یا قصر کرنے والا امام تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے اور مقتدی مسافر کو شک ہو جائے کہ امام مکمل نماز ادا کرنے والا ہے یا بھول کر کھڑا ہوا ہے تو ایسے مقتدی کو پوری نماز پڑھنا ضروری ہے ۔ ہاں اگر قصر کرنے والا جان بوجھکر تیسری رکعت ادا کرنے کے لیے اتمام کی نیت کے بغیر کھڑا ہو جائے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی ۔ اور اگر بھول کر کھڑا ہو جائے تو وہ بیٹھ جائے اور سجدہ سہو کرے (اورسلام پھیر دے) ہاں اگر اس کا پوری نماز پڑھنے کا ارادہ ہو جائے تو پہلے وہ بیٹھ جائے پھر وہ اتمام کی نیت کرے اور بقیہ نماز ادا کرنے کے لیے کھڑا ہو جائے ۔ قصر پڑھنے والے کا اپنی پوری نماز مکمل ہونے تک سفر کی حالت میں ہونا شرط ہے ۔ اگر کوئی درمیان نماز ہی میں اقامت کی نیت کر لے یا اس کی کشتی جائے اقامت پر پہنچ جائے تو وہ پوری نماز پڑھے ۔ تین منزل کے سفر پر ہی قصر کرنا افضل ہے ۔ اور مسافر کو ضرر نہ ہو تو ماہ رمضان کا روزہ رکھنا بھی افضل ہے ۔

فصل : ويجوز الجمع بين الظهر و العصر و بين المغرب و العشاء تقديما و تاخيرا فی سفر القصر و الاولی للسائر فی الوقت الاولی التاخير و للنازل التقديم و شروط التقديم ثلثة ان يبدأ بالاولی فلو صلاهما ثم بان فساد الاولی بطلت الثانية و نية الجمع فی اول الاولی و يجوز فی اثنائها ايضا و الموالات بينهما فان طال الفصل ولو بعذر وجب فعل الثانية فی وقتها و لا يضر الفصل اليسير و يعرف بالعادة و للمتيمم الجمع و لا يضر الطلب الخفيف ولو جمع بالتقديم ثم تذكر ترک رکن من الاولی بطلتا وله اعادتهما جميعا ...

فصل، نمازوں کو جمع کرنے کا بیان: سفر قصر میں ظہر و عصر اور مغرب و عشا کی نمازوں میں جمع تقدیم و جمع تاخیر جائز ہے۔ البتہ پہلی نماز کے وقت راستہ طے کرنے والے مسافر کے لیے جمع تاخیر افضل ہے۔ لیکن منزل پر اترنے والے مسافر کے لیے جمع تقدیم افضل ہے۔ جمع تقدیم کی شرطیں یہ ہیں۔ پہلی نماز کو مقدم کرنا، اگر کوئی دونوں نمازوں کو جمع کرلے اور پھر پہلی نماز کا فاسد ہونا ظاہر ہوجائے تو دوسری نماز بھی فاسد ہوجائے گی۔ پہلی نماز کے آغاز ہی میں جمع کی نیت کی جائے گی مگر پہلی نماز کے درمیان میں بھی نیت کرنا جائز ہے۔ (دوسری شرط) دونوں نمازوں کے درمیان موالات (یعنی دونوں نمازوں کو پے در پے ادا کرنا) اگر دونوں نمازوں کے درمیان فصل طویل ہوجائے خواہ فاصلہ کسی عذر ہی کی وجہ سے ہوجائے تو دوسری نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا واجب ہے۔ ہاں تھوڑا سا فاصلہ گذرے تو کوئی ضرر نہیں ہوگا۔ کم اور زیادہ فاصلہ کی معرفت کا اعتبار عرف عام ہے۔ تیمّم کرنے والے کو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے۔ اور ان دونوں نمازوں کے درمیان پانی کی ہلکی سی جستجو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر تیمّم کرنے والا جمع تقدیم کرے اور اسے پہلی نماز کے کسی رکن کے ترک ہونے کا علم ہوجائے تو دونوں نمازیں باطل ہوجائے گی۔ پھر وہ ان دونوں نمازوں کا پھر سے اعادہ کرے۔

وان تـذكـر تـركـه مـن الثـانية ولم يطل الفصل بنى على صلاته وان طال اعادة الثانية فى وقتها وان جهل موضعه اعادكل واحدة فى وقتهاواذا اخر الاولـى لم يجب التر تيب و الموالات ولا نية الجمع عند الشر و ع لكن يشترط أن يؤخرها بنية الجمع قبل خروج وقت الاولى ولو بقدر ركعة و الا فيـعـصـى و تـصيـر الاولـى قضاء ولو جمع بالتقديم و صار مقيماقبل الشـروع فـى الثـانية بطلت الجمع و بعد الشروع فيها لا يؤثرو فى جمع التاخيراذا صار مقيما بعد الفراغ منهما لايو ثر و قبله تصير الاولى قضاء

اسی طرح اگر اسے دوسری نماز کے کسی رکن کے ترک ہوجانے کا علم ہوجائے اور (باعتبار عرف) زیادہ فاصلہ نہ گذرا ہوتو فورا اپنی نماز پر بنا کرے (اور اس رکن کو ادا کرلے) اور اگر فاصلہ زیادہ گذرا ہوتو دوسری نماز کو اس کے وقت ہی پر ادا کرے۔ اسی طرح اگر اسے اس رکن متروک کے موقع ومحل کا علم نہ ہوسکے (یعنی وہ رکن متروک پہلی نماز کا تھا یا دوسری نماز کا) تو وہ دونوں نمازوں کو ان کے اوقات میں پھر سے ادا کرے (اس صورت میں جمع تقدیم وتاخیر جائز نہیں ہے) اگر کوئی پہلی نماز کو دوسری نماز کے وقت میں ادا (یعنی جمع تاخیر) کرنا چاہے تو ان دونوں نمازوں کے مابین ترتیب اور موالات ضروری نہیں ہے اور نہ ہی پہلی نماز شروع کرتے وقت جمع کی نیت کرنا واجب ہے۔ (ہاں سنت ضرور ہے) لیکن پہلی نماز کو، اس نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے جمع تاخیر کی نیت کرتے ہوئے مؤخر کرنا مشروط ہے خواہ اس نے نیت ایسے وقت میں کی ہو جس میں ایک رکعت ادا کرنے کی ہی گنجائش رہی ہو۔ اگر وہ نیت نہ کرے تو وہ شخص گنہگار ہوگا اور اس کی پہلی نماز قضا ہوجائے گی۔ اگر کوئی شخص جمع تقدیم کرے اور دوسری نماز شروع کرنے سے قبل ہی وہ مقیم ہوجائے تو جمع تقدیم باطل ہوجائے گی۔ (پہلی نماز صحیح ہے۔ اور دوسری کو اس کے وقت پر ادا کرے) اسی طرح جمع تقدیم کی صورت میں دوسری نماز شروع کرنے کے بعد مقیم ہوجائے تو وہ نماز باطل نہیں ہوگی۔ اور جمع تاخیر کرنے کی صورت میں اگر کوئی دونوں نمازوں کو ادا کرلینے کے بعد مقیم ہوجائے تو اس کا مقیم ہونا جمع تاخیر کی صحت پر اثر انداز نہیں ہوگا۔ البتہ دونوں نمازوں سے فارغ ہونے سے پہلے مقیم ہوجانا پہلی نماز کو قضا کردے گا۔

فصل: ويجوز الجمع بعذر المطر فی الحضر تقديما لا تاخيرا و شـرطه وجود المطر عند افتتاح الصلوتين و عند فراغ الاولی والثلج والبـرد ان ذابا فهو كالمطر و تختص الرخصة بمن يصلی جماعة فی مسجد بعيد ويتاذی بالمطر فی طريقه .

فـرع : و اذا جـمـع بين الظهر والعصر صلی سنة الظهر المقدمة ثـم يـصـلـی الـفـريضتين ثم سنة الظهر التی بعدها ثم سنة العصرو فی الجمع بيـن المغرب و العشاء يصلی الفريضتين ثم سنةالمغرب ثم سنة العشاء ثم سنة الوتر، و اللّٰه تعالی اعلم .

فصل، جمع بالمطر کا بیان: بارش کے عذر کی وجہ سے حالت اقامت میں صرف جمع تقدیم جائز ہے جمع تاخیر جائز نہیں ہے۔ جمع تقدیم کے لیے دونوں نمازوں کوشروع کرتے وقت اور پہلی نماز کے ختم ہونے تک بارش کا برستے رہنا شرط ہے۔ برف اور اولے اگر پگھل کر گرے تو وہ بارش کے حکم میں ہے۔ جمع تقدیم کی رخصت خاص کر اس نمازی کے لیے ہے جو دور کی مسجد میں نماز باجماعت ادا کرتا ہو۔ اور بارش کی وجہ سے راستہ میں تکلیف سے دوچار ہو۔

فصل، نماز جمع کی سنتوں کا بیان: جب کوئی شخص ظہر اور عصر کی نمازوں کو جمع کرنا چاہے تو پہلے نماز ظہر کی پچھلی سنتوں کو پڑھ لے اس کے بعد دونوں فرض نمازوں کو جمع کر لے پھر ظہر کی اگلی سنتوں کو، اس کے بعد عصر کی سنت نمازوں کو ادا کرے۔ مغرب اور عشا کی نمازوں کو جمع کرنے کی صورت میں پہلے دونوں فرض نمازیں ادا کرلیں اس کے بعد مغرب کی سنت نمازیں پڑھے پھر عشا کی سنت نمازیں اور آخر میں نماز وتر ادا کرلیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب صلاة الجمعة : هی فرض عین علی کل مکلف حر ذکر مقیم دون صبی وعبد ولو مکاتب ومن بعضه رقیق وامرأة ومسافر ومعذور بمرخص بترک الجماعة ویجزیهم عن الظهر وللمعذور الانصراف بعد الجامع الا لمریض ومن فی معناه فلا ینصرف بعد دخول الوقت ان لم تزد مشقته . . .

باب، نماز جمعہ کا بیان(۱) : ہر بالغ، آزاد، مکلّف، مرد، مقیم پر نماز جمعہ فرض ہے۔ بچہ، غلام مکاتب، غلام رقیق، عورت، اور ایسے مسافر معذور پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے جسے ترک جماعت کی رخصت ہے۔ البتہ انھیں نماز ظہر کے بدلے نماز جمعہ پڑھ لینا جائز ہے۔ معذور کو (نماز جمعہ ادا کیے بغیر) مسجد جمعہ سے واپس لوٹنا جائز ہے؛ مگر مریض اور جو شخص مریض کے حکم میں ہے اسے مسجد سے لوٹنا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر اگر اس مریض کے مرض کے بڑھ جانے کا احتمال ہو تو پھر اسے بھی لوٹنا جائز ہے۔

(۱) جمعہ، جیم کے ضمہ، میم کے پیش اور سکون کے ساتھ ہفتہ کے دنوں میں سے ایک دن کا نام ہے۔ مذہب اسلام میں اس دن کو سید الایام اور یوم مزید سے یاد کیا جاتا ہے۔ دنوں میں سب سے افضل دن عرفہ کا دن ہے پھر جمعہ کا دن پھر یوم الاضحیٰ کا دن پھر عید الفطر کا دن ہے۔ نماز جمعہ کی فرضیت، ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ میں شب معراج کو ہوئی۔ نماز جمعہ کا شعار اظہار ہے اور اسلام کا ابتدائی دور ہونے کی وجہ سے صحابہ کرام مقہور تھے۔ گھروں میں نماز ادا کرتے تھے۔ جمعہ کے لیے جماعت ضروری تھی؛ مگر اس وقت نہ ہی اس کا اظہار ممکن تھا اور نہ ہی مسلمانوں کی تعداد مکمل تھی۔ اسی لیے نماز جمعہ مکہ شریف میں نہ ادا کی جاسکی۔ تاریخ اسلام میں سب سے پہلے، صحابی رسول حضرت اسعد ابن زرارہ رضی اللہ تعالی عنہ نے مدینہ شریف سے ایک میل کے فاصلہ پر "نقیع الخضمات" نامی مقام پر ہجرت سے پہلے نماز جمعہ قائم کی۔ نماز جمعہ امت محمدیہ کی خصوصیات سے ہے۔ جس طرح جمعہ سید الایام ہے اسی طرح شب جمعہ بھی ہفتہ کی دیگر راتوں میں افضل ہے۔ مگر شب میلاد یعنی خاص وہ شب جس میں رحمت دو جہاں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ولادت ہوئی ہے وہ، شب جمعہ بلکہ شب قدر سے بھی افضل ہے۔ شب ولادت کے بعد، شب قدر پھر شب جمعہ افضل ہے۔ مگر تاجدار رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے حق میں شب معراج سب سے افضل ہے کہ اس شب آپ نے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے رب تعالی کا دیدار فرمایا ہے۔ نماز جمعہ تمام نمازوں میں سب سے افضل نماز ہے۔ جمعہ کی نماز مستقل دو رکعتیں ہیں۔ ظہر کی قصر نہیں ہیں۔ (حاشیۃ الباجوری/ حاشیۃ الجمل)

ويـجب على الهرم والزمن ان وجدا مركبا ولا يشق عليهما الركوب و عـلـى الاعـمى ان وجدا قائدا والقرية بجمع الشروط كالبلدة والا فـان بلغهم من موضع الجمعة نداء صيت من طرفهم فى وقت سكون الريح و الصوت لزمتهم الجمعه وإلا فلا .

فـصـل: يـحـرم إنشـاء السفر المباح لا الواجب والمندوب بعد الـفـجـر عـلـى مـن لـزمتـه الجمعة ان لم يمكن فعلها فى الطريق ولم يتـضرر فى تخلفه و من لا جمعة عليهم سن لهم الجماعة فى الظهر و اخفائها ان خفى عذرهم ...

بوڑھا اورلولا لنجا اگر دونوں سواری پا جائیں اور انہیں سواری پر سوار ہوکر سفر کرنے میں دشواری نہ ہوتو ان پر جمعہ ادا کرنا واجب ہے۔ اسی طرح نابینا پر بھی جمعہ فرض ہے جب کہ اسے کوئی راہنما مل جائے۔ دیہات میں شرائط جمعہ پائے جائیں تو دیہات (قیام جمعہ کے لیے) شہر کے حکم میں ہے۔ ورنہ مقام جمعہ (یعنی شہر) کے اس کنارے سے جو بستی والوں کے اس قدر قریب ہو کہ بلند آواز، مؤذن کی اذان، پرسکون ماحول اور خوشگوار فضا میں وہاں تک پہنچے تو ان پر جمعہ لازم ہے؛ ورنہ نہیں۔

فصل، جمعہ کے دن سفر کے احکامات: جس پر نماز جمعہ فرض ہے اسے جمعہ کے دن فجر کے بعد مباح سفر کرنا حرام ہے جب کہ راہ میں جمعہ ادا کرنا ممکن نہ ہو اور دوستوں (کے قافلہ) سے پیچھے رہ جانے کا خوف نہ ہو۔ البتہ سفر واجب (جیسے سفر حج) اور سفر مندوب (جیسے سفر زیارت روضۂ رسول ﷺ) حرام نہیں ہے۔ جن لوگوں پر نماز جمعہ واجب نہیں ہے انہیں نماز ظہر جماعت کے ساتھ ادا کرنا مسنون ہے اگر ان کا عذر پوشیدہ ہو تو جماعت بھی پوشیدہ کرنا سنت ہے۔

و ينـدب تـأخيـر الـظهـر الـى الفوات لمن يرجو زوال عذره و لغيره كالزمن و المرأة التعجيل .

فـصـل : لصحة الجمعة شروط أحدها وقوع كلها مع الخطبتين فـي الـوقـت فـان فـاتـت صـليـت ظهـراو كـذا لو ضاقت الوقت قبل الشروع بحيث لا يسعها ولو خرج الوقت قبل فراغها اتموها ظهرا .

اس شخص کو نماز ظہر میں تاخیر کرنا مندوب ہے جسے نماز جمعہ کا عذر ختم ہو جانے کی امید ہو۔ البتہ اس کے علاوہ مثلاً کسی عورت اور بوڑھے مرد کے لیے ظہر میں تعجیل ہی سنت ہے۔(۱)

فصل، نماز جمعہ کی شرطوں کا بیان: نماز جمعہ کی صحت کے لیے چند شرطیں ہیں۔ شرط اول، نماز جمعہ کا دونوں خطبوں کے ساتھ اندرون وقت واقع ہونا۔ اگر کسی کی نماز جمعہ فوت ہو جائے تو ظہر ادا کی جائے گی۔ اگر اسی طرح جمعہ کی نماز شروع کرنے سے قبل وقت اس قدر تنگ ہو جائے کہ اس میں نماز جمعہ کی گنجائش نہ رہے اور نماز جمعہ سے فارغ ہونے سے قبل ہی اس کا وقت ختم ہو جائے تو جمعہ کو ظہر سے بدل دے۔

(۱) ٹور والوں کو عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ وہ معتمرین اور حجاج کو جمعہ کے دن بعد فجر سفر کراتے ہیں جس سے زائرین کی اکثر نماز جمعہ قضا ہو جاتی ہے اس عمل کے پیچھے ان کا کیا مفاد کارفرما ہے وہی خوب جانیں؛ مگر ان کا یہ عمل غیر صحیح اور شرعا قابل گرفت ہے۔ اپنے مفاد کی خاطر اس مبارک سفر کا آغاز جب اس طرح ہوگا تو اس کا انجام کیا ہوگا؟ مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے ٹور سے ہرگز ایسا مبارک سفر نہ کریں۔ نماز فجر کے بعد اگر جمعہ فوت ہونے کا خوف ہو تو سفر کرنا حرام ہے۔ گرچہ سفر زیارت روضہ رسول حرام نہیں ہے تاہم نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد آغاز سفر مبارک ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو شخص جمعہ کے دن مقام جمعہ سے سفر کرتا ہے۔ فرشتہ اس کے لیے بددعا کرتے ہیں کہ اس کا سفر مبرور نہ ہو اور نہ ہی اس کے مقاصد میں کامیابی ہو۔ اگر ایسا مسافر مصائب میں گرفتار ہو تو وہ اپنے نفس ہی کو ملامت کرے۔ جمعہ کے دن نماز جمعہ سے قبل سفر کرنا بے برکتی اور افلاس کا سبب ہے۔ (حکم اخصر المختصرات/کشاف القناع/الشرح الکبیر)

وکـذالمسبوق اذا خرج الوقت وهو فیها الثانی ان تقام فی خطة ابنیة هـی وطـن من تلزمهم الجمعة فلا جمعة علی اهل الخیام الثالث ان لا یسبـقهـا ولا تقارنها جمعة فی تلک البلدة الا اذا عسر الاجتما ع فی مـوضـع فـان سبـقـت احـدیهـما فهی الصحیحة والاعتبار فی السبق بـالتـحـرم ولـووقـعتهـا معا او شک فیه استونف الجمعة وان سبقت احـدیهـمـاولـم یتـعیـن او تـعینت و البس السابق صلوهاظهرا الرابع الـجماعة وشروطها کما فی غیرهاو ان تقام باربعین حرا ذکرا موطنا لا یـطـعـن شتـاء ولا صیـفـا الا لـحـاجة وتـنـعقد بحضور المرضی ولایشترط کون الامام الاربعین . . .

اسی طرح مسبوق مقتدی حالت نماز میں ہواور وقت نکلا چلا ہوتو وہ بھی جمعہ کوظہر سے ہی پورا کرے گا۔شرط دوم،نماز جمعہ عمارتوں والے ایسے شہر میں قائم کی جائے جوخطۂ ارض ان کا وطن ہوجن پرنماز جمعہ فرض ہے۔خیموں میں بسنے والوں پر جمعہ فرض نہیں ہے۔شرط سوم،اس شہر میں نماز جمعہ کے ساتھ یا اس سے پہلے کوئی دوسری جمعہ نہ پڑھی جاتی ہو۔البتہ جملہ نمازیوں کا جمعہ کے لیے ایک ہی جگہ جمع ہونا دشوار ہوتو پھرکوئی حرج نہیں ہے۔ورنہ دو جمعہ میں سے جو پہلے جمعہ ادا کیا جائے گا وہی جمعہ صحیح ہوگا (متعدد جمعوں میں) سبقت کا اعتبار تکبیر تحریمہ سے ہوگا۔اگر کہیں دو جمعہ ایک ساتھ واقع ہوں یا ایک ساتھ واقع ہونے میں شک ہو تو نماز جمعہ از سرنو پڑھی جائے گی۔اوراگر دو جمعہ میں سے ایک پہلے ادا کی جائے مگر پہلا جمعہ متعین نہ ہوسکے یا متعین تو ہوجائے مگر پہلی جمعہ سے التباس (یکسانیت کے سبب شبہ) واقع ہوتو جملہ نمازی نماز ظہر ادا کریں گے۔شرط چہارم،نماز جمعہ باجماعت ادکرنا ہے۔نماز جمعہ کی جماعت کے شرائط وہی ہیں جو دیگر نمازوں کی جماعت میں ہیں۔(اور دیگر بعض شرائط مندرجہ ذیل ہیں) ایسے چالیس،آزاد،مکلّف مردوں سے جماعت جمعہ قائم کی جائے جوموسم سرما وگرما میں بلاضرورت کہیں سفر نہ کرتے ہوں۔مریضوں سے نماز جمعہ منعقد ہوجاتی ہے۔امام کا چالیس کی تعداد سے زیادہ ہونا مشروط نہیں ہے۔

وان انـفـضـوا فـی الـصـلـوة ثم لحقوه اربعين سمعوا الخطبة او لحق اربـعـون قبـل انـفضاضهم و ان لم يسمعوا الخطبة تمت بهم الجمعة وان انـفضوا أو بعضهم فی الخطبة عادوا قبل طول الفصل ولم يفتهم ركـن فـلــه البـنــاء و كـذا بـنــاء الـصـلـوة عـلـی الخطبة ان الفضوا بيـنـهـمـاوتـصـح الـصـلـوة خلف العبد والصبی المسافر ان تم العدد دونهـم وكـذا لـو بـان الامـام مـحدثا او جنبا .والمسبوق اذا ادرك الامام فی ركوعه ثم فبان حدثه لم تحسب له تلك الركعة .

اگر نماز سے چالیس نمازی کم ہوجائیں پھر دوسرے چالیس شریک ہوجائیں جنھوں نے خطبہ سنا تھا یا چالیس کی پہلی تعداد گھٹنے سے پہلے ہی وہ شریک ہوئے تھے۔مگر انھوں نے خطبہ نہیں سنا تھا۔تو ان سے نماز جمعہ کی تکمیل ہوجائے گی۔اوراگر حاضرین جمعہ کم ہوجائیں یا صرف بوقت خطبہ ان کی تعداد گھٹ جائے۔اور لمبا عرصہ گذرنے سے پہلے وہ لوٹ آئیں،اور خطبہ کا کوئی رکن ان سے فوت نہ ہوا ہوتو وہ وہی سے نماز کی بنا کرلے خواہ وہ دونوں خطبوں کے درمیان غائب رہے ہوں۔غلام،ممیّز بچہ،اور مسافر کے پیچھے نماز جمعہ پڑھنا صحیح ہے جبکہ چالیس کی تعداد ان کے علاوہ دیگر نمازیوں کے ذریعہ مکمل ہوئی ہو۔اسی طرح اگر (نماز جمعہ کے بعد) امام کا بے وضو یا جنبی ہونا ظاہر ہوجائے تو بھی نماز جمعہ صحیح ہوگی۔(۱) اگر مسبوق مقتدی امام کو حالت رکوع میں پائے پھر اس کا بے وضو ہونا ظاہر ہو جائے تو مقتدی کی وہ رکعت شمار نہیں کی جائے گی۔

(۱) اگر امام جمعہ کی پہلی رکعت میں بے وضو ہوجائے تو اس پر فرض ہے کہ وہ کسی کو اپنا نائب بنایا اگر امام نے کسی کو اپنا نائب نہیں بنایا تو اب مقتدیوں پر واجب ہے کہ وہ کسی کو اپنا نائب مقرر کرے۔اور دوسری رکعت میں سنت ہے۔اگر مسبوق کی طرح تنہا اپنی نماز پوری کرے تو بھی نماز جمعہ صحیح ہوگی۔ (باجوری/تحفۃ)

الخامس خطبتان قبل السلام بالعربية و اركانهما خمسة حمد الله تعالی والصلاة علی رسوله ويتعين لفظ الله و الحمد والصلاة ثم الوصية بتقوی الله تعالی ولا يتعين لها لفظ و هذه الثلاثة مرتبةفی الخطبتين و قرأة أية فی احديهما و الدعاء للمومنين فی الثانية و يشترط القيام فيها للقادروالجلوس بينهما مع الطمانينة و استماع اربعين بالصفات و الموالات و ستر العورة و طهارة الحدث والخبث.

فصل : يسن الانصات لمن يسمعها وغيره وان يخطب علی المنبر أو علی موضع عال ويقبل عليهم اذا صعد ثم يسلم ويجلس حتی يفرغ المؤذن ...

شرط پنجم، نماز سے پہلے دوخطبے دینا۔دونوں خطبوں کے ارکان پانچ ہیں: رکن اول و دوم ،اللہ کی حمد اور اس کے رسول ﷺ پر درود بھیجنا،حمد الٰہی اور نبی پر درود وسلام کے لیے، اللہ،الحمد اور الصلاۃ کے الفاظ متعین ہیں۔ رکن سوم ،اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرنا،وصیت کے لیے الفاظ متعین نہیں ہے۔یہ تینوں ارکان دونوں خطبوں میں واجب ہیں رکن چہارم: دونوں خطبوں میں سے کسی ایک میں قرآن کی کسی آیت کی تلاوت کرنا۔رکن پنجم دوسرے خطبہ میں مؤمنین کے لیے دعا کرنا۔خطیب کو قیام کی قدرت حاصل ہونے پر دونوں خطبے کھڑے ہوکر دینا نیز دونوں خطبوں کے درمیان اطمینان کے ساتھ جلوس کرنا،صفات (مذکورہ) سے متصف چالیس مکلفین کوخطبہ سنانا،موالات،ستر عورت، حدث (اصغر واکبر)اورنجاست سے پاک ہونا بھی شرط ہے۔

فصل،خطبہ کے بعض آداب کا بیان: خطبہ سننے والے اور وہ نمازی جو خطبہ نہ سن پا رہے ہوں دونوں کا خاموش رہنا اور خطیب کا منبر یا کسی بلند جگہ پر خطبہ دینا سنت ہے۔ خطیب جب منبر پر چڑھے تو پہلے نمازیوں کی طرف رخ کر کے سلام کرے اور مؤذن کے اذان سے فارغ ہونے تک منبر پر بیٹھا رہے۔

وان يكون الخطبة بليغة قريبة من الفهم قصيرة من غير خلل ولا يلتفت يـمينـا وشمالا فى شئ منها ويعتمد على عنزة او غيرها ويكون جلوسه بينهـمابقـدر سورة الاخلاص ويشرع الموذن فى الاقامة بعد الفراغ والامـام فـى النزول ليبلغ المحراب مع فراغ المؤذن ويجهرفيها ويقرأ فى الاولى سـورة الجمعة وان نسى قرأها مع المنافقين فى الثانية .

خطبہ بلیغ ،فہم وادراک سے قریب ،مختصر ہونا چاہیے جوآسانی کے ساتھ سمجھ میں آسکے۔خطیب دورانِ خطبہ دائیں بائیں نہ گھومے،عصا یا اس کے علاوہ (تلوار وغیرہ) کا سہارا لےکر کھڑا رہے۔دونوں خطبوں کے درمیان سورۂ اخلاص کی مقدار میں بیٹھا رہے۔خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد مؤذن ،اقامت کا آغاز کرے اور امام منبر سے اترنا شروع کرے،تاکہ مؤذن کی اِقامت کے اختتام کے ساتھ ہی امام محراب تک پہنچ جائے۔(۱،۲) امام نماز جمعہ میں تلاوت جہر سے کرے۔پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ پڑھے،اگر پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ پڑھنا بھول جائے تو دوسری رکعت میں سورۂ منافقون کے ساتھ پڑھے۔

(۱) کوکن وغیرہ کی مساجد میں عام طور پر یہ سنت متروک ہے۔علماوارا کین مسجد کو چاہیے کہ اسے عمل میں لائیں۔ (ابوالعاص)

(۲) جمعہ کے دن خطیب کے منبر پر چڑھنے سے پہلے،حاضرین جمعہ کو خاموشی کی ترغیب وتلقین دینے کے لیے حدیث انصات سنائی جاتی ہے جسے اہلیان کوکن 'ان اللہ' سے تعبیر کرتے ہیں۔ان اللہ کی تلاوت کو اکثر فقہاے شوافع نے بدعت حسنہ میں شمار کیا ہے؛لیکن خاتمۃ المحققین علامہ ابن ہجر ہیتمی نے اپنی کتاب 'تحفۃ المحتاج بشرح المنہاج' میں اسے سنت قرار دیا ہے۔اوراسی پر فتوی ہے۔''تحفۃ المحتاج بشرح المنہاج'' کا مقام کس قدر بلند ہے یہ اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔یہ عظیم کتاب ہر شافعی دارالافتاء کی زینت ہے۔حضرموت،شام،اکراد،یمن،اورحجاز کے سارے علما وفقہا کا مسلک ہے کہ 'ان المعتمد ما قاله الشيخ ابن حجر فى كتبه بل فى تحفته' یعنی مسائل شافعیہ کی تحقیق کے لیے ابن ہیتمی کی کتابیں اوران میں بالخصوص تحفہ معتمد ہے۔(ترشیح المستفدین)
فقہ شافعی کی اکثر مبسوط کتابیں ان اللہ کے استحسان پر ناطق ہیں مگر صد افسوس ، وہابیہ نے اس مسئلہ کے بارے میں بھی امت میں اختلاف کا بیج بو دیا ہے۔کوکن کی کئی مساجد میں اس عظیم سنت کو روکنے

بقیہ: کی کوشش کی جارہی ہے۔کئی مساجد میں فتنہ وفساد تک برپا کردیا گیا ہے۔العیاذ باللہ۔رب تعالی ارشاد فرماتا ہے:'ان الفتنة اشد من القتل'(سورۃ البقرۃ/۲) بےشک فتنہ قتل سے بدتر ہے۔
سلفی مکتب فکر کے مقلدین، سلف صالحین ، ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کی تقلید و پیروی کو جھٹلا کر اپنی بے دلیل،غیر شرعی باتوں کی تقلید کرانے اور اپنی بات منوانے پر اَڑ جاتے ہیں اس کے باوجود بڑی ڈھٹائی سے اپنے آپ کو سلفی کہتے ہیں۔ یاللعجب !اہلیان کوکن کو چاہیے کہ اس عظیم سنت کو ترک نہ کریں۔حسب معمول پڑھتے رہیں۔اطمینان قلب کے لیے'ان اللہ' کے استحباب پر خاتمۃ المحققین علامہ ابن حجر ہیتمی علیہ الرحمۃ کی اس تحقیق کو ملاحظہ فرمائیں۔خاتمۃ المحققین علامہ ابن حجر تحفہ میں تحریر فرماتے ہیں۔''ان اللہ کی مشروعیت کی اصل وہ حدیث رسول ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر پڑھا کرتے تھے۔امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں متعدد مقامات پر اور دیگر محدثین نے اپنی کتابوں میں اس حدیث پاک کو بیان کیا ہے حضرت جریر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے:'أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ لِجَرِيرٍ اسْتَنْصِتُ النَّاسَ فَقَالَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ (بخاری/مسلم) حجۃ الوداع کے موقع پر تاجدار رسالت ﷺ نے صحابہ کرام کے درمیان تاریخ ساز خطبہ دیا ہے جس میں مہمات دین ،قواعد اسلام ،حقوق اللہ اور حقوق العباد کو بیان فرمایا ہے۔اور مسلمانوں کو ہمیشہ دین کی تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔خطبہ کا آغاز کرنے سے قبل نبی مکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حضرت جریر رضی اللہ تعالی عنہ کو حکم دیا کہ وہ حاضرین کو خاموشی کی تلقین کریں۔امام نووی شرح مسلم میں (استنصت) کے ماتحت فرماتے ہیں۔وَقَوْلُه صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (اسْتَنْصِتُ النَّاسَ)مَعْنَاهُ مُرْهُمْ بِالْإِنْصَاتِ لِيَسْمَعُوا هَذِهِ الْأُمُور الْمُهِمَّة وَالْقَوَاعِد الَّتِي سَأُقَرِّرُهَا لَكُمْ وَأُحَمِّلُكُمُوهَا (شرح مسلم) یعنی اے جریر،صحابہ کو خاموش رہنے کا حکم دو تا کہ میں جن دینی احکامات اور اسلامی اصول وضوابط کو تمہارے لیے مقرر کرنے جا رہا ہوں۔انہیں وہ خاموشی سے سن لیں۔تحفۃ المحتاج کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:''

اقـول يستـد ل لـذ لك (اتـخـاذ الـمـرقى)ايضا بانه امر من يستنصت له الناس عند ارادة خـطبتـه مـنـى فى حجة الوداع فقياسه انه يندبصلى الله تعالى عليه و سلم للخطيب امر غيـره بـان يستـنـصت له الناس و هذا هو شان المرقى و هذا هو شان المرقى فلم يدخل ذكـره فـى حيـز البـدعةاصلافان قلت لم امربذ لك فى منى دون المدينة قلت لاجتما ع اختـلاط الـنـاس و جـفاتهم ثم فاحتاجو المنبه بخلا ف ا هل المدينة على انه صلى الله تعالى عليه و سلم كان ينبههم بقراته ذلك الخبر على المنبر فى خطبته .

('ان اللّٰـــہ' کی مشروعیت پر مفتی اعظم کوکن علامہ عصمت بوبیرے مصباحی صاحب قبلہ زید مجدہ کا رسالہ'الثبوت' دیکھیں۔نیز اس تعلق سے فقیر رفاعی کی نہایت مدلل ومفصل کتاب جلد ہی منظر عام پر آرہی ہے۔ان شاءاللہ تعالی)

فـصـل : و يسـن الـغسـل لـمن يحضرها ووقته من طلوع الفجر وعند الرواح اولى فان عجز تيمم ويسن الغسل للعيدين والكسوفين والاستسقاء ومن غسل الميت والجنون والمغمى عليه عند الاقامة و الـكافر اذاأ سلم واكدها الغسل من غسل الميت ويسن التبكير اليها راجـلا مـن طـلـوع الـفـجـر مـع الـسـكـيـنـةوالوقار يشتغل فى طريقـه وبـعـدوصـولـه بـقـرأة اوذكرولايتخطى رقاب الناس ويتزين باحسن الثيـاب وافـضـلهـا البياض ويتطيب ويقلم اظفاره ويزيل عنه الرائحة الـكـريهة و يـقـرأ سـورـة الـكهف فـى لـيـلـتهـا ويومهاويكثرمن الدعا والـصلوة على رسول اللّٰه صلى لله تعالى عليه وسلم ويحرم على من تلزمه الجمعة التشاغل بالبيع ...

فصل، جمعہ کی بعض سنتوں کا بیان: نماز جمعہ پڑھنے والے کے لیے غسل کرنا سنت ہے ۔اوراس کا وقت طلوع فجر سے شروع ہوتا ہے ۔مگر نماز کے لیے جاتے وقت غسل کرنا افضل ہے، اگرکوئی شخص جمعہ کا غسل کرنے سے عاجز ہوتو وہ تیمّم کرلے، نیز عیدالفطر، عیدالاضحیٰ ،استسقاء چاند گہن،سورج گہن ، اور میت کوغسل دینے کے بعد،مجنون پر ، بے ہوش پر جب کہ وہ ہوش میں آجائے اور کافر پر جب کہ وہ اسلام لائے ،غسل کرنا مسنون ہے۔ ان میں تاکیدی غسل میت کونہلانے کے بعد غسل کرنا ہے۔ ،نماز جمعہ کے لیے صبح سویرے،سکون ووقار کے ساتھ پیدل جانا سنت ہے ۔راہ چلتے وقت اورمنزل پر پہنچنے کے بعد تلاوت قرآن یا ذکرالٰہی میں مشغول رہنا چاہیے۔کوئی بھی شخص ،نمازیوں کی گردنوں کو پھلانگتے ہوئے آگے نہ بڑھے،بہترین لباس زیب تن کرے۔سب سے افضل سفید لباس ہے، خوشبولگائے ، ناخن تراشے، بد بوکو دور کرے۔شب جمعہ یادن میں سورۂ کہف کی تلاوت کرے۔ دعااور نبی کریم ﷺ پر درود کی کثرت کرے،جس پر جمعہ کی نماز فرض ہے اسے کاروبار میں مشغول رہنا حرام ہے۔

ونحوه بعد المشروع فی الاذان بین یدی الخطیب فان باع صح بیعه ویکره بعد الزوال وقبل الاذان .

فصل:من ادرک الامام فی رکوع الثانیة ادرک الجمعة فاذاسلم الامام أتم الباقی وان أدرک بعد الرکوع فینوی الجمعة ویتمها ظهرا.

اور اسی طرح خطیب کے روبرو اذان شروع ہونے کے بعد،بھی تجارت کرنا حرام ہے۔ بایں ہمہ اگر کوئی تجارت کرلے تو بیع صحیح ہوجائے گی۔البتہ زوال کے بعداوراذان سے پہلے بیع وشرا کرنا مکروہ ہے۔(۱)

فصل،نماز میں نائب بنانے کے متفرق مسائل : جس نے امام کودوسری رکعت کے رکوع میں پالیا،اس نے نماز جمعہ کو پالیا۔جب امام سلام پھیر چکےتو وہ مقتدی بقیہ نماز کی تکمیل کرلے ،اور اگر امام کو(دوسری رکعت کے) رکوع کے بعد پائے تو وہ نماز جمعہ کی نیت تو کرے؛مگر اسے نماز ظہر سے بدل دے۔

---

(۱) فی زمننا مساجد میں جمعہ کے دن چندہ جمع کرنے کا عجیب وغریب رواج چل پڑا ہے۔پہلے خطبہ کے بعدٹرسٹیان کی طرف سے چندنمازی صفوں کے درمیان سے سامعین خطبہ سے چندہ جمع کرنے کے لیے جھولیاں گھماتے ہیں۔چندپیسوں کے لیے خطبۂ جمعہ کی عظمت وآداب اوراس کے عظیم مقاصد کو پامال کرتے ہیں،خودتو ثواب سے محروم ہوتے ہیں اور حاضرین جمعہ کی عبادت میں بھی خلل انداز ہوتے ہیں۔دوران خطبہ یہ عمل ناجائز وحرام ہے۔غور کریں کہ شریعت مطہرہ نے اذان ثانی کے بعد بیع وشرا کو حرام قرار دیا ہے ۔(سورۃ الجمعۃ/ ۲۸) قرآن مجید نے نماز جمعہ کے لیے بازاروں کو بند کرنے کا حکم دیا ہے مگر ٹرسٹیوں نے مسجدوں ہی میں دکانیں کھول دیں۔ایسے ٹرسٹیان وانتظامیہ نا اہل اور عند اللہ ماخوذ ہیں۔اور وہ نمازی بھی جو اس عمل سے خوش اورراضی ہیں۔ نمازیوں کو چاہیے کہ دوران خطبہ وہ خود بھی اس عمل سے پرہیز کریں۔مسجد کوصدقہ دینے کے لیے کوئی اور وقت مقرر کیا جاسکتا ہے۔ائمہ کرام وعلماے عظام کھل کراس بدعت کا رد کریں۔کلمہ حق کو بلند کریں۔مسجد کسی ٹرسٹی کی جاگیر نہیں بلکہ خانۂ خدا ہے جہاں صرف خداوندی قانون کا نفاذ ہونا چاہیے۔اللہ تعالی ہرٹرسٹی کو ہدایت عطافرمائے۔آمین۔(ابوالعاص)

وإذا خــرج الامــام مـن الـجـمـعة اوغيــر هــا لـحدث اولغيـره فلـه الاسـتـخـلاف لكن لايستخلف فى الجمعة الا من اقتدى به قبل حدثه وان لـم يـحـضـر الـخطبة ثم ان استخلف فى الاولى حصلت الجمعة لـلخليفة والمقتدين وان استخلف فى الثانية مقتديه فيها فيحصل لهم دونـه وعـلـيـه رعـاية تـرتيـب صـلـوة امامه فيشهد فى موضع تشهده فـاذاتمت صلوتهم نووامفارقته وسلموا وانتظارهم ليسلموامعه اولى ولايـلـزمهـم استيـنـاف الـنية عـنـد الاسـتـخلاف وفى غيرالجمعة ان اسـتـخلف من لم يقتد به فى الاولى او فى الثالثة من الرباعية جاز وفى الثانية او الرابعة اوثالثة المغرب لم يجردوا نية الاقتداء .

اگرامام بے وضو ہوجائے یااس کے علاوہ کسی اورسبب سے نماز سے خارج ہوجائے تو وہ کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کردے۔لیکن نماز جمعہ کے لیے اسی مقتدی کو اپنا خلیفہ مقرر کرے جس نے حدث واقع ہونے سے پہلے ہی امام کی اقتدا کی ہو،خواہ وہ خطبہ میں شریک نہ رہا ہو۔اگرامام نے پہلی رکعت میں کسی کوخلیفہ(نائب) بنایا ہوتو خلیفہ اور مقتدیوں کی جمعہ صحیح ہوگی ،اوراگر دوسری رکعت میں خلیفہ بنایا ہوتو مقتدیوں کی جمعہ صحیح ہوگی مگرخلیفہ کی جمعہ صحیح نہیں ہوگی ۔،خلیفہ پراپنے امام کے نماز کی ترتیب کی رعایت کرنا واجب ہوگی ، چنانچہ خلیفہ اپنے امام کے تشہد کی جگہ پرتشہد پڑھے ۔جب مقتدیوں کی نمازمکمل ہوجائے تو مقتدی ،خلیفہ کی نماز سے مفارقت کی نیت کرلیں اورسلام پھیردیں ،البتہ مقتدیوں کوانتظار کرنا تاکہ وہ خلیفہ کے ساتھ ہی سلام پھیرے یہ اولیٰ ہے ،امام کاکسی کوخلیفہ مقرر کیے جانے کے وقت مقتدیوں کوازسرنونیت کرنا ضروری نہیں ہے ۔نماز جمعہ کے علاوہ کسی دوسری نماز میں جس نے چاررکعت والی نماز میں پہلی یادوسری رکعت میں امام کی اقتدا نہ کی ہو،تو اسے خلیفہ بنانا جائز ہے،اوردوسری یاچوتھی رکعت میں یامغرب کی تیسری رکعت میں انھیں اقتدا کی نیت کرنا کافی نہیں ہوگا۔

فـصـل : مـن زوحـم عن السجود وامكنه ان يسجد على شئ من انسان على الوجه المعتبر سجد والا فينتظر ولا يومى ثم ان تمكن من السـجـود قبل ركوع الامام فى الثانية سجد فان فرغ منه والامام قائم او راكـع وافـقــه كـالـمسبـوق وان كـان قـدفـرغ مـن الـركـوع وهـو بـعـدالصلوة فيوافة فيماهو فيه ثم يقوم الى ركعة بعد سلام الامام وان فـرغ وقـد سـلـم الامام اتمها وان لم يتمكن حتى ركع الامام فى الثـانية فيـركـع مـعه وتـحصل ركعة من ركوع الاولى وسجود الثانية ويدرك بمثلها الجمعة ...

فصل، نماز میں امام کی موافقت اور مخالفت کرنے کا بیان: جو شخص کثرت اِزدحام (بھیڑ) کی وجہ سے سجدہ کرنے سے معذور ہو، اور اسے کسی نمازی آدمی پر سجدہ کرنا ممکن ہو، تو وجہ معتبر یہی ہے کہ وہ سجدہ کرلے ورنہ سجدہ کرنے کے لیے انتظار کرے (سجدہ پر قادر ہو تو) اشارہ سے سجدہ نہ کرے، پھر اگر اسے امام کی دوسری رکعت کے رکوع سے پہلے سجدہ کرنا ممکن ہو تو سجدہ کرلے اگر وہ سجدہ سے فارغ ہو جائے اور امام رکوع یا قیام کی حالت میں ہو تو وہ مسبوق کی طرح امام کی موافقت کرے اور اگر امام دوسری رکعت کے رکوع سے بھی فارغ ہو جائے اس حال میں (کہ وہ امام سے ارکان) نماز میں دور ہو جائے تو وہ امام کو جس حال میں پائے اس کی موافقت کرلے، پھر امام کے سلام کے بعد مزید ایک رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے اور اگر امام سجدوں سے فارغ ہو کر سلام پھیر چکا ہو تو وہ اس رکعت کی تکمیل کرلے اور اگر اسے سجدہ کرنا ممکن نہ ہو، اس طرح کہ امام دوسری رکعت کے رکوع میں چلا گیا ہو تو وہ بھی اس کے ساتھ رکوع کرلے تو اسے رکوع والی پہلی رکعت حاصل ہو جائے گی، اور دوسری رکعت کے سجدے بھی۔ اس طرح وہ نماز جمعہ کو پالے گا۔

فـان خـالف وجـری عـلی ترتیبه عالمابوجوب المتابعة بطلت وناسیا وجـاهـلا لـم یـعتـد سجوده فاذاانتهی الی السجود فی الثانیة اعتد به وتـحـصـل لـه الـجـمـعة بهذه الرکعة واذاوقعت سجدتان قبل سلام الامام ولوتخلف عن السجودناسیا حتی رکع الامام فی الثانیة فیرکع معه ویقوم رکعة بعد سلام الامام واللّٰہ اعلم .

بـاب صـلـوـة الـخــوف : هی أنواع الاول ان یکون العدوفی جهة الـقبلة فیرتب الامام القوم صفین ویصلی بهم فاذا سجد سجد معه احد الـصفین والذی یلیه اولی وحرس الصف الاخر فاذا قاموا سجد الصف الحارس ولحقوه فاذا سجد فی الثانیة سجد معه من حرس فی الاولی .

اور اگر وہ امام کی مخالف کرے، اور امام کی متابعت کے وجوب کا علم رکھتے ہوئے دانستہ اپنی ترتیب ہی کو جاری رکھ کر نماز ادا کرے تو اس کی نماز باطل ہوگی، بھول کر یا بے علمی کی وجہ سے (امام کی مخالفت کرے) تو اس کے سجدوں کا شمار نہ ہوگا، جب وہ دوسری رکعت کے سجدے ادا کرے گا تبھی اس کا اعتبار ہوگا، اور اسے اس رکعت کے ذریعہ جمعہ حاصل ہوگی، اور اگر امام کے سلام سے قبل ہی دونوں سجدے واقع ہوں، اگر چہ مقتدی نے بھول کر امام سے سجدوں میں تخلف کیا ہو یہاں تک کہ امام دوسری رکعت کا رکوع کرے تو وہ بھی امام کے ساتھ رکوع کرے ، اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد مزید ایک رکعت بڑھا لے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

نمازِ خوف کا بیان: نمازِ خوف ادا کرنے کی چند صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ دشمن جہت قبلہ میں ہو، تو (اس صورت میں) امام کو چاہیے کہ وہ نمازیوں کی دو صفیں بنا کر انھیں نماز پڑھائے۔ جب امام سجدہ کرے تو دو صفوں میں سے ایک صف امام کے ساتھ سجدہ کرے، (سجدہ کرنے کے لیے) جو صف امام سے متصل ہو وہی اولیٰ ہے اور دوسری صف پہرہ دیتے رہے، جب پہلی صف کے نمازی قیام کر لیں تو پہرہ دینے والی صف سجدہ میں چلی جائے۔

وحرس الصف الاخر فاذاجلسوا سجد الحارسون وتشهد بالجميع ثم يسلموا بهم وهذه صلوة رسول الله ﷺ بعسفان ولوحرس فی الركعتين بعض صف جاز ،الثانی ان يكون فی غير جهة القبلة فيصلی بهم مرتين بكل فرقة مرة والثانية له نافلة وهذه صلوة رسول الله ﷺ ببطن النخل وان شاء فرقهم فرقتين فتقف فرقة فی وجه العدوينحاز بفرقة فيصلی بهم ركعة فاذاقام الی الثانية فارقته واتمت بنفسها ثم ذهبت الی وجه العدو وجاء ت الطائفة الاخری وصلت معه الركعة الثانية فاذاجلس للتشهد قاموا واتموا الثانية ولحقوه فی التشهد وسلم بهم وهذه صلوة رسول الله صلی الله تعالی عليه وسلم بذات الرقاع وهی افضل من صلوة النخل ...

پھر پہلی صف کے ساتھ مل جائے ، جب امام دوسری رکعت کا سجدہ کرے تو پہلی رکعت میں پہرہ دینے والی صف امام کے ساتھ سجدہ کرے اور دوسری صف پہرہ دیتی رہے۔ جب وہ سب جلوس کی حالت میں آجائیں تو پہرہ دینے والی وسری صف کے مقتدی سجدہ کرے پھرامام جملہ مقتدیوں کے ساتھ تشہد پڑھے پھر دونوں صف کے سارے مقتدی ساتھ ہی میں سلام پھیردیں۔

مقام عسفان میں رسول اللہ ﷺ کی نمازِ خوف ادا کرنے کا طریقہ یہی تھا (اگراس کے برعکس) اگرایک ہی صف دونوں رکعتوں میں پہریداری کرے تو بھی یہ جائز ہے۔نمازخوف ادا کرنے کی دوسری صورت یہ ہے کہ دشمن سمت قبلہ کے علاوہ کسی اورسمت میں ہوتو امام انھیں دومرتبہ نماز پڑھائے، ہرفرقہ کے ساتھ ایک مرتبہ۔ دوسری نماز امام کے حق میں نفل ہوگی ،مقام بطن نخل میں رسول اللہ ﷺ کی نمازِ خوف ادا کرنے کا طریقہ یہی تھا۔

ویقرأ الامام ویتشهد فی انتظاره وان کانت مغربا فیصلی بفرقة رکعتین وبالثانیة رکعة وبالثانیة رکعة ویجوز العکس والاول اولیٰ وینتظروهم فی التشهد اوفی قیام الثالثة وهوافضل وان کانت رباعیة صلی بکل فرقة رکعتین ولوفرقهم اربع فرق وصل بکل فرقة رکعة جاز وتصح صلوة الجمیع وسهوالفرقة الاولی محمول فی الاولی دون الثانیة و سهو الفرقة الثانیة محمول فی الرکعتین وسهوالامام فی الاولی یلحق الجمیع وفی الثانیة دون الاولی ویستحب حمل السلاح فی هذه الانواع ان ظهرت السلامة والا فیجب .

اگرامام چاہے تو مقتدیوں کودوفرقوں میں تقسیم کرے،ایک فرقہ دشمن کے مقابلہ میں رہےاور ایک فرقہ دشمن کے روبرو،امام ان کوایک رکعت پڑھائے۔امام جب دوسری رکعت کے لیے قیام کرے تو وہ نیت مفارقت کرے اور بقیہ نماز خود مکمل کرے، پھر دشمن کے مقابلے میں جائے، پہلے گروہ کودورکعت پڑھائےاوردوسرے گروہ کوایک رکعت،اوراس کے بالعکس بھی جائز ہے(۱)مگر پہلی صورت اولی ہےاوروہ ان کاتشہد میں یا تیسری رکعت کے قیام میں انتظار کرےاوریہی افضل ہے۔اوراگرنماز چاررکعت والی ہوتو ہرگروہ کودورکعت پڑھائے،اور اگرانھیں چارٹکڑیوں میں تقسیم کرے،اور ہرٹکڑی کوایک رکعت پڑھائے تو بھی جائز ہے،اورسبھوں کی نماز صحیح ہوگی، پہلے گروہ کاسہو پہلی رکعت میں محمول ہوگا نہ کہ دوسری رکعت میں اوردوسری جماعت کاسہودونوں رکعتوں میں محمول ہوگا۔اورامام کاسہو، پہلی میں جوسبھوں کو لاحق ہوگا،اوردوسری رکعت میں دوسری ٹکڑی کولاحق ہوگا نہ کہ پہلی کو۔اگرمجاہدین کودشمن سے سلامتی کے آثار ظاہر ہوں تو نماز خوف کی جملہ اقسام میں ہتھیاروں سے لیس رہنا مستحب ہے؛ ورنہ ہتھیاروں سے لیس ہوکرہی نماز پڑھناواجب ہے۔

(۱) نماز خوف امت محمدیہ کے خواص سے ہے۔امم سابقہ کو یہ نماز نہیں عطا کی گئی تھی۔غزوۂ ذات رقاع میں پانچ یا چھ ہجری کو یہ نماز مشروع ہوئی۔(حاشیۃ البجیرمی علی الخطیب)

والثالث ان يلتحم القتال ويشتدالخوف فيصلون كيف امكنهم ركبانا ومشاتا مستقبل القبلة وغيرمستقبلها ويعذرون فی الاعمال الكثيرة والايماء بالركوع والسجود وامساک السلاح المصلح للحاجة لافی الصياح ولاقضاء عليهم ولهم ذلک فی كل مباح من قتال وهرب من حريق وسيل وسبع وغريم مع الاعسار وخوف الحبس لالمن خاف فوت الوقوف بعرفة ولورأوسوادا فظنوه عدوا فصلوا صلوة شدة الخوف ثم بان خلافه وجب القضاء .

نمازخوف کی تیسری صورت یہ ہے کہ جنگ گھمسان کی ہواور دشمنوں کا خوف بھی شدید ہوتو جملہ مجاہدین کوجس طرح نماز پڑھنے میں سہولت ہواسی طرح نماز پڑھے کوئی سوار ہوکر، کوئی پیادہ ،قبلہ رخ ہوکر یا سمت قبلہ کے علاوہ کسی اورسمت کی طرف رخ کرتے ہوئے۔ ایسے نمازی افعال کثیرہ کے سرزد ہونے میں، رکوع اورسجدوں کا اشارہ کرنے میں، اورحسب ضرورت خون سے لت پت ہتھیاروں کو تھامے رکھنے میں معذورہوں گے،لیکن چیخ وپکار کرنے کی وجہ سے ان کا شمار معذورین میں نہ ہوں ہوگا۔اوران پراس نماز کا اعادہ بھی نہیں ہے،جن مسلمانوں پرمباح جنگ کا خوف مسلط ہو یا آگ لگنے کی وجہ سے بھگدڑ مچ جانے کا خوف ہو یا،سیلاب اور درندہ کا خوف ہو،تنگدستی کے ساتھ قرض میں ڈوب جانے کا خوف ہوقید میں رکھے جانے کا خوف ہوتوانھیں،نمازِخوف پڑھنا جائز ہے۔اور جسے وقوف عرفہ کے فوت ہوجانے کا خوف ہوا سے نمازخوف ادا کرنا جائزنہیں ہے۔اوراگرانھوں نے تاریکی کو دیکھا اوراسے دشمن تصور کرتے ہوئے نمازِخوف ادا کی پھراس کے برعکس ظاہر ہوا توان پراس نماز کی قضاواجب ہے۔

فصل: يحرم على الرجل لبس الحرير وسائروجه استعماله على المرأة افتراشه دون وجوه استعماله للولى الباس الصبى منه ويحل للرجل لبسه للضرورة كالحروالبرد المهلكين وكمفاجات حرب ولم يجد غيره وللحاجة كجرب وحكة ودفع القمل ولاجل القتال كالديباج الذى لايقوم غيره مقامه ويحرم المركب من الابريشم وغيره ان زاد الابريشم وزناويحل المطرف والمطرف على قدرالعادة ويجوز لبس الثوب النجس فى غيرالصلوة ومافى معناها كسجدة التلاوة والشكرويجوز لبس جلد الميتة والكلب والخنزير للضروة كمفاجات القتال و الاستصباح بالدهن النجس .

فصل، مجاہدین کو ریشمی لباس پہننے کا بیان : مرد کو ریشمی لباس پہننا اور اسی طرح اس کے لیے ریشم کے استعمال کی جملہ صورتیں (اوڑھنا بچھونا وغیرہ) بھی حرام ہے۔ البتہ عورت پر ریشم کا بطور فرش استعمال کرنا حرام ہے، اس کے استعمال کی دیگر صورتیں حرام نہیں ہے۔ ولی کا اپنے بچہ کو ریشمی لباس پہنانا جائز ہے نیز مرد کو بھی ضرورتا اس کے پہننے کی اجازت ہے۔ جیسے ہلاک کرنے والی، گرمی اور سردی (سے بچنے کے لیے) یا اچانک جنگ کے لیے (جب کہ کوئی دوسرا لباس موجود نہ ہو) یا کسی دوسری ضرورت کے پیش نظر جیسے خارش، کھجلاہٹ اور جوؤں کو دور کرنے کے لیے، اور جہاد کے لیے ایسا ریشم استعمال کرنا جس کے قائم مقام کوئی دوسرا لباس نہ ہو، سواری کے لیے کچے ریشم کا استعمال کرنا حرام ہے۔ (اگر اس کا وزن زیادہ ہو)۔ ریشم سے نقش و نگار کی ہوئی چادر کا استعمال کرنا جائز ہے جبکہ وہ چادر عادت کے مطابق ہو (چادر میں ریشم کی زیادتی اور کمی کا معیار اس کا وزن ہے نہ کہ اس کی ظاہری نقش نگاری) غیر نماز میں یا جو نماز کے حکم میں ہو جیسے سجدۂ تلاوت اور سجدۂ شکر وغیرہ کے علاوہ دیگر حالات میں نجس کپڑا پہننا جائز ہے۔ سخت ضرورت کے وقت مردار، کتے اور خنزیر کے چمڑے (کا لباس) پہننا بھی جائز ہے۔ جیسے اچانک جہاد کے لیے (جب کہ کوئی دوسرا لباس نہ ہو) اسی طرح نجس تیل سے چراغ جلانا جائز ہے۔

باب صلوة العيدين : هى سنة وتشرع للمنفرد والجماعة والعبد و المرأة والمسافر و وقتها بين طلوع الشمس و الزوال و تاخيرها حتى ترتفع قدر رمح اولى هى ركعتان فيحرم بها ناويا صلاة عيد الفطر او الضحى ثم ياتى بدعاء الاستفتاح ثم يكبر سبع تكبيرات يقف بين كل تكبيرتين قدر أٰية معتدلةويهلل الله و يكبره و يمجده وحسن فيه سبحان اللّٰه والحمداللّٰه ولااله الااللّٰه واللّٰه اكبر ثم يتعوذ ويقرأ الفاتحة وسورة ق ويكبرفى الثانية خمسا قبل التعوذ سوى تكبيرة القيام ويقرأ بعد الفاتحة اقتربت ويرفع يديه فى التكبيرات وليست من الفروض ولامن الابعاض فلوشرع فى القرأة لم يعد اليها ويسن الجهرفى القراء ة ...

عیدین کی نمازوں کا بیان : (۱) عیدالضحیٰ اورعید الفطر کی نماز سنت ہے۔ جومنفرد، جماعت، غلام، عورت اور مسافر سبھوں کے لیے مشروع ہے۔ عیدین کا وقت طلوع آفتاب اور زوال کے درمیان ہے؛ مگر سورج کے ایک نیزہ کے برابر بلند ہونے تک تاخیر کرنا اولی ہے۔ عیدین کی دو رکعتیں ہیں۔ نمازی عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کی نیت کرتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہے اور دعاے افتتاح پڑھے، پھر سات تکبیریں کہے۔ ہر دو تکبیروں کے درمیان ایک معتدل آیت کریمہ کی مقدار میں ٹھہرا رہے۔ اوراس وقفہ میں اللہ کی تہلیل وتکبیر اور تمجید پر مشتمل کلمات پڑھے۔ قراءت بلند آواز سے کرنا سنت ہے۔

---

(۱) عیدین صیغۂ تثنیہ ہے جس کا واحد عید ہے۔ عید عود سے مشتق ہے۔ جس کے لغوی معنی لوٹانے کے آتے ہیں۔ چونکہ عید ہر سال آتی ہے اس لیے اسے عید کہا جاتا ہے یا پھر اس لیے کہ عید کے دن اللہ تعالی بندوں کی مغفرت فرما کر خوشی عطا فرماتا ہے۔ اور یہ خوشی ہر سال عود کرتی ہے اسی لیے اسے عید کہتے ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں عیدین کی نماز امم سابقہ کونہیں عطا گئی تھی۔ یہ نماز امت محمدیہ کے خصائص سے ہے۔ عیدین کی مشروعیت ہجرت کے دوسرے سال عمل میں آئی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ہجرت کے دوسرے سال ہی سب سے پہلے عید الفطر کی نماز، مدینہ منورہ میں آبادی سے باہر مقام 'حاج مصری' میں ادا فرمائی۔ (حاشیۃ البجیرمی/ حاشیۃ الشرقاوی)

وان یـخطب بعد الصلوة خطبتین ارکانهما کمافی الجمعة ویعلمهم فی الـفـطـر احـکـام الفطرة وفی الاضحی احکام الاضحیة ویفتتح الاولی بتسـع تـکبیـرات نسـقـاو الثـانیة بسبـع ویـنـدب احیـاء لیلتی العیدین والـغسـل ووقتـه مـن نـصف اللیل والتطیب والتزین وللقاعد والخارج کـمـافـی الـجـمـعة وفـعـلها فی المسجد افضل فان لم یسع خرج الی الـصـحـراء واستـخـلف مـن یصلی بالضعفة ویمضی فی طریق ویرجع آخـرا اقتـداء بـفـعل رسول اللّٰہ ویبکرالناس ویاتی الامام الی الاشتغال بـالـصـــــلوة ویعجل صلوة الاضحی ویوخر صلوة الفطر ویاکل فی عیـدالـفـطـر قبل صلوة وفی الا ضحی یؤخرلیأکل من أضحیة ویمضی الیهاراجلا علیه السکینة والوقار ولایکره التنفل قبلها لغیر الامام .

امام نماز کے بعد دو خطبے دے۔عیدین کے خطبوں کے ارکان جمعہ کے خطبہ کی طرح ہیں۔البتہ خطیب عید الفطر میں فطرہ کے احکام بیان کرے اور عید الضحیٰ میں قربانی کے احکام بتائے۔پہلے خطبہ کا آغاز ترتیب وار نو تکبیروں سے کرے فوراً دوسرے خطبہ کا بالترتیب سات تکبیروں سے۔ عیدین کی دونوں راتوں میں شب بیداری کرنا اور غسل کرنا مندوب ہے۔غسل کا وقت نصف شب سے شروع ہوتا ہے۔اسی طرح نماز جمعہ کی طرح خوشبو لگانا، سجنا سنورنا، گھر میں بیٹھنے والا ہو یا گھر سے باہر نکلنے والا ہو دونوں کے لیے سنت ہے۔عیدین کی نماز مسجد میں ادا کرنا افضل ہے۔اگر مسجد وسیع نہ ہو تو عیدگاہ کی طرف نکلے مگر امام مسجد میں کسی کو اپنا نائب مقرر کرے جو مسجد میں ضعیفوں کو نماز عید پڑھائے۔رسول گرامی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے عید کے لیے ایک راستہ سے جائے اور دوسری راہ سے واپس لوٹے۔عام نمازی صبح سویرے جائے اور امام نماز کے وقت۔عید الضحیٰ کی نماز جلدی ادا کی جائے اور عید الفطر کی نماز تاخیر سے۔عید الفطر کی نماز سے پہلے کچھ کھا لیا جائے۔اور عید الضحیٰ کی نماز سے قبل کسی چیز کے کھانے کو مؤخر کرے تاکہ قربانی کے گوشت سے کھانے کا آغاز ہو۔نماز کے لیے پیدل، پرسکون اور باوقار انداز میں جائے۔غیر امام کو نماز عید سے پہلے نفل پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

فصل : ويستحب التكبير من غروب الشمس ليلتى العيدين فى المنازل والطرق والمنازل والاسواق مع رفع الصوت الى ان يحرم الامام بالصلوة لاعقب الصلوة فى عيدالفطر ولايكبرالحاج ليلة الاضحى بل يشتغل بالتلبية ويكبرالحاج وغيره خلف الرواتبة والفائتة والنافلة من بعد صلوة الظهر يوم النحر ويختمون بصلوته الصبح آخر ايام التشريق وفى قول يبتدئ غيرالحاج من صبح يوم عرفة و عليه العمل ويختمون بصلوة العصر آخر ايام التشريق وصيغته المحبوبة الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله والله اكبرالله اكبر ولله الحمد ...

فصل،عیدین کی بعض سنتوں کا بیان: غروب آفتاب کے بعدعیدین کی دونوں راتوں میں گھروں ،راستوں ،مسجدوں اور بازاروں میں ،امام کے تکبیرتحریمہ کہنے تک بلندآواز سے تکبیر پڑھتے رہنا سنت ہے مگرعیدالفطر میں نماز کے بعد سنت نہیں ہے۔(۱) حاجی عیدالضحیٰ کی شب میں تکبیر نہ پڑھے بلکہ تلبیہ پڑھتے رہے۔ حاجی ،اور غیر حاجی یوم النحر کی نماز ظہر کے بعد سے ،راتبہ ،قضااورنفل نمازوں کے بعد تکبیر پڑھتے رہیں ۔اورایام تشریق کےآخری دن کی نماز صبح پرختم کرے۔اورایک قول کے مطابق غیرحاجی عرفہ کے دن نمازصبح کے بعد سے ہی تکبیر کا آغاز کرے(بلاداسلامیہ میں) اسی پرعمل ہے۔اورایام تشریق کےآخری دن نمازعصر پرختم کرے۔تکبیر کا پسندیدہ صیغہ یہ ہے۔''اللہ اکبراللہ اکبرلا الہ الا اللہ واللہ اکبراللہ اکبروللہ الحمد''۔

(۱) تکبیر کی دوقسمیں ہیں تکبیر مرسل اورتکبیر مقید: تکبیر مرسل اس تکبیر کو کہتے ہیں جوصرف فرض نمازوں کے بعد ہی نہ پڑھی جاتی ہو بلکہ مردوعورت ، حاضرومسافر، گھر میں ،راستوں میں ،بازاروں میں ، مساجد میں ،امام کے نمازعیدالفطر میں مشغول ہونے تک پڑھتے رہیں ۔نمازعیدالفطر کی تکبیرتحریمہ کے ساتھ ہی اس کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔تکبیر مرسل ہی کوتکبیر مطلق کوجاتا ہے۔
تکبیر مقید:اس تکبیر کو کہتے ہیں جوعیدالضحیٰ میں عرفہ کی صبح سے ایام تشریق کےآخری دن عصر تک ہر نماز کے بعد بلندآواز سے پڑھی جاتی ہے۔(فیض الالہ)

ويستحب ان يزيد تكبيرا والحمد لله كثيرا و سبحان الله بكرة واصيلا ولو شهدوا يوم الثلاثين قبل الغروب برؤية الهلال فى الليلة الماضية افطرنا وصلينا العيد وان شهدوا بعد الغروب لم يقبل بالتعديل و القضاء باقى اليوم اولى ولاهل السواد الرجوع قبل الجمعة .

باب صلاة الكسوفين : هى سنة عند وجوده ...

تکبیر کے کلمات کے ساتھ مزید ان کلمات کو ملا کر پڑھنا مستحب ہے ''والحمد للّٰه كثيرا و سبحان اللّٰه بكرة و أصيلا'' اگر بعض مسلمانوں نے تیسویں دن غروب آفتاب سے قبل، گذشتہ شب میں رویت ہلال کی گواہی پیش کر دی تو ہم روزہ توڑ کر نماز عید ادا کر لیں گے۔ اور اگر غروب آفتاب کے بعد گواہی دی گئی تو شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔ باقی کا دن بہتر ہے۔ اور اہل سواد کو جمعہ سے پہلے رجوع کرنا ہے۔

سورج و چاند گہن کی نماز کا بیان(۱): سورج یا چاند کو گہن لگنے پر، گہن کی نماز ادا کرنا سنت ہے۔

(۱) کسوف، کسف سے مشتق ہے جس کے معنی چھپانے کے ہیں اس کا استعمال سورج گہن کے لیے ہوتا ہے اور خسوف خسف سے مشتق ہے جس کے معنی مٹنے کے ہیں، عام طور پر اس کا استعمال چاند گہن کے لیے ہوتا ہے۔ چاند گہن اور سورج گہن کی نمازیں امت محمدیہ کے خصائص سے ہیں۔ سورج گہن کی نماز ہجرت کے دوسرے سال مشروع ہوئی اور چاند گہن کی نماز راجح قول کے مطابق ہجرت کے پانچویں سال، ماہ جمادالاخری میں۔ عبدالرحمٰن الجزیری علیہ الرحمۃ نے نماز کسوفین کی مشروعیت کی یہ حکمت بیان فرمائی ہے۔ ''سورج اللہ کی عظیم نعمت ہے جس پر کائنات کی زندگی کا انحصار ہے۔ اور ظاہری بات ہے کہ اس کا گہنا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بھی زوال پذیر ہے۔ چاند وسورج کی ایسی حالت کو دیکھ کر نمازوں میں مصروف ہو جانا بندوں کو خوف دلانے اور عاجزی کے اظہار کے لیے ہے۔ اگر کائنات چاند وسورج کے نور سے محروم ہو گئی تو انسان تو انسان دیگر مخلوق خداوندی بے شمار فوائد سے محروم ہو جائے گی۔ نیز ماسوا اللہ جن میں چاند وسورج بھی ہیں ان کے معبود ہونے کے عقیدہ کی کھلی تردید ہے۔ اس لیے توحید تو یہی ہے کہ عبادت صرف اللہ ہی کی جائے۔ چاند وسورج تو مخلوق ہے وہ لائق عبادت کیونکر ہو سکتے ہیں۔ رب تعالی جب چاہے انھیں مٹا دے۔ فلاسفہ اور نجومیوں نے چاند اور سورج کے گہنانے کے بارے میں جو باتیں لکھیں ہیں شرعا وہ بے اصل و بے حقیقت ہیں۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ/ بغیۃ المسترشدین)

فیحرم بها ناویا صلاة الکسوف ثم یتعوذ بعد الاستفتاح و یقرأ الفاتحة ثم یرکع ثم یرفع فیقرأ الفاتحة ثم یرکع ثم یعتدل ثم یسجد ثم یصلی الثانیة کذلک ولا یزاد رکوع لتماری الکسوف ولا ینقص بسرعة الانجلاء والافضل ان یقرأفی القیام الاول بعد الفاتحة سورة البقرة و فی الثانی قدرمأتی آیة منه و فی الثالث قدر مائة وخمسین و فی الرابع قدر مائة تقریباویسبح الاول فی الرکوع الاول قدر مائة آیة منها وفی الثانی قدر ثمانین و فی الثالث قدر سبعین و فی الرابع قدر خمسین و لا یطول السجدات و یستحب فی الجماعة و الجهر فی الخسوف والاسرار فی الکسوف ...

نماز گہن ادا کرنے والا گہن کی نیت کرتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہے پھر دعائے افتتاح پڑھ لے اس کے بعد تعوذ پڑھ کر سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرے۔ پھر رکوع میں جائے اور اعتدال کی حالت میں آکر پھر سے سورۂ فاتحہ پڑھ کر اعتدال کرے اور سجدہ کر لے اسی طرح دوسری رکعت بھی ادا کرے، اور نماز گہن کا افضل طریقہ یہ ہے۔ پہلے قیام میں سورۂ فاتحہ کے بعد مکمل سورۂ بقرہ کی تلاوت کی جاے اور دوسرے قیام میں سورۂ بقرہ کی دوسو آیتوں کے مقدار میں دیگر قرآنی آیتوں کی تلاوت کی جاے۔ اور تیسرے قیام میں دیڑھ سو اور چوتھے قیام میں تقریبا سو آیتوں کی مقدار میں آیتیں تلاوت کی جائیں۔ پہلے رکوع (اور سجدہ) میں سورۂ بقرہ کی سو آیتوں کی مقدار میں تسبیح پڑھے اور دوسرے رکوع (سجدہ) میں اسی آیتوں کی مقدار میں اور تیسرے میں ستر مرتبہ کی مقدار میں اور چوتھے رکوع میں پچاس مرتبہ کی مقدار (برابر) میں تسبیح پڑھے۔ اور سجدوں کو طویل نہ کرے۔ گہن کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا سنت ہے۔ چاند گہن کی نماز میں قراءت جہر سے کرے اور سورج گہن کی نماز میں سری قراءت کرے۔

ثـم يـخـطـب بعدها خطبتين كما فی الجمعة لا المنفرد و يحث على التـوبة والـخيـر ومـن ادرک الامـام فی الركوع الاول من الاولى او الثانية ادرک الركعةو تفوت صلاة الخسوف و الكسوف بالانجلاء و الـكسـوف بـغـروبها كاشفة والخسوف بطلوع الشمس لابطلوع الفجر و غروبه خاسفا و لو اجتمع كسوف و جمعة قدمت الجمعةان خيف فـوتهـا والا فـالـكسـوف و يـخـطـب بعدهاللجمعةبعد الزوال متـعرضا للكسوف ثم يصلى الجمعة ولو اجتمع فرض و جنازة وعيد و كسو ف وخيف الـفـوت قـدم الـفـرض ثـم الـجـنـازة ثم العيد ثم الكسوف و ان امن من الفوات قدمت الجنازة ثم الكسوف .

نماز مکمل ہونے کے بعد نماز جمعہ کی طرح دو خطبہ دے۔ البتہ منفرد کے لیے خطبے مشروع نہیں ہیں۔ امام مسلمانوں کو توبہ کی تلقین اور اعمال صالحہ بجالا نیکی ترغیب دلائے۔ جو شخص امام کو پہلی یا دوسری رکعت کے رکوع میں پائے اسے وہ رکعت مل جائے گی۔ چاند گہن اور سورج گہن کی نماز۔ گہن کے کھل جانے پر فوت ہوجاتی ہے۔ اسی طرح گہن کے ساتھ سورج کے غروب ہوجانے پر بھی سورج گہن کی نماز قضا ہوجائے گی۔ اور سورج کے طلوع ہونے پر چاند گہن کی نماز فوت ہوجائے گی۔ محض فجر کے طلوع ہونے پر یا چاند کے گہن کے ساتھ ابر میں چھپ جانے سے نماز فوت نہیں ہوگی۔ اگر سورج گہن اور جمعہ کی نماز جمع ہوجائے اور نماز جمعہ کے فوت ہونے کا خوف ہوتو جمعہ کی نماز پہلے ادا کی جائے گی ورنہ سورج گہن کی نماز پہلے ادا کی جائے۔ سورج گہن کی نماز ادا کر لینے کے بعد امام زوال کے بعد، پہلے جمعہ کا خطبہ پڑھے گہن سے تعرض کرتے ہوئے۔ اگر فرض، جنازہ، عید اور کسوف کی نمازیں جمع ہوجائیں۔ اور فرض نماز کے فوت ہونے کا خوف ہوتو پہلے فرض ادا کی جائے گی پھر نماز جنازہ پھر نماز عید پھر گہن کی نماز، اور اگر فرض نماز کے فوت ہونے کا خوف نہ ہوتو پہلے نماز جنازہ پڑھی جائیگی پھر نماز کسوف۔

بـاب صــــلاة الاستسقاء : هـی سـنة عند الحاجة ویستحب تـکـریـرهـا عـنـد تـاخیـر الاجابة ویسن له الدعاء عقیب الصلوۃو ان تـاهبـوا قبـل الـصلاۃ اجتمعوا للشکر والدعاء وصلوا ویامرهم الامام بـصوم ثلاثة ایام والتوبة والتقرب الی الله تعالی بوجوه البروالخروج مـن الـمظالم ثم یخرج بهم الی الصحراء فی الرابع وهم صائمون فی ثیـاب البـذلة و مـعهم الصبیان والشیوخ والبهایم ولا یمنع اهل الذمة من الحضور لکن یمتازون ...

نمازِ استسقا کا بیان : بوقت حاجت نماز استسقا پڑھنا سنت ہے(۱) دعا کی قبولیت میں تاخیر ہوجائے تو اس کی تکرار بھی سنت ہے ۔استسقا کے لیے ہر نماز کے بعد بھی دعا کرنا مستحب ہے۔ اگرلوگ نماز استسقا ادا کرنے کے لیے تیار ہوجائیں اور نماز ادا کرنے سے پہلے ہی بارش ہوجائے تو شکر الٰہی ادا کرنے اور مزید بارش برسنے کی دعا کرنے کے لیے جمع ہوجائیں اور نماز استسقا ادا کرلیں۔امام انہیں تین دن روزہ رکھنے،توبہ کرنے ،اعمال حسنہ کے ذریعہ اللہ کا تقرب حاصل کرنے اورظلم سے بری ہونے کا حکم دے۔ پھر چوتھے دن روزے کی حالت میں بوسیدہ لباس پہن کر، بچوں ، بوڑھوں اور جانوروں کوساتھ لے کرصحرا کی طرف نکل جائے ، نیز اگر ذمی بھی شرکت کرنا چاہیں تو منع نہ کرے؛مگر وہ علاحدہ ہوں۔

(۱) استسقاء کےلغوی معنی کسی سے پانی مانگنے کے ہیں۔اوراصطلاح شرعیت میں بوقت حاجت بندوں کااللہ سے پانی طلب کرنا استسقا کہلاتا ہے۔نماز استسقا رمضان المبارک میں ہجرت کے چھٹے سال مشروع ہوئی۔موجودہ کیفیت ومخصوص ہیئت کے ساتھ یہ نماز امت محمدیہ کا خاصہ ہے۔بایں معنی گذشتہ امتوں کو یہ نماز نہیں دی گئی تھی۔(حاشیۃ الجمل/ حاشیۃ البجیرمی)

وهی رکعتان کصلاۃ العید کیفیة و شرطا لا یختص فعلها بوقت العید و یقرا فی الاولی ق و فی الثانیة اقترب و قیل سورۃ نوح علیه السلام و یخطب بعدها کخطبتی العید لکن استغفر الله فی الاولی تسعا و فی الثانیة سبعاولیکن من دعائه فی الاولی اللهم اسقنا غیثا هنیا مریاسریعا غدقا مجللا سحا عاما طبقا دائمااللهم اسقنا الغیث و انشر الرحمة ولا تجعلنا من القنطین اللهم انا نستغفرک انک کنت غفارافارسل السماء علینا مدرارا و یستقبل القبلة فی الخطبة الثانیة و یبالغ فی الدعاء سرا و جهرااللهم انک امرتنا بدعائک و وعدتنا باجابتک وقددعوناک کما امرتنا فاجبناکما وعدتنا . . .

نماز استسقا کیفیت اورشرائط کے اعتبار سے نماز عید کی طرح دو رکعتیں ہے؛ مگر نماز عید کے اوقات میں اس کی ادائیگی ضروری نہیں ہے۔ امام پہلی رکعت میں سورۂ ق کی تلاوت کرے اور دوسری رکعت میں اقترب کی (سورۂ قمر) تلاوت کرے نیز بعض فقہائے کرام سے سورۂ نوح کی تلاوت کا بھی منقول ہے۔ پھر امام نماز کے بعد عید کے خطبوں کی طرح دو خطبہ دے مگر پہلے خطبہ کے آغاز میں (تکبیر کے بجائے) نو مرتبہ استغفار پڑھے اور دوسرے خطبہ کے آغاز میں سات مرتبہ استغفار پڑھے۔ پہلے خطبہ میں امام کو یہ دعا پڑھنی چاہیے: 'اللهم اسقنا غیثا هنیا مریا سریعا غدقا مجللا سحا عاما طبقا دائما اللهم اسقنا الغیث و انشر الرحمة ولا تجعلنا من القانطین اللهم انا نستغفرک ان کنت غفارا فارسل السماء علینا مدرارا' امام دوسرے خطبہ (کا ایک تہائی حصہ گذرنے کے بعد) قبلہ رخ ہوکر کثرت سے آہستہ اور بلند آواز سے یہ دعا مانگتے رہے: 'اللّٰهم انک امرتنا بدعائک و وعدتنا باجابتک وقد دعوناک کما امرتنا فاجبناکما وعدتنا' .

ویستـحـب الاستسقاء لاهل الصلاح سیما اقارب رسول الله ﷺ و یـحـول ردائـه عـنـد استـقبـالـه و یـجـعـل علی ما یمینه علی یساره و بـالعکس و اعلاه اسفله ویفعل الناس مثله ویترکه حتی ینزعه مع ثیابه ولـو ترک الامام الاستسقاء یسن للناس فعله ولو خطب قبل الصلوة جـاز و یستـحب ان یبرز لاول مطر فی السنة وان یکشف غیر عورته لیصیبه وان یغتسل او یتوضأ من السیل ویسبح للرعدوالبرق ولا یتبع بـصـره البـرق ویـدعـو عـنـد الـمـطـر فیقول اللهم صیبا نافعاو یقول مـطـرنـابفضل الله و رحمته ویکره ان یقول مطرنا بنوء کذاان یسب الـریـح ولـو تضرر بکثرة المطرة فالسنة ان یسالوا رفعه فیقول اللهم حوالینا ولا علیناولایصلون .

استسقا کی نماز کے لیے امام کا پرہیزگار ہونا بالخصوص اہل بیت رسول ﷺ سے ہونا (بہتر و) مستحب ہے۔بجلی کے چمکنے اور بادل کے گرجنے پر سبحان اللہ کی تسبیح کا ورد کیا جائے۔اورنزول باراں کے وقت یہ دعا پڑھتے رہے۔الـلـهـم صیبـا نافعا (اے اللہ،نفع بخش بارش برسا) نیز یہ دعا بھی پڑھتے رہے۔ مطرنا بفضل الله و رحمته (ہم پر اللہ کے فضل اوراس کی رحمت سے ہی رحمت باراں برسی ہے) کسی شخص کا یہ کہنا کہ فلاں ستارہ کی وجہ سے ہم پر بارش برسی ہے مکروہ ہے۔نیز ہوا کو گالی دینا بھی مکروہ ہے۔اگرلوگوں کو بارش کی کثرت کی وجہ سے ضرر پہنچ رہا ہوتو بارگاہ خداوندی میں اس کے بند ہونے کے لیے یہ دعا پڑھتے رہیں کہ یہ بھی سنت ہے،نماز نہ پڑھیں:الـلـهـم حوالینا ولا علینا (اے اللہ!ہمارے اردگرد برسے ہم پر نہ برسے)۔

فصـل : مـن تـــرک الـصـلـوة فرضا جاحدا لوجوبه فهو مرتد وکسلا او تهاونااو تـرک الوضو عمدا لا الجمعة قتل حدا بترک فـرض واحد اذا اخرجه عن وقت الضرورة ففی ترک الصلوة الظهر لا یقتل حتی یخرج وقت العصر ثم یضرب عنقه بعد الاستتابة و یغسل و یصلی علیه و یدفن فی مقابر المسلمین ولا یطمس قبره .

کتاب الجنائز : لیکثر کل احد ذکر الموت و یستعد له بالتوبة و رد المظالم و المریض اولی به ویسن له التداوی ...

فصل، تارک صلوۃ کا بیان: جومسلمان فرض نماز کی فرضیت کا انکار کرتے ہوئے اسے ترک کردے تو وہ شخص مرتد ہوجائے گا۔ البتہ کوئی شخص محض کاہلی یا غفلت کی وجہ سے نماز ترک کرے یا جان بوجھ کر بغیر وضو کے نماز پڑھ لے۔ خواہ ایک وقت کی فرض نماز ترک کرے تو بطور سزا اسے قتل کیا جائے گا۔ جبکہ اس نے اسے فرض وقت تک ادا نہ کیا ہو؛ لہٰذا کسی کے نماز ظہر ادا نہ کرنے کی صورت میں اسے اس وقت تک قتل نہیں کیا جائے گا جب تک کہ عصر کا وقت ختم نہ ہوجائے۔ پہلے اس سے توبہ کرتے ہوئے (نماز پڑھنے) کا مطالبہ کیا جائے؛ ورنہ اسے قتل کیا جائے۔ (قتل کے بعد) اسے غسل دیا جائے اور اس پر نماز جنازہ پڑھکر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے مگر اس کی قبر کو زمین کے برابر (بے نشان) نہ کیا جائے۔

جنازہ کا بیان: (۱) ہر مسلمان کو چاہیئے کہ موت کو کثرت سے یاد کرتے رہے اور (مدام) توبہ کرتے ہوئے موت کی تیاری میں لگا رہے۔ لوگوں کے تلف کردہ حقوق لوٹا دے۔ مریض کے لیے ان امور کی تاکید زیادہ ہے۔ مریض کو بیماری کا علاج کرتے رہنا مسنون ہے۔

(۱) جنائز جنازۃ کی جمع ہے۔ جنازہ ''جیم'' کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ دو مشہور لغتیں ہیں۔ جنازہ کا مادۂ اشتقاق جنز ہے۔ جس کے لغوی معنی ستر کرنے اور ڈھانپنے کے آتے ہیں۔ اور اصطلاح شریعت میں جنازہ کا اطلاق اس میت پر ہوتا ہے جو نعش یعنی تابوت میں رکھی ہو۔ (حاشیۃ الجمل/ شرح المہذب/ حاشیۃ البجیرمی)

ویکـره الالـحـاح عـلیـه بشـرب الـدواء و تـمنی الموت بضرر نزل به لالخوف فتنة فی دینه و یـضجع المحتضر الایمن فان تعذر فعلی قفاه ووجهـه و اخمصاه الی القلبة کالمحتضر و یلقن الشهادة بلا الحاح و یقرأ عنده یسین و یحسن الظن بالله تعالیٰ فاذا امات غمض عیناه و شـد لـحیـاه بـعصابة و لین مفاصله و یستر بثوب خفیف ووضع علی بـطـنـه ثقیل و یوضع علی سریر و نحوه و ینزع ثیابة التی مات فیها و یوجهه الی القلبة کالمحتضر و یتولی ذلک کله ارفق محارمه ...

البتہ اسے دوا کھانے پر اصرار کرنا منع ہے۔اسی طرح تکلیف کے پہنچے پر موت کی تمنا کرنا بھی مکروہ ہے ہاں، دین میں فساد واقع ہونے کا خوف ہو تو موت کی خواہش کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ جسے سکرات لگی ہو اسے دائیں پہلو پر (قبلہ رخ) لٹایا جائے اور اگر اس طرح لٹانا مشکل ہو تو اسے چت گدی کے بل لٹا کر اس کا چہرہ قبلہ کی طرف کریں۔بغیر اصرار کے اسے کلمہ شہادت کی تلقین کرتے رہیں نیز اس کے پاس سورۂ یٰسین کی تلاوت بھی شروع کردیں۔مرنے والے کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں حسن ظن رکھے۔جب وہ موت کی آغوش میں چلا جائے تو اس کی آنکھوں کو بند کردیا جائے اور اس کے دونوں جبڑوں کو کسی پٹی سے باندھ کر اس کے بدن کے جوڑوں کو نرم کریں۔پھر کسی ہلکی چادر سے پورے بدن کو ڈھانک کر اس کے پیٹ پر کوئی وزنی چیز رکھ دیں۔پھر اسے (غسل دینے کے لیے) تخت وغیرہ پر رکھ کر اس کے وہ کپڑے اتار لیے جائیں جس میں اس کا انتقال ہوا تھا۔ اور پھر اس میت کو سکرات والے شخص کی طرح قبلہ رخ کریں۔یہ جملہ امور اس کے محرم رشتہ داروں میں سے وہی انجام دے جو اس پر زیادہ مہربان رہا ہو۔

و یستحب المبادرة الی قضاء دینه و تنقیذ وصیته ثم یشرع فی غسله عند تیقن موته و غسله ولو غرق و تکفینه و الصلوة علیه ودفنه فرض کفایة واقل الغسل تعمیم البدن بالغسل بعد ازالة النجاسة ولا یشترط نیة الغاسل حتی لو غسل الکافر مسلما جاز و الاکمل وضعه فی موضع خال مستور علی لوح و نحوه و یغسل فی قمیص بماء بارد الغاسل و یعد الغاسل خرقتین نظیفتین ثم یجسله علی المغتسل مائلا الی ورائه و یضع یمینه علی کتفه و ابهامه فی نقرة قفاه و یسند ظهره الی رکبته الیمنی ثم یمر یساره علی بطنه امرارا بلیغا لیخرج مافیه ثم یضجعه علی قفاه و یغسل بیساره و علیها احدی الخرقتین سواتیه ...

میت کے قرض کی ادائیگی میں اوراس کی وصیت کونافذ کرنے میں عجلت کرنا مستحب ہے۔ کسی بھی شخص کی موت، کا یقین ہونے پر ہی اسے غسل دینا شروع کریں۔ اگر کوئی شخص پانی میں ڈوب کر ہی مرا ہوتو بھی اسے غسل دیا جائے گا۔ میت کو کفنانا، اس پر نماز جنازہ پڑھنا اور دفن کرنا فرض کفایہ ہے۔ غسل کا مختصر طریقہ یہ ہے۔ ازالۂ نجاست کے بعد پورے بدن پر پانی بہایا جائے۔ غاسل کے لیے نیت غسل واجب نہیں ہے یہاں تک کہ اگر کسی کافر نے مسلم میت کو غسل دیا تو غسل صحیح ہوگا۔ غسل کا مکمل طریقہ یہ ہے کہ میت کو مقام خلوت میں، باپردہ کسی تخت وغیرہ پر رکھے اور قمیص ہی میں ٹھنڈے پانی سے غسل دیا جائے اور غاسل دوصاف ستھرے پارچے تیار رکھے پھر میت کو مقام غسل (تخت) پر ذرا پیچھے کی طرف جھکا کر بٹھائے اور اپنا داہنا ہاتھ اس کے کاندھے پر اور انگوٹھا اس کی گردن کے منکے میں رکھے اوراس کی پیٹھ کو اپنے داہنے گھٹنے سے سہارا دے پھر اپنا بایاں ہاتھ اس کے پیٹ پر دباؤ ڈال کر پھیرتے رہے، تاکہ اس میں غلاظت ہوتو خارج ہو جائے۔ پھر اسے پیٹ کے بل لٹا دیا جائے اور اپنے بائیں ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر اس کی دونوں شرم گاہوں کو دھل دے۔

ثم یدخل اصبعه فی فمه و علیها الخرقة الاخری و یمرها علی اسنانه و یـزیـل مافی منخریه و یؤضئه کالحیثم یغسل راسه و لحیته بسدر و نـحـوه و یسـرحهـما بمشط واسع برفق و یرد المنتتف الیه ثم یغسل شـقه الایمن ثم الایسر ثم یحرفه الی شقه الایسر فیغسل شقه الایمن مـا یـلـی الـظهـر ثم یحرفه الی شقه الایمن فیغسل الایسر کذلک و هذه غسلة واحدة و یستحب ثانیة و ثالثة و یستعان فی الاولی بسدر او خـطـمی ثم یصب الماء القراح من قرنه الی قدمه بعد زوال السدر و یستعمل فی غسله قلیل کافور و لو خرجت منه نجاسة ازیلت و لم یـعد الوضوء و الغسل و للغاسل النظر الی غیر العورة بقدر الحاجة و من تعذر غسله یمم . . .

پھر بائیں ہاتھ کی انگلی پر دوسرا کپڑا لپیٹ کر اس کے منہ میں داخل کریں اوراس کے دانتوں کی صفائی کریں اوراس کے نتھنوں میں جو غلاظت ہو اسے صاف کریں پھر اسے زندہ آدمی کی طرح وضو کرائیں، اوراس کے سر اور داڑھی کو بیری وغیرہ کے پانی سے دھوئے ۔ پھر سر اور داڑھی میں کشادہ کنگی سے نرمی کے ساتھ کنگی کریں پھر آگے سے بدن کا دایاں حصہ دھوئے پھر بایاں حصہ پھر اسے بائیں کروٹ لٹا کر اس کے داہنے حصے کو دھوئے جو کہ پشت سے متصل ہے۔ پھر اسے داہنی کروٹ لٹا کر اس کا بایاں حصہ اسی طرح دھوئے اور یہ ایک مکمل غسل ہوا۔اسی طرح دوسری اور تیسری مرتبہ غسل دینا مستحب ہے۔ پہلے غسل میں بیری کے پتوں یا خطمی (ایک قسم کی گھاس) سے مدد لی جائے۔ پھر بیری کے پانی کے اثر کو زائل کرنے کے بعد سر سے پاؤں تک خالص پانی بہائے اور ہر ایک مرتبہ کے پانی میں تھوڑا سا کافور ملائے۔ اگر میت کو(کفنانے سے پہلے) کچھ نجاست نکلے تو اسے صاف کردے اور وضو غسل کا اعادہ نہ کریں۔ غاسل کو میت کی ستر کو بقدر حاجت دیکھنا جائز ہے۔ جس میت کو غسل دینا مشکل ہو اسے تیمّم کرایا جائے گا۔

وللجنب و الحائض غسل الميت بلاكراهة و اذا مات احدهما كفاه غسل واحد و ليكن الغاسل امينا فان راى خيرا ذكره او قبحا ستره و لوتنا زعا اخوان او زوجتان فی الغسل قرع بنيهما الكافر احق.بالغسل قريبه الكافر والحنوط مستحب و يغسل الرجال الرجال و النساء النساء و يغسل السيدة و مستولدة و مكاتبة ان لم يكن مزوجات او معتدات لابالعكس و اذا اغسل احد الزوجين الاخر لف خرقة علی يديه ولايمسه و الخنثی كالصغير يغسله الرجال اوالمراة و اذا لم يحضرالا اجنبی اواجنبية يمم و اولی الرجال بالغسل اولاهم بالصلوة عليه ...

جنبی اور حائضہ عورت کا میت کوغسل دینا بلا کراہت جائز ہے۔ جب حائضہ یا جنبی میں سے کوئی مرجائے تو اس کے لیے ایک ہی غسل کافی ہے۔ غاسل کا امین ہونا مستحب ہے۔ غاسل اگر میت میں کوئی خوبی دیکھے تو اسے لوگوں سے بیان کرے اور اگر کوئی برائی دیکھے تو اسے چھپائے۔ اگر (درجہ میں یکساں) دو بھائی یا دو بیویاں میت کوغسل دینے میں جھگڑا کریں تو ان کے مابین قرع اندازی کی جائے گی۔ کا فر اپنے کا فرقرابت دار کے غسل کے لیے اولی ہے۔ غسل میں مرکب خوشبو کا استعمال مستحب ہے مردوں کو مرد اور عورتوں کو عورتیں ہی غسل دیں۔ مالکہ اور مستولدہ اور مکاتبہ عورت اگر غیر شادی شدہ ہوں تو غسل دیں یا عدت والی نہ کہ بالعکس اور جب میاں بیوی میں سے کوئی ایک دوسرے کی میت کو غسل دینا چاہے تو اپنے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ لے اور اسے مس نہ کریں۔ زنخا کی میت بچہ کی طرح ہے۔ اسے مرد یا عورت بھی غسل دے سکتی ہے۔ اگر کسی میت کو غسل دینے کے لیے اجنبی مرد یا اجنبی عورت کے سوا کوئی نہ ہوتو میت کو تیمّم کرایا جائے گا۔ میت کو غسل دینے کے لیے مردوں میں وہی اولی ہے جو اس پر نماز جنازہ پڑھانے میں اولی ہے۔

و يـغسـل المرأة نساء القرابة و اولاهن من لها محرمية ثم الاجنبيات ثـم الـزوج وان نـكـح اختها ثم الرجال المحرم كترتيبهم فى الصلوة لامـن لامـحـرمية لـه كـابن العم ولا يختن الميت و لا يقرب المحرم طيبـا و لايوخذ شعره وظفره و تطيب المعتده و يباح فى غير المحرم ازالة شعرا لابط و شاربة و عانته .

فصل: و يكفن الميت بماله لبسه و اقله مايستر العورة فلا ينفذ و صيتـه بـاسـقـاطـه و لـه ولرب الدين منع الزيادة لاللوارث و الافضل للذكر ثلث لفائف و يجوز زيادة قميص وعمامة ...

عورت کی میت کو قرابت دار عورتیں ہی غسل دیں۔ ان میں سے مقدم و اولی وہ عورت ہے جسے اس کے ساتھ رشتہ محرمیت حاصل ہے۔ پھر اجنبی عورتیں پھر شوہر خواہ وہ اس کی بہن سے نکاح کر لے۔ پھر محرم مرد اولی ہیں۔ نماز جنازہ کی ترتیب کا لحاظ کرتے ہوئے جس مرد کو میت کے ساتھ رشتہ محرمیت حاصل نہ ہو جیسے چچا کا بیٹا تو وہ عورت کو غسل نہ دیں۔ میت کا ختنہ کرنا جائز نہیں ہے۔ احرام والی میت میں خوشبو کا استعمال نہیں کیا جائے گا۔ نہ ہی اس کے بال تراشے جائیں گے اور نہ ہی اس کے ناخن کاٹے جائیں گے۔ عدت وفات گذارنے والی میت میں خوشبو کا استعمال کیا جائے گا۔ غیر محرم میت کے بغل اور مونچھ کے بال اور مونچھ زیر ناف کا ازالہ کرنا جائز ہے۔

کفن دفن کا بیان : میت کو اسی کپڑے میں کفنایا جائے جس کا پہننا اس کے لیے جائز ہو۔ کم سے کم کفن ایک ایسی چادر ہے جو مقام ستر کو چھپا سکے۔ کسی بھی شخص کی اسے کفن کی کم سے کم مقدار نہ پہنانے کی وصیت نافذ نہیں ہوگی۔ البتہ مرنے والے کو اور قرض خواہ کو زائد کفن سے روکنے کا اختیار ہے (اور اس پر عمل بھی کیا جائے گا) وارثین کو کوئی اختیار نہیں ہوگا۔ مرد کے لیے افضل تین چادریں ہیں۔ نیز ایک قمیص وعمامہ کی زیادتی بھی جائز ہے۔

والأفضل للمرأة خمسة إزار و خمار و قميص و لفافتان و من كفن منهما فى ثلثة فهى لفائف و الاحب فيه البياض و يكره المصعفر والمغالات فيه والغسيل اولى من غيره و محله اصل التركة ثم من عليه النفقة من قريب. وسيد ثم بيت المال و كفن المرأ ة و مؤنة تجهيزها على زوجها ثم فى تركتها ثم من عليه نفقتها و يبسط احسن اللفائف واوسعها ثم الثانية فوقهاثم الثالثة كذلك و يذ رعلى كل واحدة حنوط و يوضع الميت عليها مستلقيا و عليه حنوط و كافور و يشد الياه و يجعل على منافذ ة و جوائفة قطن ثم يلف عليه اللفائف و تشد و ينزع فى القبر ولا يلبس المحرم الذكر مخيطا و يستررأسه ولا وجه المحرمة .

اورعورت کے لیے افضل پانچ کپڑوں کا کفن ہے ۔ازار اور اوڑھنی، قمیص اور دو چادریں۔ پسندیدہ کفن سفید رنگ کا ہے۔میت کو زرد رنگ کا کفن دینا اور کفن میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے۔ دھلا ہوا کفن غیر دھلے ہوئے کفن سے بہتر ہے۔کفن کا بار پہلے تو میت کے اصلی ترکہ پر ہوگا۔ پھر اس کے رشتہ دار یا آقا کے مال سے جس کے ذمہ اس کا نان ونفقہ ہے۔پھر بیت المال سے (کفن دیا جائے گا) اور بیوی کی تجہیز وتکفین کا سارا بار پہلے اس کے شوہر پر ہوگا۔ پھر اس کے ترکہ میں سے کفن دیا جائے گا پھر اس شخص کے مال سے جس کے ذمہ اس کا نان ونفقہ واجب تھا۔ چادروں میں بہترین اور کشادہ چادر پہلے بچھائی جائے پھر اس پر دوسری چادر بچھائے پھر اسی طرح اس پر تیسری چادر بھی بچھائے۔ ہر چادر پر مرکب خوشبو کا چھڑکاؤ پھر اس پر میت کو پشت کے بل لٹائے اور اس پر بھی حنوط وکافور (کی مرکب خوشبو) لگائے اور میت کے دونوں کو لہوں کو پٹی سے باندھے اور بدن کے جملہ سوراخوں میں حنوط وکافور ملا ہوا پھایا رکھا جائے پھر میت پر (بقیہ) چادریں لپیٹی جائیں اور بند باندھے جائیں البتہ قبر میں وہ بند کھولے جائیں۔ محرم مرد کی میت کو سلا ہوا کپڑا نہ پہنائے۔محرم مرد کا سر اور محرم عورت کا چہرہ نہ ڈھانکے۔

فصـل: حـمـل الـجـنازة بين العمودين افضل من التربيع و هوان يـضـع الـخشبتيـن الـمقدمتين على عاتقيه و يحمل المؤخر رجلان و التـربيـع فى مقدمها اثنان و فى مؤخرهما اثنان و لايحمل الجنازة الا الـرجال وان كان انثى و يحرم حملها على هيئة مزرية او هيئة يخاف مـن سقوطها و يندب للمرأة ما يسترها كالتابوت ولا يكره الركوب فـي الـرجـوع ولا هـلـه و نـحـوهـم تقبيل وجهه ولابأس باعلام موته للصلوة و اتباع المسلم جنازة قريبة الكافر و يكره اللفظ عنه الجنازة واتبـاعها بنار ويسن المشئى امامها بقربها والاسراع بها ان لم يخف تغيره و المكث الى موارا ثه .

جنازہ اُٹھانے کا بیان : جنازہ کو دولکڑیوں کے درمیان سے اٹھانا تربیع سے افضل ہے۔ وہ اس طرح کہ ایک آدمی اگلی دونوں لکڑیاں اپنے دونوں کاندھوں پر رکھے۔(اور اپنا سر دونوں لکڑیوں کے درمیان رکھے)اور پچھلی دونوں لکڑیاں دو آدمی اپنے کاندھوں پر رکھے۔ اور تربیع کی صورت یہ ہے کہ جنازہ کو آگے سے دو آدمی اور پیچھے سے دو آدمی اپنے کاندھوں پر اٹھائیں۔(اور اسی پر عمل ہے) جنازہ کو مرد ہی اٹھائیں۔خواہ جنازہ کسی عورت کا ہی ہو۔عورت کے جنازہ کے لیے ایسی نعش کا اہتمام کرنا مندوب ہے جو اسے چھپا سکے۔ جیسے گہوارہ وغیرہ (تدفین میت کے بعد) سواری پر لوٹنا مکروہ نہیں ہے۔اور نہ ہی میت کے قرابت داروں کو اسے بوسہ دینے میں کوئی کراہت ہے۔اور اسی طرح کسی میت پر نماز جنازہ کا اعلان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔کسی مسلمان کا اپنے قریبی کافر رشتہ دار کی ارتھی میں جانا مکروہ نہیں ہے۔کسی میت کے بارے میں لغوبات کرنا اور اس کے ساتھ آگ لے جانا مکروہ ہے۔ جنازے کے آگے اس سے قریب ہو کر چلنا مسنون ہے۔ اور اسی طرح جنازے کو جلدی لے کر چلنا بھی مسنون ہے اگر میت کے بگڑ جانے کا خوف نہ ہو۔(عادتاً تیز چلنا مراد ہے دوڑنا مراد نہیں ہے) اور میت کے وارثین کے لیے ٹھہرنا بھی سنت ہے۔

باب صلوة الجنازة : لصــلوة الجنــازة ارکان احــدها النية

نماز جنازہ کا بیان(۱): نماز جنازہ کے چند ارکان ہیں ۔ پہلا رکن: نیت کرنا ہے ۔

(۱) نماز جنازہ ہجرت کے پہلے سال مدینہ طیبہ میں مشروع ہوئی ۔ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے سب سے پہلے حضرت اسعد ابن زررزہ کی نماز جنازہ پڑھائی ۔اور سب سے پہلے غائبانہ نماز جنازہ حضرت نجاشی کی پڑھائی ۔امام فاکہانی مالکی کی رائے کے مطابق نماز جنازہ امت محمد یہ کے خواص سے ہے ۔اور یہی قول مشہور ہے ۔البتہ ایک قول یہ بھی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کا وصال ہوااس وقت فرشتے ان کے لیے جنت سے مرکب خوشبواور طاق عدد میں کفن لے کرآئے ۔انھیں غسل دیا ۔پھرایک فرشہ نے نماز جنازہ پڑھائی ۔اورانھیں دفن کیا پھر فرشتوں نے حضرت شیث علیہ السلام سے فرمایا:"هـذه سنتكم فى موتاكم " کہ تم اپنی اولاد کی تجہیز وتکفین اور تدفین ایسے ہی کرنا ۔ایک روایت میں حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے یہ مروی ہے ۔جب حضرت آدم علیہ السلام کا انتقال ہوا تو حضرت شیث علیہ السلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے عرض کی کہ آپ نماز جنازہ پڑھائیں ۔اس پر حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ آپ زیادہ حقدار ہیں آپ ہی پڑھائیں ۔حضرت شیث علیہ السلام نے تین تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھائی ۔مذکورہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ میت کے غسل وتکفین اور نماز وتدفین کا رواج امم سابقہ میں بھی تھا ۔مگر قول اول راجح ہے ۔محدثین نے دونوں روایتوں کے مابین یہ تطبیق دی ہے کہ اُمم سابقہ میں غسل وتکفین اور نماز وتدفین کے احکامات مختلف تھے ۔بعض محدثین نے نماز جنازہ کی تعبیر مطلق دعا سے کی ہے ۔ام امؤمنین حضرت خدیجہ اور ام المؤمنین حضرت سودہ کے چچازاد بھائی اور ان کے پہلے شوہر حضرت سکران رضی اللہ تعالی عنہم کا انتقال تو مکۃ المکرّمہ ہی میں ہوا تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی ۔اگر نماز جنازہ مشروع ہوئی ہوتی تو یقیناً پڑھائی جاتی ۔نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ کو خبر ملی کہ براء ابن معرور کا انتقال ہو چکا ہے ۔نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ ان کی قبر پر تشریف لائے اور آپ کی نماز جنازہ پڑھائی ۔تاریخ اسلام میں یہ پہلی نماز جنازہ ہے جو قبر پر پڑھی گئی ۔(حاشیۃ البجیر می علی الخطیب/ حاشیۃ البجیر می علی المنہج)

ووقتها کما فی غیرها من الصلوات و لا بد فیها من نیة الفرض ولا یشترط التعرض لفرض الکفایة ولا تعین المیت ولو عین و اخطأبطلت وان حضر اموات نو الصلوة علیهم وان اختلط موتی المسلمین بالکفار و جب غسل الجمیع و الصلوة علیهم مع النیة للمسلمین وان صلی علی کل واحد مع النیة للمسلم فهو افضل و یقول فی الدعاء" اللهم اغفرله ان کان مسلما" و یشترط فی صلوة المیت تقدم الغسل فلو تعذر اخراجه لموته تحت هدم و نحوه لم یصل علیه ...

نماز جنازہ کی نیت کا وقت اس کے علاوہ دوسری نمازوں کے اوقات نیت کی طرح ہے۔نماز جنازہ کے لیے نیت فرضیت واجب ہے اور فرض کفایہ کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے۔اور نہ ہی میت کی تخصیص کرنا ضروری ہے۔اگر کوئی میت کو متعین کرے اور متعین کرنے میں غلطی ہوجائے تو نماز باطل ہوجائے گی۔اگر چند جنازے حاضر ہوں تو سبھوں پر ایک ساتھ نماز جنازہ کی نیت کرلے۔اگر مسلمانوں کی لاشیں کافروں کی لاشوں کے ساتھ خلط ملط ہوجائیں تو تمام مردوں کو غسل دینا واجب ہے۔اسی طرح ان تمام لاشوں پر نماز پڑھنا بھی واجب ہے۔البتہ نیت صرف مسلمان مردوں کی کی جائے گی۔اور اگر ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ بنیت مسلم نماز پڑھی جائے تو یہ افضل ہے۔ایسی نماز جس میں مسلمانوں اور کافروں کی لاشیں خلط ملط ہوں تو اس نماز میں مردے کے لیے دعائے مغفرت اس طرح کرے:'**اللهم اغفره ان کان مسلما**' (اے اللہ اگر یہ میت مسلمان کی ہے۔تو اسے بخش دے) نماز جنازہ کے لیے غسل کا نماز سے پہلے واقع ہونا شرط ہے۔کسی کے گڑھے وغیرہ کے نیچے دب کر مرجانے کی صورت میں اگر اس کا نکالنا دشوار ہو تو اس پر نماز نہیں پڑھی جائے گی۔

و يـجوز الصلوة عليه قبل تكفينه و يشترط ان لا يتقدم على الميت و على القبر و يجوز الصلوة عليه فى المسجد ...

میت کو کفنانے سے پہلے اس پر نماز پڑھنا جائز ہے۔نماز جنازہ کی صحت کے لیے قبراور میت سے آگے نہ بڑھنا مشروط ہے۔میت کو مسجد میں رکھ کر اس پر نماز پڑھنی جائز ہے۔(۱)

(۱) امام شافعی رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا، پڑھانا بلا شبہ جائز ہے۔مسلم شریف، میں ''باب الصلاۃ علی المیت فی المسجد''میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے۔جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت عائشہ اور ایک دوسری روایت کے مطابق ازواج مطہرات رضی اللہ تعالی عنھن نے جنازہ کو مسجد میں لانے کا حکم دیا تا کہ وہ ان کی نماز جنازہ پڑھ لیں اس پر لوگوں نے انکار کیا تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ لوگ کتنے جلدی اس واقعہ کو بھول گیے،اور کتنے جلدی ہم پر عیب لگا رہے ہیں اور ہم پر اس بات پر نکتہ چینی کر رہے ہیں جس کے بارے میں وہ بےعلم ہیں۔حالانکہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے خود حضرت سہیل پر مسجد ہی میں نماز جنازہ پڑھی ہے۔ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے یہ فرمایا کہ بخدا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حضرت بیضاء یا ابن بیضاء کے دونوں بیٹوں پر مسجد ہی میں نماز پڑھی تھی۔

احادیث مقدسہ کے الفاظ بھی ملاحظہ فرمائیں:' ان عـائشـه امرت(و فى رواية ارسل ازواج الـنبـى صـلـى الـلـه تعالى عليه وسلم ان يمروا بجنازته فى المسجد) ان يمر بجنازة سـعـد بـن ابـى وقـاص فـى الـمسـجـد فتصلى عليه فانكر الناس ذلك عليهافقالت مـااسـرع مـا نسى الناس ماصلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم على سهيل بـن بيـضـا الا فـى الـمسجد دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں عابوا علينا ان يمروا بـجـنازة فى المسجد و ما صلى رسول الله لى الله تعالى عليه وسلم على سهيل ابن بيضاء الا فى جوف المسجد ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں ،والله لقد صلى ر سول الله لى الله تعالى عليه وسلم على ابن بيضا فى المسجد .

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی ہے اور یہ جائز ہے۔اب اس مسئلہ کے اثبات پر فقہائے شوافع کی تصریحات بھی ملاحظہ فرمائیں۔شارح مسلم امام نووی شافعی علیہ الرحمۃ اس حدیث پاک کے ماتحت فرماتے ہیں:'و فـــى هـــذ ا الـحـديــث دليـل لـلشـافـعـى و الاكـثـريـن فـى جواز الصلاة علـى الميـت فـى

المسجد' (شرح مسلم للنووی/۴/ ۳۹۶) اوراس حدیث پاک میں امام شافعی اوراکثر علمار حمہم اللہ کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ کے جائز ہونے کی دلیل موجود ہے۔

مہذب میں ہے:"و یجوز فعلها فی المسجد وغیره لما روت عائشة رضی الله تعالی عنها ان النبی صلی الله تعالی علیه وسلم صلی علی سهیل ابن بیضاء فی المسجد" مسجد اور غیر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی بیان کردہ اس روایت کی وجہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حضرت سہیل بن بیضاء رضی اللہ تعالی عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھائی۔امام نووی رضی اللہ تعالی عنہ اس کے ماتحت شرح المہذب میں مذہب شافعیہ کو بیان فرماتے ہیں:الصلاة علی المیت فی المسجد صحیحة جائزة لا کراهة فیها بل هی مستحبة (شرح المہذب) یعنی مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا بلا کراہت صحیح، جائز بلکہ مستحب ہے۔اور روضۃ میں ہے:" لاتکره الصلاة علی المیت فی المسجد قال اصحابنا بل الصلاة فیه افضل " (روضۃ الطالبین) مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے بلکہ ہمارے اصحاب فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ مسجد میں ادا کرنا افضل ہے۔اور باجوری میں ہے:"یسن ان تکون الصلاة علیه بالمسجد بثلاثة صفوف فاکثر" (باجوری) یعنی مسنون ہے کہ نماز جنازہ مسجد میں تین یا تین سے زائد (طاق) صفیں بنا کر ادا کی جائے۔اور فیض الالہ المالک میں ہے:" ولا تکره فی المسجد بل تستحب فیه" اور مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔ہاں! اگر میت کے تغیر وتبدل کی وجہ سے مسجد کے پلید وآلودہ ہونے کا خوف ہو تو مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔مغنی میں ہے:"(و تجوز) بلاکراهة بل یستحب کما فی المجموع (الصلاة علیه) ای المیت(فی المسجد)ان لم یخش تلویثه" (مغنی المحتاج الی معرفۃ الفاظ المنہاج) اور اگر مسجد کے پلید و آلودہ ہونے کا خوف نہ ہو تو مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنا بلا کراہت جائز بلکہ مستحب ہے (ورنہ جائز نہیں ہے) جیسا کہ امام نووی نے مجموع میں بیان فرمایا ہے۔احادیث مبارکہ اور فقہائے شوافع کی مذکورہ بالا تصریحات سے واضح ہوا کہ شافعیہ کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا، پڑھانا جائز بلکہ مستحب وافضل ہے کیونکہ مسجد افضل مکان ہے۔کسی بھی مسلمان کے لیے یہ روا نہیں ہے کہ وہ کسی بھی شافعی المذہب کو مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے، پڑھانے سے روکے۔مذاہب اربعہ کا مسائل فقہیہ میں باہمی اختلاف، فروعی اختلاف ہے جسے تاجدار رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے رحمت سے تعبیر کیا ہے۔سنی شافعی ہو یا سنی حنفی کسی کے لیے یہ ہرگز روا نہیں ہے کہ وہ ایک دوسرے کی تضلیل و تفسیق یا تجہیل کرے۔یا ایک دوسرے پر اپنی برتری کا اظہار کرتے پھرے۔آخر مذاہب اربعہ کے برحق ہونے کا مطلب کیا ہے؟ کیا صرف زبانی برحق ہیں یا عملاً بھی؟ مذاہب اربعہ یقیناً برحق ہیں اور سبھی ایک ہی چشمہ صافی سے سیراب ہوئے ہیں۔(واللہ سبحانہ وتعالی اعلم)

و یسن جعل المسلمین ثلثة صفوف فاکثر و اعادة الصلوة علیه مستحبة ولا تؤخر الجنازة لزیادة المصلین و قاتل نفسه کغیره فی الغسل و الصلوة ولونوی الامام صلوة غائب و الماموم صلوة الحاضر اوعکس جاز . الثانی اربع تکبیرات و لاتبطل بالخامسة لکن لایتابع الامام فیها بل ینوی المفارقة و یسلم او ینتظر لیسلم معه. الثالث: قرأة الفاتحة بعدالاولی و لو قرأها فی غیرها جاز الرابع الصلوة علی النبی صلوة الله علیه وسلم بعد الثانیة و لایجب علی الال الخامس الدعا للمیت بعد الثالثة السادس السلام کما فی غیرها من الصلوة ...

مسلمانوں کی تین یا اس سے زائد صفیں بنانا مسنون ہیں اور میت پر نماز کا اعادہ بھی مستحب ہے۔نمازیوں کی کثرت کے انتظار میں نماز جنازہ میں تاخیر نہیں کی جائے گی۔اگر امام نے کسی جنازہ پر غائبانہ نماز کی نیت کی اور مقتدی نے حاضر کی یا اس کے برعکس تو یہ جائز ہے۔ **دوسرا رکن:** چار تکبیرات ہیں۔پانچویں تکبیر سے نماز باطل نہیں ہوگی مگر مقتدی اس تکبیر میں امام کی پیروی نہ کرے۔بلکہ مفارقت کی نیت کر لے اور سلام پھیر دے یا امام کا انتظار کرے تا کہ اس کے ساتھ ہی سلام پھیر سکے۔**تیسرا رکن:** پہلی تکبیر کے بعد سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرنا ہے اگر کوئی پہلی تکبیر کے علاوہ کسی دوسری تکبیر کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھے تو یہ جائز نہیں ہے۔**چوتھا رکن:** دوسری تکبیر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا ہے۔ دوسری تکبیر کے بعد آل محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر درود پڑھنا واجب نہیں ہے۔**پانچواں رکن:** تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعاے مغفرت کرنا ہے۔**چھٹا رکن:** دیگر نمازوں کی طرح سلام پھیرنا ہے۔

السـابـع القيام للقادر ويسن رفع اليدين فی التكبيرات و الاسرار ولو ليـلا والتعوذ دون دعاء الاستفتاح و المأثور من الدعاء اولی من غيره .واوليه لغير الطفل "اللهم اغفر له و ارحمه و عافه و اعف عنه واكرم نـزله ووسع مدخله واغسله بالماء الثلج و البرود نقه من الخطايا كما نـقيـت الثوب الابيض من الدنس و ابدله له دارا خيرا من داره و اهلا خيرا من اهله و زوجا خيرا من زوجه و ادخله الجنة واعذه من عذاب القبر و فتنة و من عذاب النار" ...

ساتوں رکن : قیام کی قدرت رکھنے والے کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنا۔ جملہ تکبیروں میں رفع دین کرنا اور قرأت اسرار سے کرنا خواہ نماز جنازہ رات میں پڑھی جائے۔ سورۂ فاتحہ سے پہلے تعوذ پڑھنا اور دعائے افتتاح نہ پڑھنا سنت ہے۔ دعائے ماثورہ کا پڑھنا غیر ماثورہ دعا سے افضل ہے۔ اگر میت بچہ کی نہ ہو تو یہ دعا پڑھنا اولی ہے :

'اللهم اغفر له و ارحمه و عافه و اعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله واغسله بـالماء والثلج و البرد ونقه من الخطايا كما نقيت الثوب الأبيض من الدنس و ابـدل لـه دارا خيـرا مـن داره و أهـلا خيـرا من أهلـه و زوجا خيرا من زوجـه وأدخله الجنة وأعذه من عذاب القبر وفتنته ومن عذاب النار'.

(اے اللہ اس کی مغفرت فرما اس پر رحم فرما، اسے عافیت عطا فرما، اسے معاف فرما اس کی اچھی مہمان نوازی فرما اس کی قبر کو کشادہ فرما اسے برف اور ٹھنڈے پانی سے نہلا۔ اسے گناہوں سے ایسے پاک فرما جس طرح سے سفید کپڑا گندگی سے پاک کیا جاتا ہے۔ اس کو ایسے گھر سے بدل دے جو اس کے گھر سے بہتر ہو اور اسے ایسے رشتہ دار عطا فرما جو اس کے اہل خانہ سے بہتر ہو اور اسے ایسے زوج (شوہر یا بیوی) عطا فرما جو اس کے زوج سے بہتر ہو اسے داخل جنت فرما اور اسے عذاب قبر اور اس کے فتنہ اور عذاب جہنم سے بچا)۔

و يـقـدم عـليـه" اللهم اغفرلحينا و ميتنا و شاهدنا وغائبنا و صغيرنا و كبيـرنـا و ذكرنا و انثانا اللهم من احييته منا فاحييه على الاسلام ومن تـوفيتـه مـنـا فتـوفه على الايمان"وان كان طفلا قال مع الثانى "اللهم اجـعـلـه لنا فرطا لابويه و سلفاو ذخراوعظة واعتبارا وشفيعا وثقل به مـوازينهما وافرغ الصبر على قلوبهما "ويستحب بعد الرابعة "اللهم لا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعده واغفرلنا وله" ...

اس دعا سے پہلے یہ دعا پڑھے:

'الـلهـم اغفرلحينا و ميتنا و شاهدنا وغائبنا و صغيرنا و كبيرنا و ذكرنا و انثانا اللهم من احييته منا فاحيه على الاسلام ومن توفيته منا فتوفه على الايمان'

(اے اللہ ہمارے زندوں کی ،مرحومین کی حاضرین کی غائبین کی ، چھوٹوں کی ، بڑوں کی ، مردوں کی اورعورتوں کی مغرت فرما اے اللہ ہم میں سے جسے تو زندہ رکھ اور جسے موت دے اسے ایمان پر ہی موت دے)

اگر میت بچہ کی ہوتو دوسری دعا کے ساتھ یہ دعا بھی پڑھے:

'الـلهـم اجـعـلـه لنا فرطا لأبويه و سلفاو ذخرا وعظة واعتبارا وشفيعا وثقل به موازينهما وافرغ الصبر على قلوبهما'.

(اے اللہ اس بچہ کو اس کے والدین کے لیے آگے اور پیچھے آخرت میں مصلحت، ذخیرہ اور وعظ ونصیحت اور اعتبار وشفاعت کا ذریعہ بنا اور اس کے طفیل اس کے والدین کے نامہ اعمال کووزنی بنا اور ان دونوں کے دلوں میں صبر ڈال دیں)

چوتھی تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھنا مستحب ہے:**"الـلهـم لا تـحـرمنا اجره ولا تفتنا بعده واغفرلنا وله'.**

(اے اللہ اس کے ثواب سے ہمیں محروم نہ فرما اور اس کے بعد ہمیں امتحان سے دوچار نہ فرما اور ہماری اور اس کی مغفرت فرما)

ولو تخلف المقتدی من غیر عذر فلم یکبر مع الامام الثانیة او الثالثة حتی کبر الامام المستقبلة بطلت صلوته و المسبوق یکبر و یشرع فی الفاتحة و ان کام الامام فی غیر الاولی فان کبر الامام قبل شروع المأموم فی الفاتحة او بعده وافقه وسقطت عنه القرأة فاذا سلم الامام تدارک مابقی محافظا علی الذکر و الدعاء و یشترط فیها شروط الصلوة دون الجماعة و یسقط الفرض بواحد و مع الرجل لا یکتفی بصلوة النساء و یجوز الصلوة علی الغائب عن البلد و یجب تقدیمها علی الدفن و یجوز بعده. و یختص بمن هو من اهل فرض الصلوة علیه وقت موته ولا یصلی بقبر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و سلم بحال .

اگر مقتدی بلا عذر امام سے پیچھے رہ جائے یا وہ امام کے ساتھ دوسری یا تیسری تکبیر کہنے تک بھی تکبیر نہ کہہ سکے یہاں تک کہ امام اگلی تکبیر کہہ دے تو اس کی نماز باطل ہوگی۔ مسبوق مقتدی تکبیر کہہ کر فاتحہ کی تلاوت شروع کر دے گرچہ کے امام پہلی تکبیر کے علاوہ کسی دوسری تکبیر میں ہو۔ اگر امام مقتدی کے سورۂ فاتحہ شروع کرنے سے پہلے یا اس کے بعد تکبیر کہے تو مقتدی امام کی موافقت کرے اس صورت میں اس سے سورۂ فاتحہ کی قرأت ساقط ہو جائے گی۔ جب امام سلام پھیر دے تو مسبوق بقیہ اذکار و دعاؤں کا تدراک بجالائے۔ نماز جنازہ میں دیگر نمازوں کی شرطیں بھی مشروط ہیں۔ کسی میت پر فرد واحد کے نماز ادا کر لینے سے نماز جنازہ کی فرضیت ساقط ہو جائے گی۔ ایک بھی مرد کی موجودگی میں عورتوں کے نماز جنازہ پڑھ لینے سے فرضیت ساقط نہیں ہوگی۔ شہر سے غائب رہنے والی میت پر نماز جنازہ جائز ہے۔ نماز جنازہ کا میت کو دفن کرنے سے پہلے پڑھنا واجب ہے اور بعد دفن جائز۔ یہ حکم اس شخص کے ساتھ خاص ہے جو اس میت کے مرنے کے وقت نماز جنازہ کی لیاقت و اہلیت رکھتا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اور دیگر انبیا علیہم السلام) کی قبر پر کسی صورت میں نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

فـرع : أولى الناس بالصلوة عليه الاب ثم الجد وان علا ثم الابن ثـم ابـنـه وان سـفل ثم الاخ من الابوين ثم من الاب ثم بنوهما كذا ثم سـائـر الـعـصبـات بتـرتيب الولاية ثم ذوى الارحام الرحم و القريب اولى من الوالى و لواجتمع اثنان فى درجة قدم الأسن والحر أولى من العبـد لـلـقـريـب و يـقف عند رأس للرجل و عجيزةالانثى . و يجوز صـلـوـة واحـدـة عـلـى جنائز. ولا يصلى على كافر بحال و لا يجب غسـلـه . و تـجب تكفينه الذى دفنه.وان وجد عضو مسلم علم موته غسـل و صـلى عليه والسقط لدون اربعة اشهر يوارى بخرقة و يدفن الاربعة فاكثر يجب غلسه و تكفينه و يصلى عليه ان اختلج ...

نماز جنازہ پڑھانے کا بیان: کسی میت کی نماز جنازہ کی امامت کے لیے سب سے اولی میت کا باپ ہے۔ پھر داد پھر بیٹا، پھر پوتا، پھر سوتیلا بھائی پھر سگا بھائی، پھر ان دونوں کے بیٹے پھر سارے عصبات پھر بالترتیب جملہ ذوی الارحام قریبی رشتہ دار، والی سے اولی ہے۔ اگر ایک ہی درجہ کے دو وارثین جمع ہوجائیں تو عمر رسیدہ کو مقدم کیا جائے گا۔ آزاد قریبی غلام سے اولی ہے۔ امام مرد کے سر کے پاس اور عورت کی کمر کے پاس کھڑا رہے۔ متعدد جنازوں پر ایک ہی نماز پڑھنا جائز ہے۔ کسی کافر کی نماز پڑھنا کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے۔ اور نہ ہی اسے غسل دینا واجب ہے۔ اور جس میت کو دفن کیا جائے گا اس کی تکفین واجب ہے۔ اگر کسی مسلمان کا کوئی عضو مل جائے جس کا مرنا معلوم ہو گیا ہو تو اس عضو کو غسل دیا جائے گا اور اس پر نماز بھی پڑھی جائے گی۔ چار ماہ سے کم کا حمل اگر ساقط ہو جائے تو اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کیا جائے۔ اور اگر سقط (کچا بچہ) چار ماہ یا اس سے زیادہ کا ہو تو اسے غسل دینا اور کفنانا واجب ہے اور اگر وہ حرکت کرے تو اس پر نماز پڑھی جائے گی۔

ولا یغسل الشهید ولا یصلی علیه ولو جنبا وھو من مات فی قتال الکفار بسبب من اسبابه ولو بسهم مسلم اووطی فرسه لا ان مات بعد انقضائه اوفیه لابسببه اوفی قتال البغاۃ و تزال عنه نجاسة لا بسبب الشهادۃ و یکفن فی ثیابه الملطخة و نزع الدرع و ثیاب القتال وان لم یکن ثوبه سابغا اتم .

فصل: واقل القبر حفرۃ تکتم الرائحة و تمنع السباع و یندب توسیعه و تعمیقه قامة و و بسطة واللحد اولی من الشق ان لم یکن الارض رخوۃ ...

شہید کو نہ ہی غسل دیا جائے گا اور نہ ہی اس پر نماز پڑھی جائے گی۔خواہ اس کی شہادت جنبی ہونے کی حالت میں ہوئی ہو۔شہید ہر وہ مسلمان ہے جو کافروں کی جنگ میں قتال ہی کے سبب سے مر جائے خواہ وہ (غلطی سے) کسی مسلمان کے ہتھیار سے یا اپنے ہی گھوڑے کے روندنے سے مرا ہو۔اگر وہ لڑائی کے بعد یا جنگ ہی میں بغیر جنگ کے سبب سے یا باغیوں کی جنگ میں مر جائے تو وہ شہید نہیں ہے۔شہید کے بدن سے نجاست کو دور کیا جائے گا۔اور اسے اس کے خون آلودہ لباس ہی میں کفنایا جائے گا۔ شہید کی ڈھال، جنگ کا لباس (زرہ وغیرہ) اتار لی جائے۔اور اگر کفن کا کپڑا کم ہو تو اسے پورا کیا جائے گا۔

قبر و تدفین کا بیان: قبر کم سے کم اتنی گہری ہو جو (نعش کے بوسیدہ ہونے پر) بدبو کو اور درندے کو میت تک پہنچنے سے باز رکھے۔قبر کو کشادہ اور معتدل قد آدم تک گہری کھودنا سنت ہے۔اگر زمیں سخت ہو تو لحد شق سے بہتر ہے۔(۱)

(۱) قبر کی دیوار جو قبلہ رخ ہوتی ہے اس طرف بقدر وسعت میت، گڑھا کھودنا بغلی قبر کہلاتی ہے۔اور نہر نما گڑھا کھود کر دونوں جانب سیدھی دیواریں بنانا قبر کی یہ صورت شق کہلاتی ہے۔(اعانۃ/ باجوری)

و يـوضـع رأ سـه عند مؤخر القبر ويسل من جهة رأسه برفق و يدخله القبر الرجال واولاهم به اولاهم بالصلوة عليه والزوج اولى من غيره و يستحب ان يكونوا وترا. و يوضع فى اللحد على جنبه الايمن مستقبل القبلة و يسند وجهه الى جد راه و ظهره الى لبنة اونحوهاو يقول الذى يدخله" بسم الله و على ملة رسول الله" صلى الله تعالى عليه وسلم و ينصد اللبن على فتح اللحد و يحث من دنا ثلث حثيات من تراب ثم يهال بالمساحيى و يرفع قدر شبر و تسطيحه اولى من تسنيمه و يكره اثنين فى قبر الا لحاجة و يقدم افضلها الى جدار اللحد و يكره ان يجلس على القبر اويطأ و يقرب الزائر قربه منه حيا والدفن فى المقبرة اولى ...

(بوقت دفن) میت کا سرہانہ قبر کی پائتی جانب رکھیں اور سر کی جانب سے ہی نرمی کے ساتھ قبر میں داخل کریں۔ اور اسے قبر میں مرد ہی اتاریں۔ میت کو قبر میں اتارنے کے لیے وہی افراد اولی ہیں جو اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ بیوی کی میت کے لیے مردوں میں شوہر اولی ہے۔ نیز اسے قبر میں اتارنے والوں کا طاق عدد ہونا بھی مستحب ہے۔ میت کو قبر میں داہنے پہلو پر قبلہ رخ لٹائیں اور اس کے چہرہ کو قبر کی دیوار سے اور اس کی پیٹھ کو کچی اینٹ وغیرہ سے ٹیکا لگایا جائے۔ میت کو قبر میں اتارنے والا یہ دعا پڑھے: 'بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ' (بطور نشانی) لحد کے منہ پر کچی اینٹیں نصب کریں۔ جو لوگ قبر سے قریب ہوں وہ تین لپ مٹی ڈالیں۔ پھر کدال سے اس پر مٹی کھینچیں۔ قبر کو ایک بالشت بھر اونچا کریں اور اسے کوہان نما بنانا ہموار بنانے سے اولی ہے۔ دو میتوں کو ایک ہی قبر میں دفن کرنا مکروہ ہے؛ مگر بوقت ضرورت کوئی کراہت نہیں ہے۔ البتہ اس صورت میں دونوں میتوں میں جو بزرگ تر ہو اسے لحد کی دیوار سے (یعنی جو دیوار قبلہ کی جانب ہو) قریب کریں۔ قبر پر بیٹھنا یا اسے روندنا مکروہ ہے۔ زیارت کرنے والا قبر سے اس قدر قریب رہے جس قدر زندگی میں اس کے قریب ہوتا تھا۔ میت کو قبرستان میں ہی دفنانا افضل ہے۔

و یکـره الـمبیـت فیهـا و یـنـدب سترالقبر بثوب وان کان رجلا ولا یـفـرش تحته شیء و یجعل تحت رأسه مخدة و یکره دفنه فی تابوت الا فـی ارض ندیة او رخوة ولایکره الدفن لیلا وفی وقت الکراهة من غیر قصد و فی غیرهما اولی و یکره تجصیص القبر و البناء و الکتابة علیه و ان بنی فی مقبرة مسبلة هدم ...

قبرستان میں رات گذارنا مکروہ ہے۔ بوقت دفن قبر پر کسی کپڑے سے پردہ کرنا مسنون ہے خواہ میت مرد کی ہو۔قبر میں میت کے نیچے کوئی فرش (چادر چٹائی وغیرہ) نہ بچھائے اور نہ ہی اس کے سرہانے کو کوئی تکیہ رکھے۔کسی بھی میت کو تابوت کے ساتھ دفنانا مکروہ ہے۔ہاں اگر زمین گیلی ہو یا نرم ہو تو میت کو رات میں یا بلا ارادہ نماز کے اوقات مکروہہ میں دفن کرنا مکروہ نہیں ہے۔ہاں رات میں یا اوقات مکروہہ کے علاوہ دیگر اوقات میں دفنانا افضل ہے۔قبر کو چونا لگانا، پختہ بنانا، اس پر عمارت تعمیر کرنا اور اس پر کچھ لکھنا مکروہ ہے۔اور اگر وقف کردہ قبرستان میں قبر یا عمارت کی تعمیر کی جائے تو اسے گرادیا جائے گا۔(۱)

---

(۱) آل سمیط شافعی صغیر علامہ زین یمنی زید مجدہ فرماتے ہیں: سب سے پہلے تو مسلمانوں کو یہ جاننا چاہیے کہ انبیاے کرام اور اولیاے عظام کی قبروں کو پختہ بنانا یا ان پر گنبد وغیرہ تعمیر کرنا بے مقصد و بے فائدہ یا محض زینت کے لیے نہیں ہوتا بلکہ اس عمل کے پیچھے بعض مقاصد حسنہ اور دینی مصلحتیں کار فرما ہیں۔ان میں سے بعض دینی مصلحتیں مندرجہ ذیل ہیں: قبروں کی شناخت تاکہ ان کی زیارت ہوتی رہے کہ یہ سنت ہے اور زائرین کو سہولت اور برکتیں ملتی رہیں۔یقیناً اللہ والوں کے قبروں کی زیارت سعادت دارین کا وسیلہ اور دعاؤں کی اجابت کے لیے تریاق ہے۔نیز یہ حکمت بھی پوشیدہ ہے کہ مزارات اولیا اہانت سے محفوظ رہیں۔اور لوگ ان کی قبروں کو کھودنے سے باز رہیں کہ یہ حرام ہے۔مخالفین جن احادیث کو سنا سنا کر سنی عوام کو اور مزارات اولیا کے ڈھانے کی یا مزارات کے نام ونشان کو مٹانے کی ترغیب دیتے ہیں یا انھیں شک وارتیاب میں مبتلا کرتے ہیں برمحل ان

احادیث کی وضاحت کی جارہی ہے ۔تاکہ عوام اہل سنت ان بہروپیوں کے مکروفریب کو جان جائیں کہ وہ کتاب وسنت میں کس طرح معنوی تحریف کے جرم کا ارتکاب کرتے کرتے رہتے ہیں۔اب ان احادیث کو ملاحظہ فرمائیں ۔حضرت ابو ہیاج اسدی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں ۔مجھے حضرت مولی علی رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا:**الا ابعثک علی ما بعثنی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ان لا تدع تمثالا الا طمستہ و لا قبر امشرفا الا سویتہ و فی روایۃ ولا صورۃ الا طمستھا**" (مسلم،ابوداؤد،ترمذی،نسائی)حضرت مولی علی رضی اللہ تعالی عنہ نے ابو ہیاج اسدی سے فرمایا کہ میں تمہیں اس کام پر مامور کرتا ہوں جس پر مجھے سرکار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مامور کیا تھا۔تم کوئی مجسمہ نہ چھوڑ نا کہ اسے مٹادواور ہر اونچی قبر کو برابر کردو۔اورایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں ۔کہ کوئی تصویر بھی نہ چھوڑ نا کہ اسے مٹادو۔

حضرت ثمامہ بن شعی فرماتے ہیں۔:**کنا مع فضالۃ فی ارض روم ببردوس فتوفی لنا صاحب فامر فضالۃ بقبرہ فسوی ثم قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یامر بتسویتہ ا**:ہم روم کے مقام بردوس میں حضرت فضالۃ کے ساتھ تھے۔ہمارے ایک ساتھی کا انتقال ہوا تو حضرت فضالہ نے ان کی قبر کو برابر کروایااورارشادفرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قبر کو برابر کرنے کا حکم دیتے تھے۔علمائے ربانین وشارحین احادیث فرماتے ہیں کہ پہلی حدیث کا تعلق مسلمانوں کی قبروں سے نہیں ہے بلکہ کفارومشرکین کی قبرں سے ہے۔اونچی قبریں بنانا کافروں اوراہل کتاب کا شیوہ تھا۔حدیث مذکورہ میں قبروں کے ساتھ مجسموں کو توڑنے اورتصویروں کو مٹانے کے حکم دینے میں اس بات کی روشن دلیل ہے کہ وہ قبریں مسلمانوں کی نہیں تھیں بلکہ کافرں اورمشرکوں کی تھیں۔کیونکہ مسلمانوں نے قبروں پرتصویرین معلق نہیں کی ہیں اور نہ ہی مجسمہ بنائے ہیں۔رہا معاملہ مسلمانوں کی قبروں کا تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے زمانہ میں جتنے مسلمان انتقال فرماگیے تھے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم خودان کے جنازہ میں شریک ہوتے تھے یاان کی قبروں پر حاضری دیتے تھے۔رب تعالی کا اپنے محبوب کو حکم تھا۔:**و صل علیھم ان صلاتک سکن لھم** (سورۃالتوبۃ/۱۰۳)صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی قبریں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے منشااورفرمان کے مطابق ہی بنتی رہی ہیں ۔ان قبرں کو ڈھانے کا حکم دینے کے کیامعنی؟نیز کیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے بارے میں یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ وہ قبروں کے ساتھ مجسمے بنایا کرتے تھے؟یہ تو صحابہ کرام کی توہین وتنقیص ہے۔لہذا ماننا پڑے گا کہ جن قبرں کو حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے توڑنے کا حکم دیا وہ قبریں مسلمانوں کی نہیں تھیں بلکہ مشرکین کی قبریں تھیں۔اور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

نے مشرکین کی قبروں کو صرف ڈھانے کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ انھیں کھودنے کا بھی حکم دیا ہے۔: **امر النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بقبور المشرکین فنبشت**: (فتح الباری) آج بھی عیسائیوں اور یہودیوں کی قبروں کو دیکھا جا سکتا ہے کہ وہ اصل قبر پر کس طرح مجسمہ بناتے ہیں اور تصاویر معلق کرتے ہیں۔ ان کے اس عمل کی تائید پر اس روایت کو ملاحظہ فرمائیں۔

ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہما حبشہ تشریف لے گئی تھیں وہاں انھوں نے ماریہ نامی ایک گرجا گھر دیکھا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس گرجا گھر کا، اس کی خوبصورتی اور اس میں لگی ہوئی تصویروں کا ذکر فرما رہی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں کیونکہ ان میں سے جب کوئی آدمی انتقال کر جاتا تھا تو یہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے اور اس کی تصویر بنا کر اس میں لٹکا دیتے تھے۔ (بخاری)

یا پھر بطور فخر ومباہات قبرں کو اونچی بنانے سے منع کیا گیا کہ یہ بھی کافرں اور اہل کتاب ہی کا شیوہ ہے۔ یا اصل قبر پر عمارت تعمیر کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے کیونکہ کہ یہ فضول اور اسراف ہے۔ مذہب اسلام میں اس عمل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اردگرد عمارت بنانا منع نہیں ہے۔ نیز یہ جاننا چاہیے کہ فخر ومباہات اور ریا کی نیت سے صرف اونچی قبریں بنانا ہی منع نہیں ہے بلکہ اس حکم کا تعلق تو مساجد سے بھی ہے۔ اس میں قبروں ہی کی کیا تخصیص: **عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من اشراط الساعۃ ان یتباھی الناس فی المساجد** (مشکوۃ) حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ لوگ مسجدوں سے فخر ومباہات کا اظہار کریں گے۔ **عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ما امرت بتشیید المساجد** (مشکوۃ المصابیح) حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مجھے مسجدوں کو پختہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔ وہابیوں اور دیوبندیوں کی مساجد کا حال دیکھیے، مساجد کو پختہ بنانا، نقش ونگار کرنا، منقش فرش وفروش بچھانا وغیرہ کیا انھیں اپنے گھر کی بدعتیں نظر نہیں آتیں ہیں۔ میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھوتھو۔

انبیا اور اولیا کے مزارات پر شرک وبدعت کے ٹماٹر و پیاز تو پھینک رہے ہیں مگر کیا انھیں اپنے گھر کی بدعتوں کا بھی کچھ خیال ہے؟ مذکورہ بالا جن احادیث میں قبروں کو برابر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ محل غور یہ ہے کہ ان احادیث میں قبروں کو کس کے برابر کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟ کونسی قبر اونچی قرار دی جائے اور کونسی نیچی؟ زمین کے برابر کرنی چاہیے یا اسلامی قبروں کے؟ بلندیٔ مقدار میں حدیثیں تو مجمل ہیں۔ احادیث میں نہ ہی انبیائے کرام کی قبرں کو توڑنے کا کہیں حکم ہے اور نہ ہی اولیا کرام کی

قبور کو توڑنے کا کہیں حکم وارد ہے۔ جب احادیث میں اس قدر اجمال ہے تو پھر عمل کی صورت کیا بنے گی؟ لہٰذا ان احادیث کو مقدار قبر کے لیے حرف اخیر تصور کرنا کسی طرح درست نہیں ہے۔ اب ذرا صحابی رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حضرت عثمان ابن مظعون رضی اللہ تعالی عنہ کی قبر انور کی بلندی کو ملاحظہ فرمائیں۔ ابن مظعون کی قبر کی بلندی کا یہ حال تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم میں سے آپ کی قبر کو پھلانگنے کی صلاحیت رکھنے والا سب سے اونچی جست لگانے والا تصور کیا جاتا تھا۔ حضرت مطلب ابن وداعہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمان ابن مظعون رضی اللہ تعالی عنہ کا وصال ہوا تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ایک صحابی کو پتھر اٹھانے کا حکم دیا۔ وہ نہ اٹھا سکے تو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے خود اٹھایا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے آستین چڑھانے کا انداز اب بھی میری نگاہوں کے سامنے ہے: **فوضعها عند رأسه و قال اعلم بها قبر اخي و ادفن اليه من مات من اهلي**" (مشکوۃ المصابیح/ابوداؤد)۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس پتھر کو لاکر سرہانے رکھ دیا اور اور ارشاد فرمایا کہ اس سے اپنے بھائی کی قبر کو پہچانوں گا اور اسی قبر سے قریب اپنے اہل بیت کو دفن کروں گا۔ اب اس قبر کی بلندی حضرت خارجہ کی زبانی سنیے۔ حضرت خارجہ ابن زید کا بیان ہے کہ ہم اور کچھ نوجوان حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے دور خلافت میں جست لگانے کا مقابلہ کرتے تھے۔: **و ان اشد وثبة الذي يثبت قبر عثمان ابن مظعون حتى يجاوزه** (بخاری شریف) بخاری شریف کی یہ روایت یقیناً قبروں کے اونچی بنانے کے جواز پر دلالت کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ علما ربانیین انبیا و اولیا کی قبروں کو اونچی رکھنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔ بلا و عرب و عجم میں سواد اعظم کا اس پر عمل بھی رہا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے قبروں کے نشانات مٹانے سے منع فرمایا ہے۔ مگر عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ وہابیوں اور دیوبندیوں نے عوام الناس کو احادیث کا غلط معنی و مفہوم سمجھا کر اس قدر بے باک کر دیا ہے کہ انبیا و اولیا کی مزارات تو درکنار عام قبروں کو بھی بے نام و نشان کرنے سے ذرا نہیں جھجکتے ہیں۔ مزارات اور قبروں کے ڈھانے کو کار ثواب سمجھتے ہیں۔ معاذ اللہ، علما فرماتے ہیں کہ مرحومین کی قبریں تو ان کے گھر ہوتے ہیں۔ رسول گرامی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے قبروں پر چلنے، ان پر استنجا کرنے، ٹیک لگانے اور اور انھیں بے نشان کرنے سے منع فرمایا ہے۔: **عن ابعي هريرة قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لان يجلس احدكم على جمرة فتحرق ثيابه فتخلص الى جلده خير له من ان يجلس على قبر** (مسلم/بخاری/ترمذی)

جب کسی قبر کا نام و نشان مٹا دیا جاتا ہے بالخصوص محبوبان خدا کی قبروں کے ساتھ کھلواڑ کیا جاتا ہے تو ایک مسلمان دانستہ اور نادانستہ کیسے وبال میں پھنس سکتا ہے۔ اس حدیث پاک سے اندازہ لگائیں حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے : **قال ضرب بعض اصحاب النبي صلى**

الـلـه تـالی علیه وسلم خبائه علی قبر و هو لا یحسب انه قبر فاذا هو قبر انسان یـقرا سورة الملک حتی ختمها فا تی النبی صلی الله تعالی علیه وسلم فقال یا رسـول الـلـه ضـربت خبائی علی قبر و انا لا احسب انه قبر فاذا فیه انسان یقرا سـورـة الملک حتی ختمها فقال النبی صلی الله تعالی علیه وسلم هی المانعة هـی الـمـنـجیة تـنـجیه من عذاب القبر (ترمذی/مشکوۃ) کسی صحابی نے قبر پر خیمہ لگایا لیکن انھیں علم نہ تھا کہ یہاں قبر ہے۔انھیں اچانک پتہ چلا کہ یہ کسی انسان کی قبر ہے اورصاحب مزار سورہ ملک کی تلاوت کرر ہے ہیں۔ یہاں تک کہ انھوں نے پوری سورۂ ملک تلاوت کرڈالی۔وہ صحابی نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اورعرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں نے میں نادانستہ ایک قبر پر خیمہ لگایا اچانک علم ہوا کہ صاحب قبر سورۂ ملک کی تلاوت کر رہا ہے۔ یہاں تک کہ اس نے مکمل سورت پڑھ لی۔نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ سورۂ ملک عذاب قبرکوروکنے والی اوراس سے نجات دینے والی ہے۔

مزارات انبیاواولیا پرعمارت وگنبدتعمیر کرنے کے جواز پر بارہویں صدی ہجری کے مجدد محدث علی الاطلاق محدث عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ کی تحقیق ورائے کوقلمبند کررہا ہوں۔ : آخرزمانہ میں لوگ صرف ظاہر بین رہ گیے ہیں لہذا مشائخ اورصلحا کی قبروں پرعمارت بنانے میں مصلحت دیکھ کر زیادتی کردی تاکہ مسلمانوں اوراولیا کی ہیبت ظاہر ہوخاصکر ہندوستان میں کہ یہاں ہندواورکفار بہت سے دشمنان دین ہیں۔ان مقامات کی اعلان شان کفار کے رعب اوراطاعت کا ذریعہ ہے بہت سے کام پہلے مکروہ تھے مگرآخری زمانہ میں مستحب ہوگیے۔(شرح سفرالسعادت)

بےضرورت وبلا فائدہ انبیاواولیا کی قبروں پرگنبداورعمارت بنانا ضرورمنع ہے مگرازائرین کے آرام و دیگرمقاصدحسنہ کے پیش نظر جائز بلکہ کارثواب ہے۔بعض صحابہ کرام کی مزاروں پرگنبدتعمیر کیا ہے ۔چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت زینب بنت جحش کی قبر پرقبہ بنوایا تھا۔حضرت عائشہ نے اپنے برادرحضرت عبدالرحمٰن کی قبر پراورحضرت محمد بن حنفیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہم کی قبر پرقبہ بنوایا تھا۔جس نے بھی اس عمل کومکروہ کہا ہے وہ ریا اورفخر کی وجہ سے کہا ہے ۔۔ابوعبدسلیمان سے مروی ہے۔:و ضـربــه عـمـر عـلـی قبـر زینب بنت جحـش و ضـربتـه عـائشه علی قبر اخیها عبد الرحمن و ضربه محمد ابن حنفیة علی قبر ابـن عبـاس وانـمـا کـرهـه لمن ضربه علی وجه السمعة و المباهات (مثقی شرح موطالمالک) مخالفین حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے اس عمل مبارک سے استدلال کرتے ہیں ۔بخاری شریف میں ہے۔:رای ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما فسطاطا علی قبرعبدالرحمٰن فقال انزعہ یا غلام فانمایظلہ عملہ(بخاری) حضرت عبداللہ ابن عمر نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالی عنہما کی قبر پر

خیمہ دیکھا پس آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے لڑکے اسے ہٹا دو کہ ان پران کا عمل سایہ کر رہا ہے۔ اس حدیث پاک سے سند لانا بے جا ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرما رہے ہیں کہ میت پر سایہ کرنے کے لیے تو اس کا عمل ہی کافی ہے۔ اور مزارات پر گنبد و عمارت تعمیر کرنے کا مقصد بھی تو یہی ہوتا ہے کہ زائرین انبیا و اولیا کی ارواح کو ایصال ثواب کریں خود بھی فیضیاب ہوں اور صاحب مزار کے درجات بھی بلند ہوں۔ کوئی بھی سنی مسلمان میت کو سایہ پہنچانے کے لیے قبہ و عمارت تعمیر نہیں کرتا ہے بلکہ یہ غرض ہوتی ہے کہ زائرین کو وقت زیارت سہولت حاصل ہو۔ زائرین دھوپ، سردی اور گرمی سے محفوظ رہیں۔ سکون و وقار کے ساتھ زیارت سے مشرف ہوتے رہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ اہل سنت کی رہبری کے لیے اس قدر دلائل کافی و شافی ہیں۔ اخیر میں انبیا و اولیا علیہم السلام کی قبروں پر عمارت تعمیر کرنے کے بارے میں فقہائے اسلام اور علمائے ربانیین نے جو احکامات بیان فرمائے ہیں۔ ان کا لب لباب پیش کیا جا رہا ہے۔ اگر کسی کی قبر پر تعمیر کردہ عمارت اس کی مملوکہ زمین پر ہو یا باجازت کسی دوسرے کی زمین پر ہو تو یہ صرف مکروہ ہے حرام نہیں ہے۔ خواہ وہ عمارت گنبد نما ہو یا غیر گنبد نما۔ اگر عمارت کی تعمیر کسی موقوفی عوامی قبرستان میں ہو تو یہ حرام ہے۔ اور سبب حرمت، تعمیری کام کی وجہ سے قبرستان میں جگہ کی تنگی کا واقع ہونا ہے۔ اس صورت میں عامۃ المسلمین قبرستان میں دفن ہونے سے محروم ہو جائیں گے۔ حرمت کی اس کے سوا کوئی اور علت نہیں ہے۔ بایں ہمہ انبیائے عظام، اولیائے کرام علیہم السلام کی قبور اکو اس حکم سے مستثنی رکھا گیا ہے تا کہ ان کی زیارت ہوتی رہے اور برکتیں ملتی رہیں۔ اسی لیے عام قبرستان میں بھی ان کی قبروں پر گنبد و عمارت تعمیر کرنا جائز ہے۔ اور صدیوں سے سواد اعظم کا اس پر عمل بھی رہا ہے۔

حیرت ہوتی ہے ان بد مذہبوں پر جو خود کو امام شافعی یا دیگر اماموں کا مقلد بتاتے ہیں اور طرفہ انبیا و اولیا کی مزارت کے تعمیری کام کے جواز پر ان کی تصریحات کی ائمہ مجتہدین کی ان تصریحات کا نہ صرف انکار کرتے ہیں بلکہ مزارات کو توڑنے اور ان کی زیارت سے بھی منع کرتے ہیں۔ اور غیر مقلدین تو دو قدم آگے ہی ہیں۔ العیاذ باللہ۔ کیا رسول خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے زیارت قبور کا حکم نہیں دیا ہے؟ رسول گرامی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی قبروں کی زیارت نہیں کرتے تھے؟ یہ جو حدیث پاک میں ہے کہ یہودیوں اور نصرانیوں پر لعنت ہو کہ وہ نبیوں کی قبروں کو سجدہ کرتے ہیں اور انھیں قبلہ بنا کر نمازوں میں اپنا رخ قبروں کی طرف کرتے ہیں۔ بعینہ اسی طرح بنیت تعظیم قبروں کو سجدہ کرنا یا بقصد تعظیم قبروں کو قبلہ بنانا قطعاً حرام ہے۔ حدیث مذکورہ میں اہل کتاب کی مشابہت سے روکا گیا ہے۔ اور کوئی بھی سنی مسلمان اس ارادے سے نماز نہیں پڑھتا ہے اور نہ ہی اس ارادے سے مزارات کی تعمیر کرتا ہے۔ اور نہ ہی مذہب اسلام میں اس عمل کی کوئی گنجائش ہے۔ (ابوالعاص رفاعی)

و نـدب ان يـرش الـقبـر بـمـاء و يـوضـع عـليه الحصى و عند رأسه حـجـراو خشبة و جـمـع الاقـارب فـى مـقبرة و يندب زياره القبور لـلـرجـل و يكره للنساء و يسلم الزائر و يقرأ ثم يدعو و يحرم نقله الـى بـلـد آخـرالا ان يكون بقرب مكة او المدينة او بيت المقدس ولو وصى به لم تنفذ وصيته ...

قبر پر پانی کا چھڑکاؤ کرنا، اس پر کنکریاں رکھنا اوراس کے سرہانے کوئی پتھر یا لکڑی رکھنا سنت ہے۔میت کے رشتہ داروں کو بہ نیت زیارت قبرستان میں جمع ہونا سنت ہے۔مردوں کوقبروں کی زیارت کرنا مسنون ہے اورعورتوں کومکروہ ہے۔زیارت کرنے والا مردوں کوسلام کرے اور قرآن کا کچھ حصہ تلاوت کرے پھرمرحومین کے لیے دعا کرے۔(۱) میت کو (وفات یافتہ) شہر سے کسی دوسرے شہر میں منتقل کرنا حرام ہے۔ہاں اگر مکہ مکرمہ یا مدینہ طیبہ یا بیت المقدس قریب ہوتو میت کومنتقل کرنا جائز ہے۔اگرکسی نے میت کومنتقل کرنے کی وصیت کی ہوتو وصیت نافذ نہ ہوگی۔

---

(۱) مرحومین کے ایصال ثواب کے لیےقرآن خوانی خواہ گھر میں ہو یا قبرستان میں، مکمل قرآن پاک ختم کیا جائے یا چندسورتیں یا چندآیتیں پڑھی جائیں بلاشبہ جائز وامر مستحسن ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پرعمل بھی رہا ہے۔مخدوم مہائمی قدس سرہ العزیز اسی عمل کے بارے میں فرماتے ہیں کہ زائرقبرستان میں قرآن کریم کا کچھ حصہ تلاوت کرے اور مرحومین کے حق میں مغفرت اور رفع درجات کی دعا کرے۔دورحاضر میں اسی عمل کو فاتحہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔نام بدل جانے سے شئ کی حقیقت نہیں بدلتی۔بالخصوص اہلیان کوکن، مخدوم مہائمی علیہ الرحمۃ کے اس نظریہ کو سمجھیں کہ وہ فاتحہ خوانی کے قائل تھے۔سنیوں کو چاہیے کہ وہ اس معمول پرعمل کرتے رہیں کہ بعد وصال مرحومین کو اہل خانہ سے صدقہ وخیرات اوردعائے مغفرت کا انتظار رہتا ہے۔جب یہ سلسلے رک جاتے ہیں تو ان کی روحیں بے چین و بے قرار اور مایوس ہوجاتی ہیں۔نیز مرحومین کے حق میں سب سے زیادہ نفع بخش تلاوت قرآن یعنی فاتحہ خوانی اوردعا ہے۔(ملخصا ازشرح الصدور/ مرقات/ الروح لابن قیم/ النقاش والجدل) لہٰذا جو جماعتیں فاتحہ خوانی کو ناجائز وبدعت کہتی ہیں ان جماعتوں سے اور ان کے باطل نظریات سے خود بھی بچیں اور مسلمانوں کو بھی بچائیں۔ (ابوالعاص)

و نبشه بعد دفنه للنقل و غيره حرام الا لضرورة فان دفن بلا غسل او الى غير القبلة و لم يتغير او فى مغصوب ارض او وقع فيه مال لا ان دفن بلا كفن و ان بلع مالا لغيره شق جوفه و اخرج و السنة ان يقف جماعة بعد دفنه عند قبره يسئلون له التثبيت .

فصل : التعزية مستحبة قبل الدفن و بعده الى ثلثة ايام و يكره الجلوس لها ...

تدفین میت کے بعد اسے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے یا کسی دوسری غرض سے قبر کو کھودنا حرام ہے۔ ہاں اگر اس سے کوئی ضرورت وابستہ ہو جیسے اسے بلا غسل کے دفن کیا گیا ہو یا اسے قبلہ رخ نہ دفنایا گیا ہو تو حرام نہیں ہے مگر یہ اس وقت جب میت سڑی گلی نہ ہو۔ یا اسی طرح اگر کسی کو غصب شدہ زمین یا غصب کردہ لباس میں دفنایا گیا ہو یا قبر میں مال گر گیا ہو۔ اگر اسے کفنائے بغیر دفن کیا گیا تو قبر کو کھودنا جائز نہیں ہے۔ اگر میت نے کسی کا مال نگل لیا تھا تو (بعد موت مطالبہ پر) میت کے پیٹ کو چیر کر اس مال کو نکالا جائے گا۔ مسلمانوں کی ایک جماعت کے لیے سنت ہے کہ بعد دفن قبر کے پاس کھڑی رہے اور میت کے لیے (امتحان قبر میں) ثابت قدمی کی دعا کرتے رہے۔

تعزیت کا بیان : تدفین میت سے پہلے اور اس کے بعد تین دنوں تک (قرابت داروں کی) تعزیت کرنا مسنون ہے۔ اہل خانہ کا تعزیت کے لیے بیٹھے رہنا مکروہ ہے[1]

---

(۱) میت کے گھر والوں کو صبر کی تلقین کرنا انھیں صبر پر ملنے والے اجر کی یاد دہانی کرنا، جزع وفزع کے گناہ سے ڈرانا، میت کے لیے دعائے مغفرت کرنا، اور مصیبت زدہ کی مصیبت دور ہونے کی دعا کرنا تعزیت کہلاتا ہے۔ میت کے اہل خانہ کسی ایک جگہ پر اس لیے بیٹھے رہیں تا کہ لوگ ان کی تعزیت کے لیے آتے جاتے رہیں مکروہ ہے بلکہ انھیں چاہیے کہ وہ ضروری کام کاج میں مصروف رہیں۔ (ترشیح)

و يـقـول فـى تـعـزية الـمسـلـم بـمثله'' أعظم اللّٰه أجرک و أحسن عـزاک و غـفـر لـميتک'' و فـى تـعزية المسلم بكافر'' أعظم اللّٰه أجـرک و صبـرک ''وفـى تعزية الكافر بمسلم'' غفر اللّٰه لميتک وأحسن عزاک '' .

و يـحـرم الـنـدب وهـو عـنـد شـمـائل الميت والنياحة والجزع بـضـرب الـخد و شق الثوب و نحوه و يستحب لجيران أهل الميت تهيـئة الـطـعـام يشبـعهم يومهم و ليلهم والإلحاج عليهم فى الأكل و يحرم تهيئة للنايحات ولا يعذب بنياحة أهله لم يؤمر بها .

مسلمان کی تعزیت میں اس طرح کے الفاظ کہیں: 'اعظم اللّٰهُ اجرك و احسن عزاك وغفر لميتك' (اللہ تمہیں اجر عظیم اور صبر جمیل عطا کرے اور اللہ تمہارے میت کی مغفرت فرمائے) کسی کافر (ذمی کی میت پر) مسلمان قرابتدار سے تعزیت میں اس طرح کے الفاظ کہیں 'اعظم الله اجرك و صبرك' (اللہ تمہیں اجر عظیم اور صبر جمیل عطا کرے) اور کسی (قرابت دار ذمی) کافر سے مسلمان میت کی تعزیت میں اس طرح کے الفاظ کہیں: 'غفر اللّٰه لميتك و احسن عزاك' (اللہ تمہارے میت کی مغفرت فرمائے اور تمہیں خوب تسلی بخشے)۔

ندب یعنی میت کے فضائل ومحاسن بیان کر کے رونا کسی میت پر واویلا کرنا، سینہ کوبی کرنا اور کپڑے وغیرہ پھاڑ کر بے صبری و بے قراری کا اظہار کرنا حرام ہے۔ میت کے پڑوسیوں کے لیے مسنون ہے کہ وہ میت کے خویش واقارب کے لیے اس قدر کھانے کا انتظام کریں جس سے وہ دن میں اور رات کے وقت پیٹ بھر کر کھاسکیں۔ نیز یہ بھی سنت ہے کہ انھیں کھانے کے لیے اصرار کیا جائے۔ ماتم کرنے کے لیے جمع ہونے والی عورتوں کے لیے کھانے کا اہتمام کرنا حرام ہے۔ اگر میت نے نوحہ بین کرنے کی وصیت نہیں کی تھی تو میت کے رشتہ داروں کے نوحہ و بین کرنے سے اسے کوئی عذاب نہیں ہوگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مصادر و مراجع

- قرآن کریم ۔ابتدائے نزول: ۶۱۰ء - انتہائے نزول: ۹/ذی الحجہ۱۰ھ/ ۶۳۲ء
- صحیح بخاري : امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری [۲۵۶ھ]
- صحیح مسلم: امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج قشیری [۲۶۱ھ]
- سنن ابن ماجه : امام عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی [۲۷۳ھ]
- سنن ابی داؤد : امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث [۲۷۵ھ]
- سنن الترمذي : امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی [۲۷۹ھ]
- السنن الكبرىٰ للنسائي : امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی [۳۰۳ھ]
- مصنف عبد الرزاق : ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی [۲۱۱ھ]
- مسند امام احمد بن حنبل : امام احمد بن محمد بن حنبل شیبانی [۲۴۱ھ]
- مسند ابن أبي شيبة : ابوبکر عبداللہ بن محمد بن احمد نسفی [۲۳۵ھ]
- المعجم الكبير : امام سلیمان بن احمد طبرانی [۲۶۰ھ]
- المعجم الأوسط : امام سلیمان بن احمد طبرانی [۲۶۰ھ]
- المعجم الصغير : امام سلیمان بن احمد طبرانی [۲۶۰ھ]
- إحكام الأحكام في أصول الأحكام : علی محمد سیف الدین آمدی شافعی [۶۳۱ھ]
- رياض الصالحين : حافظ ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی [۶۷۶ھ]
- المنهاج للنووي : حافظ ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی [۶۷۶ھ]
- التبيان فی آداب حملة القرآن : حافظ ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی [۶۷۶ھ]
- شرح المسلم للنووي : حافظ ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی [۶۷۶ھ]
- تفسير رازی : امام فخر الدین محمد بن عمر رازی [۶۰۶ھ]
- تفسير ابن كثير : حافظ عماد الدین ابوالفداء اسمٰعیل ابن کثیر [۷۷۴ھ]
- البداية و النهاية : حافظ عماد الدین ابوالفداء اسمٰعیل ابن کثیر [۷۷۴ھ]
- روح البيان : ابوالفداء اسماعیل حقی [۱۱۲۷ھ]

- روح المعانی : شہاب الدین محمود بن عبداللہ آلوسی [۱۲۷۰ھ]
- تہذیب الآثار : احمد بن محمد طبری مکی شافعی [۶۹۴ھ]
- فتح الباری بشرح البخاری: ابوالفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی [۸۵۲ھ]
- مشکوٰۃ المصابیح : شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی عراقی [۷۴۲ھ]
- مجمع الزوائد و منبع الفوائد : امام نورالدین علی بن ابی بکر ہیثمی [۸۰۷ھ]
- فتح القدیر : محمد بن عبدالواحد کمال الدین حنفی معروف بہ ابن ہمام [۸۶۱ھ]
- نزھۃ المجالس و منتخب النفائس : عبدالرحمٰن بن عبدالسلام صفوری [۸۹۴ھ]
- المقاصد الحسنۃ للسخاوی : شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی [۹۰۲ھ]
- جمع الجوامع : جلال الدین عبدالرحمٰن ابوبکر سیوطی [۹۱۱ھ]
- الدرر المنتثرۃ : جلال الدین عبدالرحمٰن ابوبکر سیوطی [۹۱۱ھ]
- روضۃ الطالبین فی عمدۃ المفتین: ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی [۶۷۶ھ]
- المجموع شرح المہذب : ابو زکریا یحی بن شرف النووی [۶۷۶ھ]
- اختلاف الحديث: محمد بن ادريس الشافعي [۲۰۴ھ]
- الأم للشافعي: محمد بن ادريس الشافعى [۲۰۴ھ]
- الرسالة للشافعي: محمد بن ادريس الشافعى [۲۰۴ھ]
- شرح الصدور : جلال الدین عبدالرحمٰن ابوبکر سیوطی [۹۱۱ھ]
- الدرر المنضود : احمد بن محمد بن حجر الہیتمی [۹۷۳ھ]
- القول البدیع : ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن محمد سخاوی مصری شافعی [۸۹۳ھ]
- المقاصد الحسنۃ : ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن محمد سخاوی مصری شافعی [۸۹۳ھ]
- سیر أعلام النبلاء: حافظ شمس الدین ابوعبداللہ بن احمد ذہبی [۷۴۸ھ]
- جوہرۃ التوحید : شیخ ابراہیم بن لقانی مالکی [۱۰۴۱ھ]
- عمدۃ القاری : ابومحمد محمود بن احمد بدرالدین العینی [۸۵۵ھ]
- مدارج النبوۃ: الشیخ العلامۃ المحدث عبدالحق الدہلوی الہندی: [۱۰۵۲ھ]
- اسنی المطالب : محمد بن محمد الحوت الشافعی [۱۲۷۷ھ]

- إحياء علوم الدين : ابوحامد محمد بن محمد بن محمد غزالی طوسی [۵۰۵ھ]
- كشف الخفاء و مزيل الألباس : ابوالفداء اسماعیل بن عبدالهادی عجلونی [۱۱۶۲ھ]
- البداية و النهاية : حافظ عماد الدین ابوالفداء اسمٰعیل ابن کثیر [۷۷۴ھ]
- غاية البيان شرح زبد ابن ارسلان: شہاب الدین محمد بن احمد الرملی [۱۰۰۴ھ]
- اسد الغابة في معرفة الصحابة : ابوالحسن علی بن محمد ابن الاثیر [۶۳۰ھ]
- الطبقات الكبرىٰ للشعراني : عبدالوہاب شعرانی [۹۷۳ھ]
- العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية : امام احمد رضا قادری بریلوی [۱۳۴۰ھ]
- المنتقى شرح الموطا : ابوالولید سلیمان بن خلف الاندلسی [۴۷۴ھ]
- اعانة الطالبين على حل الفاظ فتح المعين : ابوبکر عثمان بن محمد الدمیاطی [۱۳۱۰ھ]
- تحفة المحتاج في شرح المنهاج : محمد بن احمد الہیتمی [۹۷۴ھ]
- حاشية الجمل على شرح المنهج :سلیمان بن منصور الازہری [۱۲۰۴ھ]
- حاشية البحيرمي : سلیمان بن محمد بن عمر البجیرمی المصری [۱۲۲۱ھ]
- البيان في مذهب الامام الشافعي : ابوالحسن یحی بن سالم یمنی [۵۵۸ھ]
- تحفة المحتاج بشرح المنهاج: ابوالعباس احمد بن محمد حجر الہیتمی [۹۷۴ھ]
- النجم الوهاج في شرح المنهاج: کمال الدین محمد بن موسی الشافعی [۸۰۸ھ]
- حاشية الامام العبادي على تحفة المحتاج: ابن قاسم العبادی المصری [۹۹۲ھ]
- الانوار لاعمال الابرار : یوسف بن ابراہیم الاردبیلی [۷۷۹ھ]
- حاشية الباجوري على ابن قاسم : الشیخ ابراہیم الباجوری [۱۲۷۷ھ]
- الفقه على المذاهب الاربعة : عبدالرحمٰن الجزیری [۱۳۶۰ھ]
- مرقات صعود التحقيق شرح سلم التوفيق: الشیخ محمد النووی الجاوی [۱۳۱۶ھ]
- النجم الوهاج في شرح المنهاج: کمال الدین محمد بن موسی الدمیری [۸۰۸ھ]
- احكام الاحكام شرح عمدة الاحكام: ابن دقیق العید [۷۰۲ھ]
- كشاف القناع عن متن الاقناع: منصور بن یونس الحنبلی [۱۰۵۱ھ]
- الحاوي الكبير في فقه مذهب الشافعي: ابوالحسن علی بن محمد الماوردی [۴۵۰ھ]

- المهذب فی الفقه الامام الشافعی: ابواسحٰق ابراہیم بن علی الشیرازی [۴۷۶ھ]
- سلم التوفیق الی محبة الله علی التحقیق: عبداللہ بن حسین الحضرمی [۱۲۷۲ھ]
- بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع: شیخ علاءالدین کاسانی [۵۸۷ھ]
- النور الشافعی: الحاجۃ دریۃ خلیل الخرفان الدمشقی [۱۹۱۱ء]
- نهاية المحتاج الی شرح المنهاج: شمس الدین محمد بن احمد الرملی [۱۰۰۴ھ]
- فتح المعین بشرح قرة العین: زین الدین احمد بن عبدالعزیز الملباری [۹۸۷ھ]
- اسنی المطالب شرح روض الطالب: زکریا بن محمد بن زکریا الانصاری [۹۲۶ھ]
- مغنی المحتاج الی معرفة الفاظ المنهاج: شمس الدین خطیب شربینی [۹۷۷ھ]
- نهاية الزين فی ارشاد المبتدئین: محمد بن عمر نووی الجاوی [۱۳۱۶ھ]
- الاقناع فی الفقه الشافعی: ابوالحسن علی بن محمد البصری البغدادی [۴۵۰ھ]
- بشری الکریم بشرح مسائل التعلیم: سعید بن محمد الرباطی الحضرمی [۱۲۷۰ھ]
- حاشیتاقلیوبی و عمیرة: احمد سلامۃ القلیوبی واحمد البرلسی عمیرۃ [۱۹۱۰ھ]
- الحاوی الکبیر: ابوالحسن علی بن محمد الشہیر بالماوردی [۴۵۰ھ]
- الوسيط فی المذهب: ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الطّوسی [۵۰۵ھ]
- کفاية الاخيار فی غاية الاختصار: ابوبکر بن محمد الحصنی الشافعی [۸۲۹ھ]
- التنبيه فی الفقه الشافعی: ابواسحاق ابراھیم بن علی الشیرازی [۴۷۶ھ]
- المهذب فی الفقه الامام الشافعی: ابواسحاق ابراھیم بن علی الشیرازی [۴۷۶ھ]
- منهاج الطالبين: ابوزکریا یحی بن شرف النووی [۶۷۶ھ]
- المقدمة الحضرمية: عبداللہ بن عبدالرحمٰن بافضل الحضرمی [۹۱۸ھ]
- المنهاج القويم شرح المقدمة الحضرمية: ابوالعباس احمد بن حجر الھیتمی [۹۷۴ھ]
- الاقناع فی حل الفاظ ابی شجاع: محمد بن احمد الخطیب الشربینی [۹۷۷ھ]
- فتح القريب المجيب شرح الفاظ التقريب: محمد معروف بابن غرابیلی [۹۱۸ھ]
- فتح العزيز بشرح العزيز: عبدالکریم بن محمد القزوینی [۶۲۳ھ]
- فتاوی السبکی: ابوالحسن تقی الدین علی السبکی [۷۵۶ھ]

- الحاوی للفتاوی : عبدالرحمٰن ابن ابی بکر جلال الدین السیوطی [۹۱۱ھ]
- جامع الاحادیث: عبدالرحمٰن ابن ابی بکر جلال الدین السیوطی [۹۱۱ھ]
- الفتاوی الفقهیه الکبری : ابوالعباس احمد بن محمد معروف بابن حجر الهیتمی [۹۷۴ھ]
- الفتاوی الحدیثیة: ابوالعباس احمد بن محمد معروف بابن حجر الهیتمی [۹۷۴ھ]
- فتاوی الرملی : شهاب الدین احمد بن حمزة الانصاری الرملی [۹۵۷ھ]
- عمدة السالک و عدة الناسک: شهاب الدین ابوالعباس احمد مصری [۷۶۹ھ]
- الروح لابن قیم الجوزیة : محمد بن ابی بکر الجوزیة [۷۵۱ھ]
- بهار شریعت : صدر الشریعة العلامة محمد امجد علی الاعظمی [۱۳۶۷ھ]
- فقه السنة: العلامة الشیخ اسماعیل نلیکوت الملباری [۱۴۳۵ھ]
- عقیدة السنة : العلامة الشیخ اسماعیل نلیکوت الملباری [۱۴۳۵ھ]
- شافعی بهشتی زیور: مفتی اعظم کوکن مفتی عصمت بوبیرے مدظله [بقید حیات]
- الفقه المنهجی علی مذهب الشافعی: الدکتور مصطفیٰ الخن ،الدکتور مصطفیٰ البغا،علی الشربجی
- فیض الاله المالک فی حل الفاظ عمدة السالک: السید عمر برکات الشامی [ھ]
- وبل الغمام فی احکام الماموم و الامام: جمال الدین عبدالرحمٰن الاهدل [ھ]
- بغیة المسترشدین : باعلوی عبدالرحمٰن بن محمد بن حسین بن عمر حضرمی شافعی [ھ]
- مسائل کثر حولها النقاش و الجدل: زین آل سمیط الحسینی الشافعی [ھ]
- حاشیة الامام عبد الحمید الشروانی علی تحفة المحتاج: [ھ]
- حاشیة العلامة الشرقاوی : عبدالله بن حجازی الشهیر بالشرقاوی [ھ]
- الفتاوی الذهبیة لمسائل الشافعیة : الشیخ عبدالقادر الملباری [ھ]
- حکم اخضر المختصرات : [ھ]
- تهذیب البیجوری شرح جوهرة التوحید : [ھ]
- شرح الورقات فی اصول الفقه : [ھ]
- الحواشی المدنیة: [ھ]

رفاعی مشن، ناسک کی فخریہ پیشکش

۞ ﴿ کیا یہ مولویوں کے جھگڑے ہیں؟ ﴾ عالم عرب کے ممتاز و معروف عالم دین، فقیہ عصر شیخ آل سمیط باعلوی حسینی شافعی کی ایمان افروز تحریر 'مسائل کثر حولها النقاش والجدل' کا شگفتہ ترجمہ، مولانا سید رضوان احمد رفاعی کے قلم سے۔ عقائد ومعمولاتِ اہل سنت کو دلائل وشواہد سے نکھار کر پیش کرنے والی اور ان میں کیڑے تلاش کرنے والوں کو منہ توڑ جواب دینے والی اپنی نوعیت کی منفرد کتاب۔

۞ ﴿ توفیق کے زینے... ﴾ عقائد، فقہ شافعی، اور اِسلامی اخلاق و آداب پر مشتمل ایک مختصر مگر جامع کتاب سلم التوفيق إلى محبة الله على التحقيق مصنفہ امام عبداللہ بن حسین حضرمی رحمہ اللہ ورضی عنہ (م۱۲۷۲ھ) کی مایۂ ناز عربی تصنیف کا سدا بہار ترجمہ اور بے لاگ تحشیہ مولانا سید رضوان احمد رفاعی شافعی ثقافی کے سیال وجوال قلم سے۔ یہ کتاب فقہ شافعی کے اَسرار ورموز پر اطلاع وواقفیت کے آرزومندوں کے لیے ایک بےنظیر تحفہ ہے۔

۞ ﴿ مزار پر چادر چڑھانے کا محتاط طریقہ ﴾ اہل اللہ اور عارفانِ حق کی قبروں پر چادر چڑھانے نیز دیگر معمولاتِ اعراس وغیرہ کی بجا آوری میں کچھ بے اعتدالیاں دیکھنے میں آتی ہیں، ان کی درمندانہ اصلاح اور ایک معتدل فکر ونظر عطا کرنے والی تحریر دل پذیر۔

۞ ﴿ خلاصہ مضامین قرآن ﴾ قرآن کریم کے تیسوں پارے کی دل آویز اور سبق آموز تلخیص، عقائد اہل سنت کا آیات کی روشنی میں اثبات واظہار، تراویح کے بعد پڑھ کر نمازیوں کو سنانے کے لیے ایک بےنظیر کتاب۔ حفاظ کرام کے لیے ایک نایاب تحفہ۔

﴿﴾ [طوافِ خانۂ کعبہ کے روح پرور واقعات] حج وعمرہ کے دوران جو عمل سب سے زیادہ کیا جاتا ہے وہ طواف بیت اللہ شریف ہے؛ مگر ہمیں بسا اوقات اس کی باریکیوں کا پتا نہیں ہوتا، الحمد للہ! یہ کتاب آپ کو انھیں اسرار ورموز پر اطلاع بخشے گی، اور عہد رسالت سے عہد رواں تک کے ایمان افروز اور روح پرور واقعات کا ایک حسین تسلسل پیش کرے گی، جس میں ہماری ہدایتوں کے سینکڑوں چراغ روشن ومنور ہیں۔

﴿﴾ [برکات الاولیاء] وہ علما وفضلا جو اپنے وقت کے عارف باللہ مشائخ بھی ہوئے اور میدانِ طریقت وحقیقت میں ذروۂ کمال کو پہنچے، ان کی سرگزشت حیات کو جاننے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ بے حد ضروری ہے۔ تاریخ وتصوف سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے مولانا سید امام الدین احمد گلشن آبادی کے شگفتہ قلم سے ایک عظیم علمی وتحقیقی وماخذی تحفۂ بے نظیر۔

﴿﴾ [ترے دشمن سے کیا رشتہ ہمارا یا رسول اللہ ﷺ] اس وقت بدقسمتی سے لوگ فکر ونظر کے ایک عظیم دیوالیے سے دوچار ہیں اور حق وباطل کا تشخص کچھ گڈمڈ سا ہو گیا ہے اور ہم اپنے ہی لوگوں کو صلح کلی کا طعنہ دینے پر تلے ہوئے ہیں، یہ کتاب بتائے گی کہ اصل صلح کلی کون ہیں؟

﴿﴾ [حیاتِ اشرف] سرزمین ناسک (گلشن آباد) کی ایک عظیم علمی وروحانی شخصیت مجاہد سنیت حضرت علامہ مفتی سید الخلفاء پیرزادہ مولانا سید عبد الفتاح گلشن آبادی معروف بہ میر اشرف علی کی حیات وخدمات پر مشتمل ایک وقیع دستاویز مولانا سید بشیر الدین نقوی کے قلم سے۔

﴿﴾ [کاش نوجوانوں کو معلوم ہوتا!] نوجوان ہی دراصل کسی معاشرے کا مستقبل اور گراں قدر سرمایہ ہوتے ہیں۔ وہ چاہیں تو اپنے حُسنِ عمل اور جذبۂ خیر وصلاح سے دنیا کو رشکِ فردوس بنادیں، اور چاہیں تو نمونۂ جہنم۔ پڑھیے ایک انقلاب آفریں تحریر۔

❁ [اربعین مالک بن دینار] مشہور تابعی حضرت مالک بن دینار علیہ الرحمۃ والرضوان سے مروی چہل احادیث کا ایک نایاب مجموعہ، جو پہلی بار اشاعت پذیر ہوا۔

❁ [تحفہ رفاعیہ] سلسلہ عالیہ رفاعیہ کے تعلق سے بہت سے شکوک وشبہات لوگوں کے ذہن میں اُٹھتے رہتے ہیں ان کے مدلل جوابات پر مشتمل ایک شاہکار کتاب۔

❁ [دولت بے زوال] حصولِ رزق وبرکات نیز دفع تنگی ومحتاجی کے دوسو مسائل و فوائد کو بیان کرنے والی ایک اچھوتی کتاب، جو ہر سنی مسلمان کے زیر مطالعہ رہنی چاہیے۔ یہ کتاب اُردو اور ہندی دونوں زبانوں میں رفاعی مشن سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

❁ [مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ پر الزامِ خودکشی!] صحیح بخاری شریف کی ایک روایت پر اُٹھائے گئے اعتراضات وشبہات کے مدلل ومبرہن اور دندان شکن جوابات۔

❁ [چار بڑے اقطاب] آسمانِ ولایت وقطبیت کے چار آفتاب (جیلانی، رفاعی، بدوی، دسوقی) کے حالاتِ زندگی اور ان کی تعلیمات وارشادات کا اِحاطہ کرنے والی تحریر۔

❁ [ترجمانِ اہل سنت] اہل سنت وجماعت کے اساسی افکار وعقائد اور معمولات ونظریات پر روشنی ڈالنے والی ایک مختصر مگر جامع ومانع تحریر دل پذیر۔

❁ [جامع ازہر کا فتویٰ] انہدامِ قبور اور ان کی بے حرمتی کی حرمت پر علماے ازہر شریف کا متفقہ ایک مبسوط فتویٰ، جو بہت سی غلط فہمیوں کا پردہ چاک کر کے رکھ دے گا۔ یہ فتویٰ اُردو اور ہندی دونوں زبانوں میں دستیاب ہے۔

Fiqh-e-Mahaimi

یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک اچھوتی، نادر، اور معلومات آفریں کتاب ہے۔ فقہ شافعی کی باریکیوں کو اجاگر کرنے والی اس کتاب کا ایک نشانِ اختصاص یہ ہے کہ اس میں عقائد و معمولاتِ اہل سنت کو بھی بڑے ہی دوٹوک انداز میں بیان کر دیا گیا ہے۔ اس طرح یہ فقہ شافعی کے انوار کی امین تو ہے ہی، عقائد اہلسنت کی دودھیا چاندنی بھی اس کی سطر سطر میں اُتری ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ بایں معنی یہ کتاب شوافع حضرات کے ساتھ احبابِ احناف کے لیے بھی یک گونہ دلچسپی کا باعث بن گئی ہے۔

یہ فقہی پیشکش دراصل ہمارے محبِ دیرینہ ابوالعاص علامہ مولانا سید رضوان احمد رفاعی شافعی کی چند ماہ کی موٹی گاڑھی محنت کا نتیجہ ہے۔ کتاب کی ترجمانی خوب، تو اس کے حواشی وتعلیقات خوب تر ہیں۔ حواشی میں مولانا نے جہاں عقائد و معمولاتِ اہل سنت پر اُٹھنے والے اعتراضات کی عقلی ونقلی دلائل وشواہد سے خوب خبر لی ہے، وہیں احناف وشوافع کے درمیان بڑھتی ہوئی خلیج کو پاٹنے کی بھی حتی المقدور سرفروشانہ کوشش کی ہے؛ کیوں کہ ہمارے تہ در تہ اِفتراق و اِنتشار نے سوادِ اعظم اہل سنت کو بڑے گہرے زخم وکرب دیے ہیں، اور ہم۔ شعوری یا لاشعوری طور پر۔ مسلسل اس کے مسائل میں اضافے اور پیچیدگی کا سبب بنتے چلے جا رہے ہیں۔

کتاب مجموعی طور پر محاسن ومحامد کا آئینہ خانہ ہے۔ ترجمے اور حواشی میں انھیں محاسن کو مزید اُجاگر کرنے کی سعی مشکور کی گئی ہے۔ اس طرح قبلہ سید صاحب نہ صرف شوافع برادری سے بلکہ جملہ برادرانِ اہل سنت کی جانب سے بے پناہ بندھائیوں کے مستحق ہیں کہ اتنے وقیع کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر دراصل انھوں نے ایک بڑے فرض وقرض کے بوجھ سے جماعت کے کاندھے کو سبک دوش کر دیا ہے۔

مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی

دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، افریقہ

SUNNI PUBLICATIONS

2818/6, Gali Garahiya, Kucha Chellan
Darya Ganj, New Delhi-110002
Mob.: 9867934085
E-mail: zubair006@gmail.com



KAMAL BOOK DEPOT

Madarsa Shamsul Uloom
Ghosi, Distt. Mau, (U.P.)
Cell: 9935455182
09335082776